علماء حق وعلماء سو کے ۱۰۰ سالہ بنیادی نظریاتی اختلاف
کے پس منظر پہ تاریخی دستاویز
کلمہ حق
فاضل شہیر
علامہ عبدالحکیم اختر
مجددی، مظہری شاہجہانپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
بزم رضویہ رجسٹرڈ لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

علماء حق و علماء سو کے ۱۰۰ سالہ بنیادی نظریاتی اختلاف
کے پس منظر پہ تاریخی دستاویز

بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُونَ

بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینک مارتے
ہیں تو وہ اس کا بھیجا نکال دیتا ہے تو جبھی وہ مٹ کر رہ
جاتا ہے اور تمہاری خرابی ان باتوں سے جو بناتے ہو۔

کلمۂ حق

مصنّف

فاضل شہیر علامہ عبد الحکیم اختر

مجدّدی مظہری شاہجہانپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

بزمِ رضویہ رجسٹرڈ لاہور

صلی اللہ علی النبی الامی والہ واصحابہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم

صلوۃ وسلاما علیک یارسول اللہ

''مومن وہ ہے جوان (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی عزت پہ مرے دل سے
تعظیم بھی کرتا ہے نجدی تو ''مرے دل'' سے

نام تصنیف ''کلمہ حق''

مصنف علامہ مولانا عبدالحکیم خان اختر صاحب مجددی مظہری
شاہجہانپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

موضوع علماء اہل سنت وجماعت اور دیوبندی وہابی ''علما'' کے بنیادی اختلافات

پروف ریڈنگ ماسٹر منور حسین صاحب۔ محمد عبدالوہاب ناز صاحب (طبع اوّل)

اشاعت باراول ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء (مع ''الصوارم الہندیہ'' شریف)

ناشر مکتبہ فریدیہ، ساہیوال

اشاعت باردوم ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء (بحیثیت علیحدہ کتاب)

ناشر ادارہ غوثیہ رضویہ، ۲۰/B-۲۲۔ کرم پارک مصری شاہ لاہور

اشاعت بارسوم ۲۷ رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ/ ۱۳ دسمبر ۲۰۰۱ء (اشاعت حاضرہ)

پروف ریڈنگ محمد رفیق شیخ حنفی قادری ایم اے (معاشیات) '' ''

ناشر بزم رضویہ، ۳۷/۱۴، داتا بادامی باغ، لاہور

ضخامت ۲۴۵ صفحات

تعداد ایک ہزار (۱۰۰۰)

ہدیہ

بزم رضویہ، (رجسٹرڈ) ۳۷/۱۴ مین بازار داتا نگر بادامی باغ،

لاہور پوسٹ کوڈ نمبر ۵۴۰۰۰

فہرست مضامین

نعت شریف

از

(حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ مرشدِ طریقت مولوی رشید احمد گنگوہی)

اچھا ہُوں یا بُرا ہُوں ، غرض جو کچھ بھی ہُوں ، سو ہُوں
پر ہُوں تمہارا ، تم میرے مُختار یا رسُول!

جس دن تم عاصیوں کے شفیع ہو گے پیشِ حق
اُس دِن نہ بھُولنا مجھے زِنہار یا رسُول!

تم نے بھی گر نہ لی خبر اِس حالِ زار کی
اَب جائے کہاں ، بتاؤ ، یہ لاچار یا رسُول!

دونوں جہاں میں مُجھ کو وسیلہ ہے آپ کا
کیا غم گرچہ ہُوں مَیں ، بہت خوار ، یا رسُول!

کیا ڈر ہے اُس کو لشکرِ عِصیان و جُرم سے
تُم سا شفیع ہو ، جس کا مددگار ، یا رسُول!

ہو آستانہ آپ کا ، اِمداد کی جبیں
اَور اِس سے زیادہ کچھ نہیں ، درکار ، یا رسُول!

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی: گُلزارِ معرفت مطبوعہ بلالی دُخانی پریس ساڈھورہ ، ضلع انبالہ ، (طبع قدیم) ، ص ۶-۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیغام

(لاہور کے مردِ قلندر ، دانائے اہلسنت
حکیم محمد موسےٰ امرتسری مدظلہ العالی کے نام)

عشق کی ہے مدح خواں آج تک نہرِ فرات
عشق سے رنگین ہے یہ جہانِ شش جہات
عشق تیری لے میں ہے ، عشق تیری نے میں ہے
عشق ہے تیری دلہن ، عشق ہے تیری برات
عشق سے ہے زندگی ، عشق سے تابندگی
عشق ہے کانِ مراد ، عشق ہے جانِ حیات
آ کہ سنواریں ذرا ، زلفِ پریشانِ دیں
اس سے ہی قسمت بنے ، ہے یہ متاعِ حیات
آج تُو تنہا نہیں ، ساتھ ہیں شاہِ رضا
سحراب ہونے کو ہے ، دیکھ کہ بھیگی ہے رات
سیّد ہجویر کی تجھ پہ ہے چشمِ کرم
ہند کے سلطان کی ہے نگہہِ التفات
عظمتِ شاہِ رضا جب کہ ہے پیشِ نظر
آپ سے راضی ہوئے تاجورِ کائنات
کام سے قسمت بنے ، کام سے عزت ملے
وہ بھی لگیں کام میں جو کہ بناتے ہیں بات
نام سے کچھ بھی نہیں ، کام سے بنتا ہے کام

رہزنوں کی چال دیکھ، چھوڑان کی ذات پات
غیظ میں جلتے ہیں وہ، جھوٹ پہ پلتے ہیں وہ
پہنچے جو پیشِ حرم، دل میں لیے سومنات
عالمانِ دین بھی، اک روپے کے تین بھی
ملتے ہیں اس دَور میں جہل کے لات و منات
سو گئے تھے پیشوا، چھوڑ کر خالی حرم
ان کو جگانا بھی ہے چھیڑ کر سازِ حیات
عالمِ دیں ہے وہی، عاقبت پہ ہو نظر
ان سے جہاں کا ثبات، ہیں یہی قدسی صفات
راہرو راہِ حرم، تیز ترک گام زن
ٹوٹ نہ جائے کہیں، تارِ نفس بے ثبات
رن میں نبرد آزما، ہو گیا اختر ترا
شاطرانِ دین کے کرنے جو مُہرے ہیں مات

اختر شاہجہانپوری مظہری عفی عنہ
(رَحمۃُ اللہ تعالےٰ علیہ)
لاہور

تقدیم

بانی مرکزی مجلس امام اعظم (لاہور) حضرت علامہ مولانا عبدالحکیم خاں اختر شاہجہان پوری مظہری زید لطفہ اہل سُنّت و جماعت کے مشہور و معروف محقق، مصنّف اور مترجم ہیں۔ وہ برس ہا برس سے نا مساعد حالات اور مسلسل علالت کے باوجود علمی اور دینی کام کر رہے ہیں۔ ان کی بیسیوں تصانیف منظر عام پر آچکی ہیں اور کتنی ہی کتب حدیث کا ترجمہ کر کے انہوں نے وہ کام کیا ہے جو رہتی دنیا تک یاد رہے گا۔ ان کی مبارک و مصروف زندگی جوانوں کے لئے ایک مشعل راہ اور نمونہ ہے۔ مولائے کریم ان کو تادیر سلامت رکھے اور ان کا علمی و روحانی فیض جاری رہے، آمین۔

پیش نظر کتاب "کلمہ حق" (مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء) ان کی ایک مفید اور اصلاحی تصنیف ہے جس کا مقصد فکر و نظر کی اصلاح ہے ---- کبھی کبھی اصلاح کے لئے عمل جراحی کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر مقصد نیک ہو تو یہ عمل برا نہیں، ہاں اگر اس سے دل آزاری مقصود ہو تو بے شک معیوب ہے، لیکن اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے اور کوئی وجہ نہیں کہ ہم فاضل مصنّف کی نیّت پر شک کریں ---- اس کتاب کا موضوع وہی ہے جس پر گزشتہ ڈیڑھ دو صدیوں سے لکھا جا رہا ہے --- غلطیوں کا اعتراف کر لیا جائے تو بات ختم ہو جاتی ہے لیکن اگر اس کو اپنی یا اپنی جماعت کی انا کا مسئلہ بنا لیا جائے تو پھر بات بڑھتی جاتی ہے اور بحث و مباحثہ کا لا متناہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ماضی میں بھی یہی کچھ ہوا اور اب بھی ہو رہا ہے، اس اجمال کی کچھ تفصیل یہ ہے۔

موجودہ صدی اور گزشتہ صدی میں بعض حضرات سے جناب باری عزاسمہ، اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسے کلمات نکل گئے جن کو مسلمانوں کی ایک جماعت نے گستاخانہ قرار دیا۔ چنانچہ علماء کرام نے بروقت ان حضرات کو نصیحت و ہدایت کی، پھر اتمامِ حجّت کے بعد کفر کے فتوے بھی لگائے۔ حقیقت یہ ہے کہ کسی

کے فتویٰ لگانے سے کوئی کافر نہیں ہوتا' اپنے قول و عمل سے ہوتا ہے' مفتی صرف نشاندہی کرتا ہے۔ بہرحال ان حضرات نے اپنے الفاظ کو نہیں بدلا' حالانکہ اگر وہ بدل دیتے بلکہ حذف ہی کر دیتے تو ایک بڑا فتنہ سر اٹھاتے ہی دفن ہو جاتا۔ مگر ایسا نہ ہوا اور بات بگڑنے لگی اور بڑھنے لگی حتیٰ کہ پاک و ہند اس کی لپیٹ میں آگئے۔

اس مسئلے کا حل مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی علیہ الرحمتہ المتوفی ۱۳۸۶ھ ۱۹۶۶ء نے "فتاویٰ مظہری" میں خوب تجویز فرمایا ہے --- "انہوں نے فرمایا کہ" جن کلمات کے بارے میں یہ فیصلہ ہے کہ وہ گستاخانہ ہیں ان کو اہل زبان کے سامنے پیش کر دیا جائے کیونکہ اہل زبان ہی زبان کے نشیب و فراز اور اسرار و رموز سے واقف ہوتے ہیں۔ اگر ان کلمات کے بارے میں اہل زبان یہ فیصلہ دے دیں کہ وہ گستاخانہ ہیں تو پھر اس فیصلے کی روشنی میں مفتی اپنا فتویٰ نافذ کرے" ----- بات نہایت معقول ہے' اگر یہ مان لی جائے تو جھگڑا ختم ہو سکتا ہے' مگر ضدّ بحث جاری ہے جس نے خاص طور پر جوانان ملت کو پریشان کر رکھا ہے اور وہ عجب الجھن میں مبتلا ہیں۔ ان کی الجھن جبھی ختم ہو گی جب ضدّ کو چھوڑ کر معقولیت پسندی کی راہ اختیار کی جائے گی۔

بات کسی انسان کی عزّت و ناموس کی نہیں ----- جناب باری عزاسمہ' اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزّت و ناموس کی ہے --- ذرا سوچیں تو سہی! ---- آپ کو یہ فیصلہ کرنا ہے کہ آپ اپنے اسلاف اور اکابر کی عزت کو بچائیں گے یا ناموس مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو؟ ----- کس کو قربان کریں گے' کس کو سینے سے لگا کر رکھیں گے؟ ----- فیصلہ بڑا آسان ہے ---- ایک جماعت نے تو ناموس مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اپنی عزت اور اپنے اکابر کی عزت قربان کر دی اور تن من دھن سب کچھ لٹا دیا ----- اب دوسری جماعت کی باری ہے ---- قرآن محبت رسول مانگ رہا ہے' اس کا دامن محبت کے پھولوں سے بھر دیجئے۔

مگر مسئلہ کچھ زیادہ ہی سنجیدہ معلوم ہوتا ہے' قرآن کی آواز پر لبیک کہنے میں بھی ہچکچاہٹ محسوس کی جا رہی ہے ---- بات کچھ اور ہے --- آپ غور کریں گے تو

معلوم ہو گا کہ اس گستاخانہ فکر نے سیاسی سطح پر ملت اسلامیہ کو بہت صدمے پہنچائے ---- سقوط سلطنت عثمانیہ' سلطنت مغلیہ اور تحریک خلافت' تحریک ہجرت' تحریک ترک موالات' تحریک پاکستان' تحریک ختم نبوت' تحریک نظام مصطفیٰ وغیرہ میں ملت اسلامیہ نے جو نقصانات اٹھائے اس کے جہاں اور بھی اسباب ہیں وہاں ایک اہم سبب وہ فکر بھی تھا جس نے بعض لوگوں کو گستاخیوں پر آمادہ کیا' اس لئے بعض دیدہ ور مورخین و محققین کا خیال ہے کہ اصل میں ملت اسلامیہ کی قوت توڑنے کے لئے برطانیہ کے محکمہ جاسوسی نے اس فکر کو پروان چڑھایا تاکہ ملت کا شیرازہ منتشر ہو جائے اور ہوا اکھڑ جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب اس فکر نے سر اٹھایا' اہل سنت و جماعت کی عظیم سلطنت عثمانیہ جو دنیا کے تین براعظموں پر پھیلی ہوئی دنیا کی سب سے بڑی حکومت تھی' آخر کار وہ بھی پارہ پارہ ہو گئی ---- جذباتیت اور جانب داری سے قطع نظر اگر ہم حقائق و شواہد کی روشنی میں اس خیال کا جائزہ لیں تو کچھ بات سمجھ میں آتی ہے۔

یہاں ایک تاریخی عجوبہ بھی پیش کرتا چلوں ---- عجائبات عالم میں سے ایک اعجوبہ یہ دیکھنے میں آیا کہ تحریک آزادی ہند کے زمانے میں اس فکر کے علم بردار اور نظریہ توحید کے پاسدار جو دوسروں کو مشرک اور بدعتی کہتے تھے' وہ کفار و مشرکین ہند کے ہم نوا اور ہم نوالہ وہم پیالہ ہو گئے اور تحریک پاکستان کی پرزور مخالفت کرتے ہوئے مشرکین ہند کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے شدید دشمن ہو گئے ---- اس کے برعکس جن مسلمانوں کو مشرک اور بدعتی کہا جاتا تھا وہ کفار و مشرکین ہند کے مخالف اور پاکستان کے حامی و مددگار ہو گئے اور جان و مال لٹانے لگے ---- ایک طالب علم یہ سوال کر سکتا ہے کہ "موحدین نے مشرکین ہند کا کیوں ساتھ دیا جب کہ مشرکوں اور بدعتیوں کو ان کا ساتھ دینا چاہئے تھا' لیکن انہوں نے پاکستان کی حمایت کی اور ہر مرحلے پر مسلمانوں کا ساتھ دیا اور کافروں و مشرکوں سے دور رہنے کی تلقین کی' آخر ایسا کیوں ہوا؟" -------- اس سوال کا کوئی جواب نہیں --- یہ طالب علم یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہے کہ اہل سنت و جماعت کے خلاف جو پروپیگنڈا کیا گیا تھا اور کیا جا

رہا ہے وہ بالکل غلط اور بے بنیاد تھا، اس کی حیثیت سراسر سیاسی تھی اور ہے، اس کا دین و مسلک سے کوئی تعلق نہیں۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ہر نو پیدا فرقے اور جماعت کے اجداد کا تعلق سواد اعظم اہل سنت و جماعت سے تھا اور وہ سب کے سب سلف صالحین کے پیرو تھے۔ پھر مختلف سیاسی عوامل کے تحت نئی نئی راہیں نکالی گئیں، ٹکڑیاں بننے لگیں، ہر ٹکڑی کا محور ایک شخصیت قرار پائی۔ اس طرح گزشتہ دو تین صدیوں میں مختلف فرقے سامنے آئے۔ ہر فرقہ دعویدار ہے کہ وہ حق پر ہے، اس کی پیروی کی جائے۔ طلبہ، جوان اور بوڑھے حیران پریشان ہیں۔ مگر پریشانی کی کوئی بات نہیں ----- پیچھے چلیں اور ہر نو پیدا فرقے کے اجداد و اسلاف کے عقائد و افکار کا جائزہ لیں۔ آپ کو ان میں حیرت انگیز یکسانیت نظر آئے گی۔ بس اسی رنگ کو اپنائیں، جس رنگ میں آپ کے اور ہمارے اجداد و اسلاف رنگے ہوئے تھے، یہی رنگ ہزاروں لاکھوں اولیاء اور علماء کا تھا۔ یہ راستہ دکھانے والے یہ زندگی بنانے والے گمراہ نہیں ہو سکتے۔

حضرت علامہ مولانا عبدالحکیم خاں اختر شاہجہان پوری مظہری نے اس کتاب میں اصل حقائق کے رخ سے پردہ اٹھایا ہے۔ ان کا انداز بیان ممکن ہے بعض قارئین کو جارحانہ معلوم ہو مگر جو باتیں انہوں نے کہی ہیں ان میں کہیں عدل و انصاف اور حق پرستی کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ امید ہے کہ فاضل موصوف کی یہ کاوش قدر کی نگاہ سے دیکھی جائے گی۔ فاضل ممدوح ایک طرف کتب احادیث کے تراجم فرما رہے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیوانوں کو آپ کی پیاری پیاری باتیں سنا رہے ہیں تو دوسری طرف آپ کی عزت و ناموس کی حفاظت کے لئے سینہ سپر ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ فاضل ممدوح کے اس قلمی جہاد کو قبول فرمائے اور قارئین کرام کو قبول حق کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وعلی الہ وازواجہ واصحابہ وسلم۔

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

۳۰ر اگست ۱۹۸۸ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام

اظہار حقیقت

فاضل جلیل، عالم نبیل، زعیم اہل سنّت، جناب عبدالحکیم خاں اختر شاہجہان پوری نقشبندی مجددی مظہری مدظلہ العالی مترجم کتبِ احادیثِ مبارکہ و مؤلف کتب کثیرہ ----- مسلک حقہ اہل سنّت و جماعت کی تائید و حمایت میں بے پناہ لکھنے کے علاوہ مخالفین و معاندین اہل حق کے بے ہودہ اور لغو اعتراضات کے مسکت جوابات دینے میں مہارت تامہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ مخالفین اہل حق کے بڑے بڑے قلم کار اور فن مناظرہ میں ید طولیٰ رکھنے والے علماء ان کے نام اور کام سے خائف و ہراساں دکھائی دیتے ہیں۔ ان کی دینی، مذہبی، مسلکی اور مشربی پر خلوص خدمات اس قدر زیادہ ہیں کہ وہ اپنوں اور بیگانوں میں یکساں طور پر متعارف ہیں ----- مگر میں ان کے دیرینہ نیاز مند ہونے کی بنا پر ان کے دلی جذبات اور سوز دروں تک سے واقف ہوں۔

حضرت اختر مدظلہ سے میرا پہلا غائبانہ تعارف ۱۹۶۲ء میں اس طرح ہوا کہ ملک کے مشہور شاعر، صحافی اور ادیب شورش کاشمیری صاحب نے ہفتہ وار "چٹان" لاہور میں مسلک حقّہ اہل سنّت و جماعت کو بدنام کرنے کے لئے اکابر اہل سنّت پر بہتان تراشیوں اور دروغ بافیوں کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ اس وقت حضرت اختر نے شورش صاحب کی ان دل آزار اور نہایت غیر ذمہ دارانہ تحریروں کا محاسبہ اور تعاقب ہفت روزہ "سواد اعظم" لاہور میں کیا۔ مگر چند ماہ میں جناب شورش کی یہ شورش فرو ہو کر رہ گئی وگرنہ جناب اختر صاحب سال ہا سال تک شورش صاحب کے خلاف لکھنے کا تہیہ کر بیٹھے تھے۔(۱)

حضرت اختر سے اس تعارف کے بعد ۱۹۶۸ء میں ان کے قریب ہونے کا سبب یہ ہوا کہ اہل سنّت کے تغافل و تساہل اور کانگرسی مولویوں کی پاکستان میں آمد اور ان کے اپنے مخصوص انداز میں پروپیگنڈہ کی مہم اور جماعت اسلامی کی غیر اسلامی کارروائیوں کے باعث، اس پاکستان میں جسے اہل سنّت نے ووٹ، نوٹ، عزّت، آبرو اور جانیں دے کر حاصل کیا تھا، اس میں منعقدہ علمی و ادبی مجالس و محافل (جن میں راقم الحروف کو شمولیت کا اکثر موقع ملتا تھا) میں اہل سنّت کے امام اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ کا نام لینا جرم یا باعث عار سمجھا جانے لگا تھا اور جب ذرائع ابلاغ پر اغیار کا مکمل طور پر قبضہ اور "قلم درکف دشمن است" کا معاملہ درپیش تھا اور کتب فروشوں کے ہاں امام اہل سنّت کی تصانیف نظر ہی نہیں آتی تھیں اور نہ ان پر کوئی کتاب باصرہ نواز ہوتی تھی۔

اگرچہ ۱۹۶۸ء سے قبل اعلی حضرت، امام اہل سنّت قدس سرہ پر دو کتابیں چھپ چکی تھیں مگر وہ صرف حلقہ مولویاں تک محدود تھیں۔ یہ ارمغان علمی، ذی علم حضرات سے مخفی تھے۔ ان کتب کی طباعت سے کچھ عرصہ پہلے کا اپنا ایک واقعہ جناب محترم حفیظ تائب صاحب نے راقم سے بیان فرمایا تھا۔ وہ یہ کہ موصوف نے ایک مرد بزرگ پیر طریقت قدس سرہ کو خط لکھا کہ میں امام اہلِ سنت شاہ احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات، مقاماتِ علمیہ اور خدماتِ دینیہ و ملیہ سے آگاہی حاصل کرنا چاہتا ہوں، ان پر لکھی گئی کسی کتاب کی نشان دہی کیجئے ------ اس پر حضرت قبلہ شیخ الحدیث قدس سرہ نے جواباً تحریر فرمایا کہ "حزب الاحناف لاہور سے "وصایا شریف" خرید کر پڑھئے" (مفہوماً")

یہ بڑا کرب ناک اور ذہنی اذیت کا دور تھا، مگر صرف ہمارے لئے ہی تھا ورنہ مولوی لوگ تو اپنی اپنی پناہ گاہوں میں بیٹھے اپنے آپ کو ولایتِ عظمیٰ پر فائز سمجھتے ہیں اور انہیں کسی علمی محفل میں جانے کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی، گویا وہ اس مصیبت سے محفوظ ہوتے ہیں اور یہ لوگ اپنی مجالس یا حلقہ مریداں میں بیٹھے ہم ایسوں کو عام

طور پر جاہل، ان پڑھ کہہ کر یاد فرماتے ہیں اور جس وقت بہت ہی زیادہ مہربان ہوں تو ناسمجھ اور بے عقل کے القابات سے بھی نواز دیتے ہیں اور کبھی ہمارے مرض کا نام پاگل پن تشخیص فرماتے ہیں۔ بعض علّامے یہ فرماتے ہیں کہ" چند رسائل چھاپ کر کونسا تیر مارا ہے؟ (۲)

اس تکلیف دہ دور میں احقر راقم السطور نے مرکزی مجلس رضا، لاہور قائم کی، تاکہ اس کے ذریعے یونیورسٹیوں اور کالجوں کے فاضل اساتذہ اور ذہین طلبہ کو نہایت معیاری لٹریچر بلاقیمت پیش کر کے اس مکدر اور مسموم فضا کو صاف و شفاف کیا جائے تاکہ سچے عاشق رسول مقبول یعنی امام احمد رضا بریلوی کا روشن و منوّر چہرہ سب کو نظر آنے لگے۔

اس وقت فاضل محترم جناب اختر شاہجہان پوری کی خدمت میں بندہ نے ایک عریضہ بذریعہ ڈاک ارسال کیا کہ" آپ ہمارے ساتھ قلمی و علمی تعاون فرمایا کریں"۔ موصوف نے عاجز کی اس درخواست کو شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے مرکزی مجلس رضا کی علمی معاونت شروع کر دی، اگرچہ وہ امام اہل سنّت پر اس سے پہلے بھی مضامین لکھا کرتے تھے جو ان اخبارات و رسائل میں طبع ہوا کرتے تھے جو صرف حلقہ مولویاں میں پڑھے جاتے تھے۔ مگر میری یا مرکزی مجلس کی معاونت کی ذمّہ داری قبول کرنے کے بعد انہوں نے اپنے آپ کو اعلیٰ حضرت، امام اہل سنّت، مجدّد دین و ملت علیہ الرحمہ کے لئے وقف کر دیا اور دن رات لکھتے ہی چلے گئے، اس سے بے نیاز ہو کر یہ مبسوط تحقیقی مقالات شائع ہوں گے بھی یا نہیں؟ ان کے مطبوعہ اور ہنوز منتظر اشاعت مقالات جو صرف اعلیٰ حضرت پر ہیں، کو یک جا جمع کر دیا جائے تو کئی جلدوں پر مشتمل ایک حجیم و ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔

مرکزی مجلس رضا لاہور سے طبع ہونے والی چند کتب کے مسودات کو حضرت اختر نے محنت شاقہ کے بعد طباعت کے قابل بنایا یعنی ان کی زبان کی درستی کے علاوہ پیرا بندی کی اور حوالے تلاش کر کے درج کئے۔ انہیں یہ زحمت اس لئے اٹھانا پڑی کہ

ہمارے ایک مقالہ نگار ردی کے کاغذوں بلکہ چیتھڑوں پر مسودات تیار کر کے بھیجتے تھے۔

حضرت اختر مدظلہ کی صرف ایک تالیف "اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام" مرکزی مجلس رضا کو شائع کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ ان کی یہ محققانہ تالیف اہلِ قلم اور اربابِ علم و دانش میں بے حد مقبول و مطبوع ہوئی' گویا حضرت اختر صاحب نے دوسروں کے کام کو سنوار کر ان کو لکھنے کا ڈھنگ سکھانے کی کوشش کی اور دوسری طرف مجلس کی علمی بنیادوں کو استحکام بخشا مگر مرکزی مجلس رضا ان کی دیگر گرانقدر تصانیف کو چھپوا نہ سکی' گویا ان کے مخلصانہ جذبات اور بے لوث خدمات کی صحیح قدر نہ کی گئی۔

مرکزی مجلس رضا پر ناقدر دانی کا الزام دھرنے سے یہ زیادہ صحیح ہو گا کہ احقر حضرت موصوف کی محققانہ تالیف اور بیش بہا علمی رسائل کو محض اس لئے نہ طبع کرا سکا کہ میں تین مولویوں کو علمائے حق سمجھ بیٹھا تھا اور ان تین کے علاوہ ایک مولوی کے رشتہ دار کو خادمِ دین جان لیا تھا۔ ان مولوی حضرات سے تعلق کی بنا پر میں نے بہت کچھ کھویا' مگر دور حاضر کے اکثر مولویوں کی حقیقت واضح ہو گئی ہے۔

ان ملنٹ اللہ فی الارض (۳) کے مجھ پر جو اثرات مرتب ہونا تھے انہیں جناب اختر صاحب زید مجدہ نے بہت جلد بھانپ لیا تھا۔ چنانچہ چار سال کی مسلسل جانکاہی کے بعد کوئی وجہ بتائے بغیر ۱۹۷۲ء میں وہ مجلس سے لاتعلق ہو گئے تھے' مگر انہوں نے احقر سے تعلق خاطر منقطع نہ فرمایا اور میں بھی ان کی بے پناہ محنت و خدمت کی آج بھی تہ دل سے قدر کرتا ہوں ـــــ مقام صد افسوس ہے کہ اس خادم دین متین (حضرت اختر) کے ساتھ بعض 'علمی و رُوحانی' ہستیوں نے ابتدا ہی سے معاندانہ یا حوصلہ شکنی کا رویہ اپنا رکھا ہے' غالباً" صرف اس لئے کہ وہ "مولوی پیشہ" نہ ہونے کے باعث ان کے پٹی بند بھائی نہیں بن سکے۔

مذکورۃ الصدر حقائق کے پیش نظر میں نے حضرت اختر صاحب زید علمہ کو مشورہ دیا کہ وہ اپنے علاقہ میں مرکزی مجلس امام اعظم (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنہ) کے نام سے ایک

اشاعتی ادارہ قائم کریں اور اس کے ذریعے اپنے رشحات قلم کے ساتھ ساتھ دیگر علمائے حق کی تصانیف کو بھی شائع کر کے متلاشیان حق کے سامنے پیش کریں۔" الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ میرا یہ مشورہ شرف قبولیت سے بار آور ہوا اور ۱۳ ستمبر ۱۹۸۵ء کو والٹن سکول کے نزدیک لاہور چھاؤنی میں مرکزی مجلس امام اعظم کے متبرک و مقدس نام سے موسوم ایک علمی ادارہ حضرت اختر صاحب قبلہ نے قائم کردیا۔ جزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

اس ادارے نے اپنی صرف سہ سالہ زندگی میں ایک درجن سے زائد نہایت معیاری اور دیدہ زیب کتب و رسائل طبع کرنے کا اعزاز حاصل کر لیا ہے۔ اور یہ قیمتی جواہرپارے پورے ملک کے ارباب علم و دانش تک پہنچ چکے ہیں۔ مرکزی مجلس رضا لاہور نے جو بلا قیمت (۴) یعنی بعوض دعائے خیر کتب مہیا کرنے کا بیڑا اٹھایا تھا۔ اسی طرح حضرت اختر کی قائم کردہ مرکزی مجلس امام اعظم بھی تمام مطبوعات قارئین کی نذر کر رہی ہے۔

میری دعا ہے کہ سچے خادم دین اور مرد قلندر حضرت اختر کا لگایا ہوا یہ پودا ملک کا ایک عظیم تناور درخت بنے اور اس فتنوں کے دور کی ہر آفت اور ہر نظر بد سے محفوظ و مصئون رہے اور مبینہ حدید کتاب الحیل (۵) پر عمل کرنے والے خائن دوست اور خیانت پسند افراد اس سے کوسوں دور رہیں تاکہ اس کے ثمراتِ علمیہ دنیا بھر میں پھیل جائیں' آمین! یہاں حضرت اختر کے اس جذبہ ایثار کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے کہ انہوں نے مرکزی مجلس امام اعظم کی طرف سے اپنی صرف چار کتابیں چھپوائی ہیں جبکہ پندرہ کتابیں دیگر حضرات کی ہیں۔

پیش نظر کتاب" کلمہ حق" حضرت محترم عبدالحکیم خان اختر صاحب مدظلہ کی نہایت تحقیقی و تدقیقی تالیف و تصنیف ہے' جو اہل سنّت و جماعت اور دیوبندی علماء کے جملہ اختلافات میں سے سب سے اہم' سب سے نازک اور سب سے دقیق اور اصولی اختلاف یعنی افاضل و اکابر دیوبند کی کفریہ عبارات اور ان کی تکفیر سے متعلق ہے۔

پاکستان میں دیو بندی حضرات کے مشہور و مقبول مولف مولوی محمد سرفراز گکھڑوی صاحب نے اپنی بعض تالیفات میں اس مسئلہ تکفیر پر بحث کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ اور چند دوسرے "سنّی علماء پر نہایت رکیک حملے کئے ہیں۔ فاضل محترم جناب اختر صاحب نے محققانہ، منصفانہ اور غیر جانب دارانہ جوابات دے کر جناب گکھڑوی صاحب اور ان کے جملہ ہم نواؤں کے اس سلسلہ کے تمام اعتراضات کا لغو اور باطل ہونا ثابت اور مبرہن کردیا ہے۔ جو صاحب علم و دیانت بھی (مخالف و موافق) بنظر انصاف اور ٹھنڈے دل و دماغ سے اس تالیف منیف کا مطالعہ کرے گا یقیناً اس کا ضمیر اسے یہ کہنے پر مجبور کردے گا۔

۱۔ معترضین کے اس سلسلے کے جملہ اعتراضات ان کے حسد، ان کی علمی کم مائیگی، ان کی ضد، ان کی "اکابر پرستی" پر شاہد عادل ہیں اور معترض یہ کیوں نہیں سوچتے کہ ایک طرف حضور پر نور سرور عالم و عالمیان و شفیع عاصیان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات پاک کی عزّت و حرمت اور ناموس کا سوال ہے اور دوسری طرف اواخر تیرھویں اور چودھویں صدی کے "علمائے دیو بند"!!!

۲۔ فاضل مولف کے پیش کردہ تمام دلائل حقائق پر مبنی ہیں اور انہوں نے کسی مقام پر انصاف اور دیانت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔

۳۔ ہر فرقہ و گروہ کے علماء کو حضرت اختر کی طرح وزن دار بات کرنی چاہئے۔

۴۔ "کلمہ حق" میں گستاخانہ یعنی کفریہ عبارتوں کو ان کے سیاق و سباق کے ساتھ پیش کر کے ان سے برآمد ہونے والے مطالب، مفاہیم اور نتائج کو بالترتیب آسان لفظوں میں دیانت داری کے ساتھ پیش کیا ہے تاکہ عوام الناس بھی سمجھ سکیں کہ عبارتیں فی الواقع ایمان سوز ہیں یا ایمان افروز؟

۵۔ اس تالیف کے مطالعہ سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت اختر صاحب اس میدان کے شہسوار ہیں اور امام اہل سنّت، اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے غایت درجہ عقیدت رکھنے کے علاوہ ان کے حالات و مقامات

عالیہ اور ان کی بے پناہ دینی و ملی خدمات وغیرہم سے کماحقّہ، واقفیت رکھتے ہیں۔

یہاں ایک اہم حقیقت کو بیان کرنا بھی از بس ناگزیر ہے کہ آج کا دور الحاد کا دور ہے، دین کے رکھوالوں کو منصب، جاہ، مفاد اور زر کی ہوس لاحق ہو گئی ہے، جس کے باعث باطل عقائد کے لوگوں کا مشاغبہ (پروپیگنڈا) اس قدر موثر ہو گیا ہے کہ کچھ حضرات اتّحاد بین المسلمین کے نام پر عوام الناس کو اس مسئلہ کی حقیقت سے آگاہ کرنا چاہتے ہیں اور کچھ خاموشی اختیار کرنے میں "بہتری" سمجھتے ہیں اور بعض افاضل اس اہم ترین موضوع پر اظہار خیال ضروری خیال کرتے ہیں مگر خود سامنے آنا پسند نہیں کرتے۔ میرے ایک عالم و فاضل دوست نے اس موضوع پر بہت ہی اچھّے انداز میں دعوت فکر دی مگر کسی اور کے نام سے ۔۔ ایسے حالات میں جناب اختر کی جرات رندانہ قابل صد داد اور لائق صد تحسین و تبریک ہے۔ جزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

ان حالات میں جناب محمد طفیل صاحب زید علمہ اور ان کے ساتھی نوجوان لائق ذکر ہیں، جنہوں نے "کلمہ حق" کو اپنے ادارہ "غوثیہ رضویہ مصری شاہ لاہور" کی جانب سے ۱۹۸۷ء میں پہلی مرتبہ شائع کیا اور اب دوسری بار اضافہ شدہ ایڈیشن کو غالباً" وہی منظر عام پر لا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر اور اجر عظیم سے نوازے۔

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

آخر میں "مولوی صاحبان سے" یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ وہ تالیف کتب میں علم و دیانت کے تقاضوں کو پورا کیا کریں، جیسا کہ پیش نظر تالیف میں ملحوظ رکھا گیا ہے ۔۔ کتابوں کے حوالے اصل کتابوں کو بچشم خود دیکھ کر نقل کیا کریں اور انہیں اس حقیقت کو ذہن نشین کرلینا چاہئے کہ علم اب ہر طبقے کے افراد کے پاس پہنچ چکا ہے۔ تحقیق کے انداز اور طریقے کو وہی لوگ خوب جانتے پہچانتے ہیں جنہیں آپ اپنی مساجد میں "بہت کچھ" کہتے ہیں ۔۔ مگر حقیقت

"یہ ہے کہ آپ کی کمزور، غلط بیانیوں سے پُر اور محض جانب دارانہ تالیفات کے مطالعہ کے بعد جدید طبقہ کے اہل علم کو آپ پر بالکل اعتماد نہیں رہا۔ اس بے اعتمادی کی ایک مثال مشہور محقق و دانشور پروفیسر محمد اقبال مجددی صاحب نے احقر سے بیان کی تھی۔ وھو ھذا۔

ایک روز (مجددی صاحب) بسلسلہ خریداری کتب ایک کتاب فروش کے پاس کھڑے تھے کہ ایک صاحب آئے اور کتاب فروش سے کہا کہ "میرے ایک دوست جو امریکہ میں رہتے ہیں، نے رد قادیانیت پر کوئی نہایت ذمہ دارانہ اور محققانہ کتاب طلب کی ہے، آپ کوئی معیاری کتاب دیں۔" اس پر تاجر کتب نے جناب ابوالحسن علی ندوی صاحب کی تالیف "قادیانیت" دکھائی تو اس شخص نے کہا ۔۔ "یہ تو کسی مولوی کی لکھی ہوئی ہے اس میں حوالے ضرور توڑ مروڑ کر پیش کئے گئے ہوں گے، کسی پروفیسر کی تصنیف ہو تو دیں"۔۔ یہ کہا اور کتاب ("قادیانیت") کو نفرت سے پھینک کر چلتا بنا۔

میں ذاتی طور پر جانتا ہوں کہ "قادیانیت" میں درج تمام حوالہ جات و اقتباسات درست و صحیح ہیں (۶)۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اس شخص نے "البریلویہ" اور اس جیسی چند اور کتابوں میں منقول اقتباسات کو اصل کتابوں سے ملا کر دیکھ لیا ہو گا اور اس کے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی ہو گی کہ "سارے کے سارے مولوی اسی طرح کی غلط بیانیاں کرتے ہیں"۔ اس طرح کے نام نہاد "علماء اور مبلغین اسلام" کی غیر ذمہ دارانہ تحریروں اور تقریروں کے باعث صحیح لکھنے اور سچ بولنے والوں پر سے بھی پڑھے لکھے لوگوں کا اعتماد اٹھ گیا ہے۔ اگر آپ یونہی "تقویٰ برطرف" لکھتے رہے اور "دیانت برخاست" تقریریں کرتے رہے اور مفتی حضرات فاقہ کی سنّت پر عمل پیرا ہونے کی بجائے پلاٹ (۷) حاصل کر کے "دین کی خدمت" میں مگن رہے تو خدارا سوچئے پھر کیا حشر ہو گا؟ دعوت اسلام کس کو دی جائے گی؟ تبلیغ کس کو کی جائے گی؟ کون آپ کی بات سنے گا؟

" خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ میرے محترم و مکرم جناب اختر صاحب شاہجہان پوری ایک سرکاری سکول میں خدمت تدریس پر مامور ہیں اور "رائج الوقت مولویت" سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ انہوں نے اپنی اس تالیف میں حق و صداقت کو ہر موقع پر ملحوظ رکھا ہے اور اعلیٰ حضرت، امام اہل سنّت، فاضل بریلوی نور اللہ مرقدہ جو ایک سچے عاشق رسول تھے، کی ایمانی تحریروں کا دفاع صرف اس لئے کیا ہے کہ اس قدسی صفات بزرگ نے "علمائے دیوبند" کا تعاقب صرف اور صرف اس لئے کیا تھا کہ انہوں نے یقیناً" سب کے آقا مولیٰ، مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس و ارفع و اعلیٰ میں واقعۃً گستاخی کا ارتکاب کیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مفتی اعظم پاکستان سید ابوالبرکات صاحب اور شیخ الحدیث حضرت سردار احمد صاحب (رحمہما اللہ) نے ان گستاخوں سے وقتی و عارضی اتحاد کو بھی جائز قرار نہیں دیا تھا۔ بعد میں مناظر اسلام جناب صوفی اللہ دتہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے بھی اسی فکر، اسی مسلک اور اسی عقیدے کی تبلیغ فرمائی۔ حقیقت یہ ہے کہ جب بھی کسی "نام نہاد اتحاد" میں شمولیت کی غلطی کی گئی، اس کا نتیجہ اہل سنّت اور پاکستان کے سراسر خلاف نکلا۔ "تحریک ختم نبوت" ۱۹۵۳ء کے اتحاد کی بناء پر ان "مولویوں" کو جو "نظریہ پاکستان" کے سخت مخالف تھے۔ عوام کے سامنے آنے کا موقع مل گیا اور اسی اتحاد کی بدولت "شیعہ فضلاء" کو بھی امام باڑوں سے باہر آکر کام کرنے کی تربیت ملی اور اب وہ ایک طاقت بن چکے ہیں اور وہ اپنا ہر مطالبہ منوا کر ہی دم لیتے ہیں۔

۱۹۷۷ء میں "قومی اتحاد" معرض وجود میں آیا۔ اہل سنّت (ملک کی غالب اکثریت) کا صرف ایک ستارہ آسمان پاکستان پر نظر آیا۔ جو بہت جلد آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ یعنی اہل سنّت کی قسمت کا ستارہ ڈوب گیا ۔۔۔ اب ۲۷ فروری ۱۹۸۹ء کو راولپنڈی میں ایک اور "اتحاد علماء" کی خبر آئی ہے مگر یہ اتحاد سابقہ

اتحادوں سے کمزور اور غیر موثر ثابت ہوگا' اس لئے کہ نام نہاد "اسلامی اتحاد" (جو فی الحقیقت "جماعت اسلامی کے وارے نیارے اتحاد" ہے) اور پیپلزپارٹی دونوں نے "فتویٰ ء باز" مولوی خرید لئے ہیں' لیکن یہ لایعنی اتحاد بھی ہمارے تشخص کو مزید نقصان پہنچا کر مخالفین اہل حق کے اثرات کو خانقاہوں تک پہنچاوے گا یعنی پہلے اتحادوں کے نتیجے میں دیوبندیوں کا صرف مساجد میں عمل دخل بڑھا تھا' اب انہیں خانقاہوں کا راستہ خود ہی دکھا دیا گیا ہے اور اس سے بہت پہلے شیعوں نے خانقاہوں پر قابض ہونے کے لئے بہت کچھ کیا ہوا ہے اور وہ اپنا اثر و نفوذ اس قدر بڑھا چکے ہیں کہ پاکستان کی ایک تہائی خانقاہیں ان کے معتقدات کی تبلیغ کے مراکز بن چکی ہیں۔ بہر حال آئندہ کا مورخ یہ بتائے گا کہ اہل سنّت کی میراث سے شیعوں کو کیا اور کتنا ملا اور دیوبندیوں نے کس قدر پایا ــــ!

فی الحقیقت پیش نظر تالیف صرف اعلیٰ حضرت بریلوی کا دفاع ہی نہیں بلکہ جذبہ حب رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے تحت گستاخوں سے بیزاری کا اظہار بھی ہے۔ ــــ اللہ تعالیٰ محترم مولف کی اس سعی کو منظور و مقبول اور قارئین کرام کے لئے موجب ہدایت بنائے۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم۔

خاک راہ دردمنداں :ــــ محمد موسیٰ عفی عنہ

داتا کی نگری

۸ شعبان المعظم ۱۴۰۹ھ

حواشی

۱۔ ان دنوں احقر نے بھی ایک مضمون لکھا تھا جو قلمی نام سے "سواد اعظم" میں چھپا تھا۔ حضرت ابو الطاہر فدا حسین صاحب نے اپنے موقر ماہنامے "مہر و ماہ" لاہور میں شورش صاحب کو زور دار تنبیہہ کی تھی اور ایک بڑی تند و تیز نظم بطور جواب آں غزل ہفتہ وار "طوفان" ملتان کے لئے لکھی' مگر اس وقت کے وزیر قانون شیخ خورشید نے یہ جنگ بند کرانے میں خیر سمجھی اور وہ نظم چھپنے سے رہ گئی۔

۲۔ مگر دیوبندی مکتبہ فکر کے استاد تاریخ پروفیسر محمد اسلم صاحب لکھتے ہیں :۔
"یہ عمارات (دہلی) دیکھنے کے بعد حکیم محمد موسیٰ امرتسری سیکرٹری مجلس رضا پاکستان کو خط لکھا کہ آپ لوگوں نے ہمارا ناک میں دم کر رکھا ہے' یہاں تو کچھ بھی نہیں۔" (بھارت کا سفرنامہ' مطبوعہ ماہنامہ "الحق" اکوڑہ خٹک اپریل ۱۹۸۵)

۳۔ اس اصطلاح کو حضرت بابا محمد اعظم نوشاہی میروالی نے اپنی بے مثل تالیف "بے مثل بشر" کے دیباچہ میں استعمال کیا ہے اور اعلیٰ حضرت نے "ملو" لکھا ہے۔

۴۔ یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ یہ طریقہ احقر نے مخدومی و محترمی حضرت پیر غلام دستگیر نامی علیہ الرحمتہ سے سیکھا تھا۔ حضرت نامی دائرۃ الاصلاح کی جانب سے تمام لٹریچر بلا قیمت فراہم کیا کرتے تھے۔ آخر زندگی میں انہوں نے احقر کو نائب دبیر بنا دیا تھا۔

۵۔ محرمان راز کا بیان ہے کہ یہ عصر حاضر کے بعض علماء کی تالیف ہے اور اسے عوام سے خفیہ رکھا جاتا ہے۔ اس سے اس وقت استفادہ کیا جاتا ہے جب کسی مدرسہ کے صرف پانچ طالب علموں کو بیس ظاہر کر کے خدمت دین کے لئے زکوٰۃ وصول کی جاتی ہے یا بغرض "تبلیغ اسلام" سمگلروں سے مفاد حاصل کیا

جاتا ہے۔

۶۔ مگر جناب ابوالحسن علی ندوی صاحب کے والد جناب عبدالحی صاحب نے "نزھتہ الخواطر" جلد ہشتم میں فاضل بریلوی کا ذکر کرتے ہوئے سخت جانب داری کا مظاہرہ کیا ہے۔

۷۔ ملاحظہ کیجئے۔ ۲۴ اور ۲۶ جنوری کے اخبارات، خصوصاً "جنگ" لاہور، پاکستان ٹائمز لاہور، "مساوات" لاہور۔

نظریاتی اور اعتقادی مفاہمت کی تاریخی روئیداد

المسمّٰی بہ

تقدیس الوکیل

عن

توہین الرشید والخلیل

مرتبہ

حضرت مولانا مولوی ابو عبدالرحمن غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ

مؤیدہ

شیخ المشائخ حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ چاچڑاں شریف

مصدقہ

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

مع رشحات تقدیم

یرانو علامہ اقبال احمد فاروقی ایم اے

ناشر

فریدی کتب خانہ

بالمقابل ریلوے اسٹیشن لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

کہنے کی بات

کچھ تصنیف کے بارے میں

کچھ مصنف کے بارے میں

۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء میں مکتبہ فریدیہ، ساہیوال والے جناب حافظ نعمت علی صاحب کی معرفت کتاب "الصوارم الہندیہ" دوبارہ منظرِ عام پر آئی جس کا بصیرت افروز دیباچہ فاضل شہیر علامہ عبدالحکیم خاں اختر شاہجہانپوری صاحب نقشبندی مجددی مظہری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے تحریر فرمایا جو مذکورہ کتاب کے سابقہ ۲۷ صفحات پر مشتمل تھا.............

۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء میں، بارہ سال بعد، ادارہ غوثیہ رضویہ، لاہور والے جناب صوفی محمد طفیل صاحب نے مذکورہ معلومات افزا دیباچہ کو فاضل شہیر علیہ الرحمۃ کی ترامیم واضافات کے ساتھ "کلمہ حق" کے مبارک نام سے علیحدہ کتابی شکل میں شائع فرمایا اور دو ہزار کی تعداد میں چھپوا کر مُلک بھر میں مفت تقسیم کیا۔ کتاب "کلمہ حق" ۱۲۸ صفحات پر مشتمل تھی۔

۱۴۲۲ھ / ۲۰۰۱ء میں، "کلمہ حق" کے محولہ بالا نسخہ کی نئی کتابت کرائی گئی......اس کے چند مقامات پر احقر نے مختصر حواشی تحریر کئے، اب یہ کتابت ۱۶۸ صفحات پر محیط تھی......ضروری سمجھا گیا کہ اس کے ساتھ حکیم اہل سنت، حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا "دیباچہ" پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ العالیٰ کا "مقدمہ" اور بعض علماء کرام اور اہل قلم حضرات کے تاثرات بھی شامل کر دیئے جائیں۔ چنانچہ اب اس کی ضخامت ۲۴۰ صفحات ہے۔

۱؎ حضرت صاحب جید عالم، حضرت شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی کے مرید صادق ہیں اور بیس پچیس سال پہلے جماعت اہلِ سُنّت پنجاب کے اہم عہدے پر فائز رہ چکے ہیں۔ آج کل لندن میں مسلک اہلِ سُنّت و جماعت کی تبلیغ و اشاعت کے لئے مصروف عمل ہیں۔ (ادارہ)

۲؎ صوفی صاحب ماہنامہ "القول السدید" (لاہور) کے مدیر و منتظم ہیں اور محترم ہمارے لیے نہایت مہربان و مشفق ہیں اور اشاعتِ مسلک کے لیے خالصۃً لوجہ اللہ اعانت وشفقت فرماتے ہیں۔ (ادارہ)

☆ ''حسام الحرمین علیٰ منحر الکفر والمین'' (۱۳۲۴ھ) ۳۳ علماء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی تقاریظ وتصدیقات پر مشتمل تھی۔

☆ ''الصوارم الہندیہ'' (۱۳۴۵ھ) متحدہ ہند کے دوسواڑسٹھ علماء اہل سنت وجماعت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی تصدیقات وتائیدات پر مبنی تھی۔

☆ اور اب ''کلمہ حق'' (اشاعت حاضرہ: ۲۷ رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱ء) میں بائیس علماء کرام واہل قلم حضرات کے گرانقدر تاثرات شامل کئے جارہے ہیں جنہیں ''تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل'' (۱۳۵۷ھ) ''فتاویٰ الحرمین برحف ندوۃ المین'' (۱۳۱۷ھ) ''حسام الحرمین علیٰ منحر الکفر والمین'' (۱۳۲۴ھ) ''الصوارم الہندیہ'' (۱۳۴۵ھ) اور ان جیسی دیگر تصانیف مبارکہ کے سلسلہ طیبہ کی تازہ کڑی سمجھنا چاہیے...... یہ بات ذہن نشین رہے کہ فاضل شہیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (وصال ۱۴۱۳ھ/ ۱۹۹۳ء) کے صاحبزادے جناب غلام مصطفیٰ صاحب اور آپ کے عقیدت مند جناب محمد کاشف رضا صاحب کے پاس اور شخصیات کے بھی غیر مطبوعہ تاثرات محفوظ ہیں۔ ان کی چونکہ کتابت نہیں ہوئی اور وقت کی کمی کے باعث فی الحال انہی کو شامل اشاعت کیا گیا ہے۔ اب ''کلمہ حق'' ۲۴۰ صفحات پر مبنی ہے۔ یہ ہے اس بلند پایہ تحقیقی مقالہ کا ربع صدی پہ محیط مختصر پس منظر جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ہر تازہ اشاعت نئے اضافات کے ساتھ شائع ہوئی ہے اور اب ایک بار پھر آپ کے سامنے نئی آب وتاب کے ساتھ جلوہ گر ہے۔

قارئین کرام!

فاضل شہیر علامہ عبدالحکیم خاں اختر شاہجہانپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ بزم رضویہ، لاہور کا دیرینہ تعلق رہا ہے۔

☆ بزم رضویہ، بادامی باغ، لاہور کی بنیاد یکم جنوری ۱۹۹۲ء کو رکھی گئی۔ اس کے پلیٹ فارم سے، پہلے پہل دیگر اداروں کی مطبوعات اراکین میں تقسیم کی جاتیں تھیں۔ اس وقت فاضل شہیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصانیف ''سیرت امام احمد رضا'' (علیہ الرحمہ) اور ''خصائص کنز الایمان'' وغیرہ کے علاوہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے زیر نگرانی چلنے والے ادارہ مرکزی مجلس امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کئی رسائل بھی تقسیم کئے گئے تھے۔ اس دوران ناظم اعلیٰ بزم ہذا، برادرم محمد سلیم جلالی صاحب اور احقر کو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کئی بار ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔

☆ جمادی الثانی ۱۴۱۳ھ/ نومبر ۱۹۹۲ء میں فاضل شہیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سخت علیل تھے

چنانچہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صحت یابی کے لیے بزم رضویہ نے اپنی اشاعت نمبر ۷ یعنی

''سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عرس مبارک

۲۲ رجب المرجب کا ختم شریف''[1]

میں اپیل شائع کی تھی......

☆ فاضل شہیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال کے بعد بزم نے محترم خلیل احمد رانا صاحب کی تصنیف ''حیّ علی الصلوٰۃ'' کے آغاز میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لیے نذر عقیدت شائع کی۔

☆ فاضل شہیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی گرانقدر ضخیم تصنیف ''مشعل راہ'' (مطبوعہ لاہور) سے احقر نے رسالہ ''قادیانی دھرم'' مرتب کیا جسے بزم نے ۲۱ محرم الحرام ۱۴۱۴ھ/ یکم جولائی ۱۹۹۴ء کو سلسلہ اشاعت نمبر ۲۲ کے تحت شائع کیا۔ یہ بزم رضویہ اور احقر کو شرف حاصل ہے کہ سب سے پہلے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک نیا رسالہ مرتب کر کے شائع کیا تھا۔ اس کے علاوہ اور رسائل مرتب کرنے کا ارادہ ہے دُعا فرمائیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ایسے تمام عزائم جلیلہ ومقاصد حسنہ کو بخیر وخوبی پایۂ تکمیل تک پہنچائے۔

☆ ۱۵ جمادی الاول ۱۴۱۴ھ/ ۲۱ اکتوبر ۱۹۹۴ء کو احقر نے ایک مختصر مگر جامع رسالہ ''حق الشریک ہے'' مرتب کیا جسے بزم نے ۱۲ جمادی الآخر ۱۴۱۴ھ/ ۱۷ نومبر ۱۹۹۴ء کو اپنے سلسلہ اشاعت نمبر ۲۴ کے تحت شائع کیا جس میں

''﴿انتساب﴾

فاضل شہیر علامہ عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (وصال ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۳ء)

کے نام مبارک سے بصد عقیدت'' کیا گیا تھا......

☆ اور اب ادارہ، فاضل شہیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصنیف ''کلمہ حق'' کو پہلی بار دیباچہ ومقدمہ اور تاثرات کے ساتھ شائع کر رہا ہے۔

یہ ہے حضرت علیہ الرحمۃ سے بزم رضویہ اور احقر کے دیرینہ تعلقات کی مختصر روئیداد۔ اسی تعلق خاطر کی بناء پر راقم السطور کی پُر زور خواہش تھی کہ اس بلند پایہ تصنیف کو دوبارہ ضرور شائع کیا جانا چاہئے جسے برادرم محمد سلیم جلالی صاحب نے عملی جامہ پہنایا ہے...... اس کتاب کی اشاعت کا بیڑہ جب اٹھایا تو فاضل شہیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صاحبزادے محترم غلام مصطفیٰ صاحب نے اس کی کتابت

[1] مؤلفین: مرشدی ومولائی، خلیفہ محدث اعظم، مولانا ابومحمد محمد عبدالرشید قادری مدظلہ العالی، محمد رفیق شیخ حنفی قادری، (طبع: ۱۴۱۳ھ / ۱۹۹۲ء بار اوّل)

مرحمت فرمائی مگر افسوس اس کو شائع کرنا خاصا مشکل تھا اور دوگنا مصارف کے بعد بھی خدشہ تھا کہ مطلوبہ معیار شاید حاصل نہ ہو سکے چنانچہ ''کلمۂ حق'' کا ایک نسخہ صوفی محمد طفیل صاحب مدظلہ العالی نے اپنے ریکارڈ سے مرحمت فرمایا۔ محمد سلیم جلالی صاحب نے یہ نسخہ کمپوزر کو کتابت کے لیے دے دیا۔ کمپوزر کی دکان میں اہل سُنّت وجماعت کی علامت اسٹکرز چسپاں تھے۔ کتابت کا پہلا پروف ملنے تک بعض قریبی احباب کی بدولت یہ کُھل چکا تھا کہ کمپوزر رافضی ہے..........

اب کیا کیا جاسکتا تھا۔ بس پہلے پروف کی اغلاط کی نشاندہی کر کے کتابت لوٹا دی..........

دُوسرا پروف دیتے وقت کمپوزر صاحب کا پُر زور اصرار تھا کہ اسی کو فائنل پروف قرار دے کر ٹریسنگ پیپرز پر لے لیں مگر اس کی بات ہرگز نہ مانی اور اسے احتیاطاً دوسرا پروف نکالنے کے لیے کہا۔ اگرچہ اس کے عزائم اچھے نظر نہیں آرہے تھے مگر بضد ہونے پر اس نے دوسرا پروف دیا.......... اس کو دیکھتے ہوئے معلوم ہوا کہ کئی غلطیاں درست نہیں کی گئیں تھیں۔ لکھا کسی لفظ کو درست کرنے کے لیے تھا اور موصوف نے مشق آزمائی کسی دوسرے لفظ پہ کی گئی تھی۔ بعض جگہ نہایت فاش غلطیاں تھیں۔ حتیٰ کہ بعض مقامات پر علماء حق کے اسماء مبارکہ کے علاوہ علماء سوء کے ناموں کے ساتھ بھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھ دیا تھا.......... مختصر یہ کہ اس دوسرے پروف کو ازسرِنو غور سے دیکھنا پڑا..........

دونوں پروف اس رافضی کو دکھائے تو لگا آئیں بائیں شائیں کرنے۔ معذرت کرنے لگا کہ نادانستگی میں یہ سب ہوا ہے۔ درستگی کے لیے پروف لینے کے بعد کچھ دنوں تک ان کی گمشدگی کا ڈرامہ رچا دیا...... ہمارے دوست صوفی محمد بشیر نقشبندی صاحب سے اس ضمن میں ذکر ہوا تو انہوں نے تسلی و تشفی دی کہ ''وہ شخص اس بارے میں جھوٹ بک رہا ہے۔ اور دو تین دنوں میں خود ہی مان جائے گا۔ صوفی صاحب اس شخص کو جانتے تھے نہ اس کی دکان، مقام سے واقف تھے۔ بہر حال ان کا وجدان صحیح نکلا...... پہلی مرتبہ ایسی کوفت ہوئی جو کہ ناقابل بیان ہے۔ بے ساختہ مولانا محبوب علی خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مرتب کردہ 'باقیات رضا' (سن ترتیب: ذوالحجہ ۱۳۴۲ھ/۱۹۲۴ء) کو ایک بد مذہب کے پریس سے چھپوانے کا ماجرا یاد آگیا...... توبہ کی کہ پھر کسی اجنبی شخص سے ایسی خدمات لیتے ہوئے حتی المقدور تحقیق کریں گے۔ نیز تنبیہ ہوئی کہ حقیقتاً ایسے کاموں میں کس قدر احتیاط ضروری ہوتی ہے......

ابھی سابقہ اشاعت ''عصری سائنسی تحقیق اور سیرتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم'' کے حوالہ سے دم بھر سانس لینے کی فرصت ملی تھی کہ یہ مسئلہ آن پڑا۔ اگر یہ کتاب یونہی شائع ہو جاتی تو کس قدر دردِ سر مول لینا پڑتا۔ اللہ اللہ کر کے فائنل پروف ملا، اسے پھر احتیاطاً دیکھا، ابھی بھی بعض جگہوں پر کچھ غلطیاں بدستور موجود تھیں...... انہیں درست کرا دیا گیا۔

حضرات گرامی!

بعض مقامات پہ ضروری خیال کرتے ہوئے مختصر حواشی تحریر کر دیئے ہیں۔ اگر آپ کو یہ غیر ضروری اور تحریر سے غیر متعلقہ محسوس ہوں تو اس کی ذمہ داری سراسر راقم السطور پہ ہی سمجھیئے، جس کے لیے پیشگی معذرت خواہ ہوں...... ہاں اگر پسند فرمائیں تو یہی کہہ سکتا ہوں کہ ؎

تمام مضموں میرے پرانے، کلام میرا خطاء سراپا!
ہنر کوئی دیکھتا ہے مجھ میں تو عیب ہے میرے عیب جو کا

(اقبال)

☆ بعض جگہ پہ درود وسلام نہ لکھا تھا، وہ لکھوا دیا ہے۔

☆ تحریر پہلے ہی جدید اسلوب کے مطابق تھی، پھر بھی اسے اور جاذبِ نظر، جدید تر اور زیادہ موثر بنانے کی اپنی سی کوشش کی ہے۔ پسند فرمائیں تو فاضل شہیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ ساتھ اس عاجز و ناکارہ کے لیے بھی دعا فرمائیں۔

بروز جمعۃ المبارک
۲۱ رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ
۷ دسمبر ۲۰۰۱ء

گدائے در اولیاء اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ
محمد رفیق شیخ حنفی قادری
ایم اے (معاشیات)

''براہین قاطعہ'' کے رد میں لکھی جانے والی مدلل اور بےمثال کتاب

انوارِ ساطعہ

دربیان

مولود و فاتحہ

مصنفہ

حضرت علامہ مولانا عبدالسمیع انصاری

ضیاء القرآن پبلی کیشنز ۔ لاہور

حکیم اہل سُنّت سے بیوفائی

حکیم اہل سُنّت جناب حکیم محمد موسےٰ امرتسری مدظلہ العالی، جنہیں شیخ العرب والعجم، قطب مدینہ، شاہ ضیاء الدین احمد قادری رضوی مدنی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے ''حکیم اہل سنت'' کے خطاب سے سرفراز فرمایا تھا۔ حکیم صاحب موصوف نے ''مرکزی مجلس رضا'' کے نام سے ایک تبلیغی ادارہ قائم کیا جس کی اپنے خون جگر سے آبیاری کی اور اہل سُنت کو'' انقلاب از کتاب'' کا درس دیا اور ہر محاذ پر علمی، دینی اور ملّی کام کرنے والوں کی راہنمائی کی چنانچہ آج اشاعت کتب کے سلسلے میں جو انقلاب نظر آ رہا ہے، یہ حکیم صاحب ہی کی مساعی جمیلہ کا ثمرہ ہے۔ موصوف کے شائع کردہ لٹریچر کے اثرات بّرصغیر پاک و ہند کے علاوہ تمام مغربی ممالک میں بھی پھیل گئے اور مخالفینِ اہل سنت تو کیا مستشرقین نے بھی آپ کی اس قابل قدر خدمت کا اعتراف کیا۔ مگر جولائی ۱۹۸۶ء کے آخر میں حکیم صاحب نے ''مجلس رضا'' سے لاتعلقی کا اعلان کر کے دردمندان اہل سُنت کو یاس و نااُمیدی میں مبتلا کر دیا۔

حکیم صاحب سے قبل کئی اہل حق نے بھی اسی طرح دل برداشتہ ہو کر گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ اس افسوسناک صورت حال کے پیش نظر ہم ایک ایسی کتاب مرتب کرنا چاہتے ہیں جس سے عوام الناس اس کے اسباب و وجوہ جان کر حق و باطل میں صحیح امتیاز کر سکیں۔

حکیم صاحب کے وہ احباب جواُن کی بددلی کے اسباب جانتے ہیں۔ وہ حقائق پر مبنی اپنے رشحات قلم ہمیں ارسال فرمائیں۔ جن حضرات کے علم میں حکیم صاحب کی طرح کے دیگر حضرات پر مظالم اہل سنت کے واقعات محفوظ ہوں، وہ بھی یہ دل خراش یادیں تحریر کر کے ہمیں بھیجیں تاکہ آئندہ نسلوں کی راہنمائی کے لیے ہماری یہ پیش کش نشان راہ ثابت ہو۔

نوٹ! اہل قلم حضرات اپنے مقالات حسب ذیل پتہ پر ارسال کریں

ادارہ غوثیہ رضویہ مکان نمبر ۲۰ گلی نمبر B/۲۲ کرم پارک مصری شاہ لاہور

۱۴۰۷ ہجری قدسی

۱۹۸۷ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حرف آغاز

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ اما بعد:۔

حافظ نعمت علی صاحب زید مجدہٗ نے ۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء میں ''الصوارم الہندیہ'' نامی کتاب شائع کی جس کا ''دیباچہ'' راقم الحروف سے لکھوایا تھا جو مذکورہ کتاب کے سابقہ ۲۷ صفحات پر مشتمل تھا۔ بعض احباب کا اصرار ہوا کہ ہم اس'' دیباچہ'' کو علیحدہ کتابی شکل میں لانا چاہتے ہیں تاکہ زیادہ سے زیادہ افراد اس سے استفادہ کر سکیں۔ احقر نے ان حضرات کی خواہش کے پیش نظر مذکورہ دیباچے پر نظر ثانی کر کے بعض مقامات پر ترمیم و اضافے بھی کر دیئے ہیں۔

اس کے ساتھ ہی مناسب نظر آیا کہ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) نے جن عبارتوں کی بنا پر مرزا غلام احمد قادیانی (المتوفی ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء) کے ساتھ جن چار علمائے دیوبند کی تکفیر بھی کی تھی ان کی اصل عبارتوں کو ان کے سیاق و سباق سمیت پیش کر دیا جائے اور عام فہم لفظوں میں ان کا حقیقی مفہوم واضح کر دیا جائے تاکہ عام لوگوں کو بھی معلوم ہو جائے کہ مصنفین نے ان عبارتوں میں کیا کہا تھا۔ اختصار کے سبب ہم یہاں ان سے متعلقہ تاویلات کا جائزہ نہیں لیں گے کیونکہ اس کام کے لیے ہماری کتاب ''کھلا خط'' مخصوص ہے جو منظر عام پر آنے کے لیے پر تول رہی ہے انشاء اللہ تعالیٰ جل شانہ --- چنانچہ مولوی محمد قاسم نانوتوی صاحب (المتوفی ۱۲۹۷ھ/۱۸۷۹ء) نے اپنی کتاب'' تحذیر الناس'' میں لکھا ہے۔:

''بعد حمد وصلوٰۃ کے قبل عرض جواب یہ گذارش ہے کہ اول معنیٰ خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دِقّت نہ ہو۔ سو عوام کے

خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنٰی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانے میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقام مدح میں ''وَلٰـكِـنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ'' فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔ ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہئے اور اس مقام کو مقامِ مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہوسکتی ہے مگر میں جانتا ہوں کہ اہل سلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہوگی کہ اس میں ایک تو خدا کی جانب نعوذ باللہ زیادہ گوئی کا وہم ہے۔ آخر اس وصف میں اور قد و قامت و شکل و رنگ و حسب و نسب و سکونت وغیرہ اوصاف میں جن کو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں۔ کیا فرق ہے ۔ جو اس کو ذکر کیا' اوروں کو ذکر نہ کیا۔۔ دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب نقصان قدر کا احتمال کیونکہ اہل کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں اور ایسے ویسے لوگوں کے اس قسم کے احوال بیان کیا کرتے ہیں' اعتبار نہ ہو تو تاریخوں کو دیکھ لیجئے ۔

باقی یہ احتمال کہ ..... یہ دین آخری دین تھا اس لیے سدباب اتباع مدعیان نبوت کیا ہے جو کل کو جھوٹے دعویٰ کر کے خلائق کو گمراہ کریں گے' ... البتہ فی حد ذاتہٖ قابل لحاظ ہے پر جملہ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ اور جملہ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ میں کیا تناسب تھا جو ایک کو دوسرے پر عطف کیا' اور ایک کو مستدرک منہ اور دوسرے کو استدراک قرار دیا اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی بے ربطی اور بے ارتباطی خدا کے کلام معجز نظام میں متصور نہیں۔ اگر

سدباب مذکور منظور ہی تھا تو اس کے لیے اور بیسیوں موقع تھے۔ بلکہ بناء خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تاخیر زمانی اور سدباب مذکور خود بخود لازم آجاتا ہے اور فضیلتِ نبوی دوبالا ہو جاتی ہے۔''[1]

اگر نانوتوی صاحب کی مخالفت و موافقت اور محبت و نفرت کو بالائے طاق رکھ کر ''تحذیر الناس'' کی اس طویل عبارت کو دیکھا جائے تو ہر اردو خوان قاری کے پردہ ذہن پر اس سے یہ مفہوم و مطالب ابھر کر سامنے آتے ہیں۔

۱) اللہ تعالیٰ جل شانہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی بتائی ہوئی خاتمیت پر ایمان رکھنا جس پر تیرہ سو برس سے امت محمدیہ کا اجماع چلا آرہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا زمانہ تمام سابقہ انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سب میں آخری نبی ہیں' یہ نانوتوی صاحب کے مطابق عوام کا خیال ہے اور یہ عقیدہ رکھنے والے نانوتوی صاحب کے نزدیک اہل فہم نہیں ہیں۔

۲) نانوتوی صاحب کے نزدیک جو حضرات اہل فہم ہیں ان پر روشن ہے کہ کسی نبی کے پہلے یا سب سے بعد میں آنے کے اندر بالذات کوئی فضیلت نہیں ہے۔

۳) اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو بلحاظ زمانہ سب سے آخری نبی مانا جائے تو اس صورت میں ''وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ'' کا مقام مدح میں ہونا بقول نانوتوی صاحب صحیح قرار نہیں پاتا۔

۴) نانوتوی صاحب کے نزدیک اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے بلحاظِ زمانہ آخری نبی ہونے کو اوصاف مدح میں شمار نہ کیا جائے اور اس آیت کو مقام مدح قرار نہ دیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا صحیح ہوسکتا ہے۔

۵) نانوتوی صاحب خود بھی یہ جانتے تھے کہ اہل اسلام اس بات کو گوارہ نہیں کریں گے ۔

[1] محمد قاسم نانوتوی' مولوی:۔'' تحذیر الناس'' شائع کردہ ادارہ اسلامیات لاہور ص ۳

کیونکہ آخری نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ماننے میں 'ان کے نزدیک' ایک قباحت تو یہ ہے کہ نعوذ باللہ' خدا کی جانب زیادہ گوئی یعنی فضول باتیں بنانے کا وہم ہوتا ہے کیونکہ آخری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ہونے کا تو قدوقامت' شکل ورنگ' حسب ونسب اور سکونت وغیرہ کی طرح نبوت تو کیا دیگر فضائل میں بھی کوئی دخل نہیں۔

۶) جب قدوقامت اور شکل ورنگ وغیرہ باتوں کا خدا جل شانہ نے ذکر نہیں کیا جن کا نبوت اور فضائل میں کوئی دخل نہیں تو آخری نبی ہونا بھی بقول نانوتوی صاحب ان جیسی ہی بات ہے جس کا نبوت اور فضائل میں کوئی دخل نہیں ہے۔ لہٰذا اس آیت میں موصوف کے نزدیک' خدا جل شانہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے آخری نبی ہونے کا ذکر نہیں کیا ہوگا۔

۷) نانوتوی صاحب کے نزدیک آخری نبی ماننے سے حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی شان گھٹ جانے کا احتمال ہے کیونکہ اہل کمالات کے کمالات بیان کیے جاتے ہیں اور کمالات سے محروم لوگوں کے متعلق ایسی ویسی باتیں کہی جاتی ہیں. چونکہ آخری نبی ہونا' موصوف کے نزدیک' کمال کی بات نہیں بلکہ محض ایسی ویسی بات ہے لہٰذا اس آیت مقدسہ میں خدا جل شانہ نے آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کے متعلق نہیں کہا ہوگا۔

۸) ہاں یہ احتمال کہ یہ آخری دین ہے اس لیے جھوٹے مدعیان نبوت کا اس آیت میں سدباب کیا ہو جو کل کو جھوٹے دعوے کر کے لوگوں کو گمراہ کریں گے تو یہ بات کسی حد تک نانوتوی صاحب کے نزدیک قابل لحاظ ہوسکتی تھی لیکن ان کے نزدیک ہے یہ بات بھی نہیں کیونکہ اگر یہ بات اس آیت میں ہوتی تو جملہ ''مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ'' اور جملہ 'وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ'' میں کوئی تناسب نہیں رہتا اور یہ دونوں جملے ایک دوسرے پر عطف نہیں ہو سکتے تھے اور ایک کو مستدرک منہ اور دوسرے کو استدراک قرار نہیں دیا جا سکتا تھا کیونکہ یہ بے ربطی ہے جبکہ خدا کے کلام معجز نظام میں ایسی بے ارتباطی متصور نہیں اور

ایسا مذکورہ سدباب کے باعث لازم آرہا ہے لہٰذا اس آیت مبارکہ کے متعلق موصوف یہ نہیں مان سکتے کہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ جل شانہ نے جھوٹے مدعیان نبوت کا سد باب کیا ہو۔

۹) اگر اللہ تعالیٰ جل شانہ کو یہ سدباب منظور ہوتا تو نانوتوی صاحب کے نزدیک قرآن کریم میں اور بیسیوں موقع تھے لیکن وہاں اس بات کا سدباب نہیں کیا جبکہ اس آیت مبارکہ میں تو موصوف کے نزدیک مذکورہ سدباب کا موقع ہی نہیں تھا۔

۱۰) اب موصوف دلی راز ظاہر کرتے ہیں کہ خاتمیت کی بنیاد ہی دراصل اور بات پر ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے ذہن میں بھی نعوذ باللہ نہ آئی اور خواہ مخواہ 'لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ' سے اپنے خاتم ہونے کا مفہوم سمجھاتے رہے اور کبھی اپنے آپ کو قصر نبوت کی آخری اینٹ بتاتے رہے۔ اسی خاتمیت پر خواہ مخواہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اجماع کر بیٹھے اور اسی کو خواہ مخواہ امت محمدیہ نے اپنا عقیدہ بنائے رکھا۔ ... اسے ضروریات دین سے ٹھہرا لیا ... اور اس کے منکر بلکہ اس کے معنیٰ میں تاویل کرنے والے کو بھی کافر و مرتد قرار دیتے رہے چونکہ یہ سارے ہی نانوتوی صاحب کے نزدیک عوام تھے اور اہل فہم نہیں تھے اسی لیے وہ اصلی خاتمیت کو معلوم ہی نہ کر سکے۔ انہیں تو اتنا بھی نعوذ باللہ معلوم نہ ہو سکا کہ خاتمیت کی بنیاد کس بات پر ہے۔ تیرہ صدیاں گزرنے پر وہ اصلی خاتمیت نانوتوی صاحب کو معلوم ہوئی ہے جس سے تاخر زمانی اور مذکورہ سدباب خود ہی لازم آجائے گا۔ اور خدا جل شانہ سے تو نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی افضلیت دو بالا نہ ہو سکی لیکن نانوتوی صاحب ''اصلی خاتمیت سے سرفراز کر کے'' رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی افضلیت کو دوبالا کر کے چھوڑیں گے۔

حضرات گرامی!

یہ ہیں نانوتوی صاحب کی مذکورہ طویل عبارت کے مضمرات ... یہ ہے اللہ جل شانہ اور اس کے آخری رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اور تیرہ سو سالہ امت محمدیہ یعنی

صحابہ کرام، تابعین عظام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)، آئمہ مجتہدین، اولیائے عارفین اور علمائے کاملین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے خلاف موصوف کی محاذ آرائی کما

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بلحاظ زمانہ آخری نبی ماننے والے عوام ہیں۔

۲۔ اہل فہم نہیں ہیں۔

۳۔ آخری نبی ہونے میں بالذات کوئی فضیلت نہیں ہے۔

۴۔ آخری نبی ماننے سے وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کا مقام مدح میں فرمایا جانا صحیح نہیں ہوسکتا اور

۵۔ اس آیت کو مقام مدح قرار نہیں دیا جاسکتا۔

۶۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو آخری نبی ماننے سے خدا کی زیادہ گوئی کا وہم ہوتا ہے کیونکہ آخری نبی ہونے کو نبوت تو کیا دیگر فضائل میں بھی دخل نہیں۔

۷۔ اس سے موصوف کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی شان کے گھٹ جانے کا احتمال ہے۔

۸۔ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو آخری نبی مانا جائے تو ... نانوتوی صاحب کے نزدیک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کمالات سے خالی اور ایسے ویسے لوگوں میں ماننا لازم آتا ہے۔

۹۔ مذکورہ آیت مبارکہ میں اگر جھوٹے مدعیان نبوت کا سدباب مانا جائے تو اس کا موصوف کے نزدیک اس آیت مقدسہ میں موقع نہیں تھا۔

۱۰۔ اور ایسا ماننے سے "قرآن مجید" کو بے ربط کتاب ماننا لازم آتا ہے۔ ۱۱۔ اگر مذکورہ سدباب ہی منظور ہوتا تو قرآن کریم میں اس کے دیگر بیسیوں مواقع تھے لیکن خدا جل شانہ نے وہاں اس بات کا سدباب نہیں کیا۔

۱۲۔ نانوتوی صاحب سے پہلے کسی کو بناء خاتمیت معلوم نہیں ہوسکی تھی اور سب اندھیرے میں تیراندازی کی مشق کر رہے تھے۔

۱۳۔ اب تیرہ صدیوں کے بعد موصوف ہی کو بناء خاتمیت معلوم ہوئی جس سے تاخر زمانی اور مذکورہ سدباب خود بخود لازم آجاتا ہے۔

۱۴۔ خدا تعالیٰ جل شانہ سے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی افضلیت دوبالا نہ کی جاسکی لیکن نانوتوی صاحب نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسی خاتمیت سے سرفراز کردیا ہے جس کے باعث اب افضلیت نبوی دوبالا ہوجائے گی---

نانوتوی صاحب نے اس کے بعد یوں لکھا ہے:۔

"موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہوجاتا ہے جیسے موصوف بالعرض کا وصف موصوف بالذات سے مکتسب ہوتا ہے۔ موصوف بالذات کا وصف جس کا ذاتی ہونا اور غیر مکتسب من الغیر ہونا لفظ بالذات ہی سے مفہوم ہے کسی غیر سے مکتسب اور مستعار نہیں ہوتا۔" [۲]

"سواسی طور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کو تصور فرمایئے یعنی آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور نبی موصوف بوصف نبوت بالعرض اوروں کی نبوت آپ کا فیض ہے پر آپ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں آپ پر سلسلہ نبوت مختتم ہوجاتا ہے۔" [۳]

ان دونوں عبارتوں میں نانوتوی صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی خاتمیت و نبوت کو بالذات اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کی نبوت کو بالعرض قرار دیا ہے۔ موصوف نے دعویٰ نبوت کے لیے چور دروازہ بنایا۔ "تحذیر الناس" کتاب

[۲] محمد قاسم نانوتوی، مولوی "تحذیر الناس" مذکورہ ص ۴

[۳] محمد قاسم نانوتوی، مولوی "تحذیر الناس" مذکورہ ص ۴

۱۲۹۰ھ میں منظر عام پر آئی........پورے ملک میں شوروغل ہوا کیونکہ متحدہ ہندوستان سنیوں حنفیوں سے بھرا ہوا تھا اور تیرہ صدیاں گزرنے والی تھیں کہ پہلی دفعہ یہ غیر اسلامی آواز اور نئی خاتمیت سننے میں آئی۔ علمائے کرام ردوتردید میں خوب سرگرمی دکھا رہے تھے۔ عقیدہ خاتمیت کا پوری جرات سے دفاع کر رہے تھے کہ ۱۲۹۷ھ/۱۸۷۹ء میں مولوی محمد قاسم نانوتوی صاحب نبوت کا دعوے کیے بغیر یہ کہتے ہوئے راہی ملک عدم ہو گئے۔

قسمت تو دیکھئے کہاں پہ ٹوٹی ہے کمند
دو چار ہاتھ جبکہ لب بام رہ گیا

اب برٹش گورنمنٹ کو ایسے ہی دوسرے جرات مند کی ضرورت محسوس ہوئی تو مرزا غلام احمد قادیانی صاحب (المتوفی ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء) مل گئے۔ انہوں نے ۱۲۹۹ھ/۱۸۸۱ء سے اپنا کام شروع کر دیا ... ۴ نانوتوی صاحب والے چور دروازے سے پورا فائدہ اٹھایا لیکن اس کے نام میں تھوڑی سی تبدیلی کر لی کہ بالذات اور بالعرض کی جگہ ''اصلی'' اور ''ظلی بروزی'' کی اصطلاح استعمال کرنے لگے۔ خاتمیت مرتبی و زمانی کی جگہ ''تشریعی'' اور ''غیر تشریعی نبی'' کی اصطلاح آ گئی یعنی نانوتوی صاحب کی روح سے معذرت کے ساتھ (۱)

خیر یہ بات تو بر سبیل تذکرہ نوک قلم پر آ گئی۔ آگے نانوتوی صاحب نے خاتمیت کے

---

۴ محمد شفیع مفتی: ''ختم نبوت کامل'' اشاعت چہارم' مطبوعہ کراچی ص۱۶

۱ اگر مرزا غلام قادیانی کذاب نے اپنے فکری پیشرو' نانوتوی سے اس طرح بھرپور استفادہ کیا تھا تو اشرفعلی صاحب بھی اس معاملے میں پیچھے نہیں رہے چنانچہ انہوں نے نانوتوی صاحب کے نظریاتی جانشین' مرزا غلام قادیانی کی کتب سے حرف بحرف اقتباسات کثیرہ لے کر ''المصالح العقلیہ لِلأحکام النقلیہ'' تحریر کی...... اس کی تفصیلات درج ذیل تصانیف میں ملاحظہ کریں۔

۱) ''کمالات اشرفیہ'' (پمفلٹ) عبداللہ ایمن زئی' مطبوعہ لاہور
۲) ''اقبال' قائداعظم اور پاکستان'' راجہ رشید محمود' نذیر سنز پبلشرز' لاہور
۳) ''حضرت تھانوی کی مرزا قادیانی کی کتب سے خوشہ چینی'' پروفیسر ڈاکٹر محمد سلطان شاہ: ماہنامہ ''نعت'' لاہور جلد ۱۳' شمارہ دہم' اکتوبر ۲۰۰۰ء' تحقیق/سرقہ نمبر۔ یہ پورا شمارا پروفیسر ڈاکٹر مذکورہ کا تحریر کردہ ہے۔
۴) 'تھانوی' قادیانی کی دہلیز پر'' افضل شاہد صاحب۔ یہ تحریر ماہنامہ ''المنقول السینیۂ(مصری شاہ) لاہور کے تین شماروں میں قسط وار شائع ہوئی تھی (رفیق)

متعلق یوں لکھا ہے:-

''اور مجھ سے پوچھئے تو میرے خیال ناقص میں تو وہ بات ہے کہ سامع منصف انشاء اللہ انکار ہی نہ کر سکے۔ سو وہ یہ ہے کہ تقدم تاخر یا زمانی ہوگا یا مکانی یا مرتبی۔ یہ تین نوعیں ہیں' باقی مفہوم تقدم و تاخران تینوں کے حق میں جنس'' ۵

اس عبارت میں موصوف نے دعویٰ نبوت کی خاطر چور دروازہ بناتے ہوئے خاتمیت کی اپنی طرف سے تین قسمیں گھڑ لیں تاکہ ''لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ'' اور قصر نبوت کی آخری اینٹ والی خاتمیت زمانی کو غتربود کر دیں اور اس پر جو لوگوں کا عقیدہ ہے اسے ہٹا سکیں۔ چنانچہ اسی مقصد کی خاطر وہ اسی عبارت سے پہلے متصلاً یوں لکھ چکے ہیں:

''اگر بطور اطلاق یا عموم مجاز اس خاتمیت کو زمانی اور مرتبی سے عام لے لیجئے تو پھر دونوں طرح کا ختم مراد ہوگا پر ایک مراد ہو تو شایان شان محمدی صلی اللہ علیہ وسلم خاتمیت مرتبی ہے نہ زمانی'' ۶

اس عبارت میں موصوف نے صاف صاف بتا دیا کہ بطور اطلاق یا عموم مجاز تو دونوں طرح کی خاتمیت مراد لی جا سکتی ہے لیکن ایک ہی خاتمیت اگر مراد ہو تو شایان شان محمدی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) وہی خاتمیت ہے جو نانوتوی صاحب نے تیرہ صدیاں گزرنے پر گھڑی ہے اور جو خاتمیت اللہ تعالیٰ جل شانہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بتائی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے سمجھی اور سمجھائی تیرہ سو سال سے امت محمدیہ نے اپنے دلوں اور دماغوں کی زینت بنائی وہ موصوف کے نزدیک شایان شان محمدی نہیں ہے

آگے نانوتوی صاحب اپنی گھڑی ہوئی خاتمیت مرتبی کا یہ فائدہ بتاتے ہیں۔

---

۵ محمد قاسم نانوتوی: ''تحذیر الناس'' مذکورہ ص۹
۶ محمد قاسم نانوتوی: ''تحذیر الناس'' مذکورہ ص۹

"باندیشہ تطویل قدر ضرورت پر اکتفا کر کے عرض پرداز ہوں کہ اطلاق
خاتم اس بات کو مقتضی ہے کہ تمام انبیاء کا سلسلہ نبوت آپ پر ختم ہوتا
ہے جیسے انبیاء گذشتہ کا وصف نبوت میں حسب تقریر مسطور' اس لفظ سے
آپ کی طرف محتاج ہونا ثابت ہوتا ہے اور آپ کا اس وصف میں کسی کی
طرف محتاج نہ ہونا' اس میں انبیاء گذشتہ ہوں یا کوئی اور اسی طرح اگر
فرض کیجئے آپ کے زمانہ میں اس زمین یا کسی اور زمین یا آسمان میں کوئی
نبی ہو تو وہ بھی اس وصف نبوت میں آپ کا محتاج ہو گا اور اس کا سلسلہ
نبوت بہرطور آپ پر مختتم ہو گا اور کیوں نہ ہو عمل کا سلسلہ علم پر ختم ہوتا
ہے۔جب علم ممکن للبشر ہی ختم ہولیا تو پھر سلسلہ علم وعمل کیا چلے
غرض اختتام اگر بایں معنیٰ تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا
تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گذشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہو گا بلکہ اگر
بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا
خاتم ہونا بدستو باقی رہتا ہے۔" ۷

اللہ تعالیٰ جل شانہ نے جو اپنے محبوب سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو
آخری نبی بنایا یعنی خاتمیت زمانی سے سرفراز فرمایا ہے اس کے مقابلے پر نانوتوی صاحب
نے اس عبارت میں اپنی گھڑی ہوئی خاتمیت مرتبی کا بہتر اور مفید ہونا دکھایا ہے کہ ..
میری گھڑی ہوئی خاتمیت مرتبی میں یہ فائدہ ہے کہ اس کی رو سے تمام انبیاء (علیہم السلام) کا
سلسلہ نبوت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ختم ہوگا. خواہ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے
نبی ہوں یا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں کسی جگہ زمین و آسمان میں موجود ہوں' یا
بالفرض کچھ انبیاء آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد پیدا ہو جائیں۔ اب نانوتوی صاحب

۷ محمد قاسم نانوتوی' مولوی:- "تحذیر الناس" مذکورہ ص ۱۰

مسلمانوں سے اپیل کر رہے ہیں کہ اگر خاتمیت کا مطلب اللہ جل شانہ اور رسول صلی اللہ علیہ
وسلم کی بتائی ہوئی خاتمیت کو چھوڑ کر میری تجویز کے مطابق مان لیا جائے تو اس کا یہ فائدہ ہوگا
کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گذشتہ انبیاء کے خاتم ہی نہیں رہیں گے بلکہ اگر بالفرض آپ صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی کسی جگہ کوئی اور نبی ہو تب بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا
خاتم ہونا بدستور باقی رہے گا. جبکہ اللہ تعالیٰ جل شانہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بتائی
ہوئی خاتمیت کو ماننے میں یہ فائدہ نہیں ہے---- موصوف نے آگے لکھا ہے۔:

"ہاں اگر خاتمیت بمعنیٰ اتصاف ذاتی بوصف نبوت لیجیے جیسا کہ اس
ہیچمدان نے عرض کیا ہے تو پھر سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو
افراد مقصود بالخلق میں سے مماثل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہہ سکتے بلکہ
اس صورت میں فقط انبیاء کی افراد خارجی ہی پر آپ کی افضلیت ثابت نہ
ہوگی افراد مقدرہ پر بھی آپ کی افضلیت ثابت ہو جائے گی بلکہ اگر
بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی
خاتمیت محمدی میں کوئی فرق نہ آئے گا چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور
زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے" ۸

اسی عبارت میں نانوتوی صاحب نے اللہ تعالیٰ جل شانہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کی بتائی ہوئی خاتمیت کے مقابلے اپنی گھڑی ہوئی خاتمیت کی تین وجہ سے برتری دکھائی ہے
یا اس کے اندر تین فائدے ایسے بتائے ہیں جو اللہ تعالیٰ جل شانہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کی بتائی ہوئی خاتمیت زمانی میں نہیں ہیں یعنی:-

۱) اگر نانوتوی صاحب کا بتایا ہوا خاتمیت کا مفہوم مان لیا جائے تو حضور موصوف بوصف
نبوت بالذات ہیں اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام موصوف بوصف نبوت بالعرض.... اس کا پہلا

۸ محمد قاسم نانوتوی' مولوی:- "تحذیر الناس" مذکورہ ص ۳۲

فائدہ تو یہ ہوگا کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے افراد مقصود بالخلق میں سے کسی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا مماثل نہیں کہا جا سکے گا۔

۲) دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے افراد خارجی پر ہی نہیں بلکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی فضیلت انبیائے کرام کے افراد مقدرہ پر بھی ثابت ہو جائے گی۔

۳) تیسرا فائدہ اللہ اور رسول کی بتائی ہوئے خاتمیت کو چھوڑ کر...... نانوتوی صاحب کی گھڑی ہوئی خاتمیت کو ماننے کا یہ ہوگا کہ بالفرض حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے زمانے کے بعد بھی کوئی نبی پیدا ہو جائے پھر بھی خاتمیت محمدی میں کوئی فرق نہیں آئے گا...... اور کسی اور زمین یا اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کر لیا جائے تو نانوتوی صاحب کی گھڑی ہوئی خاتمیت کو ماننے کے سبب اس معاصر کے باعث بھی خاتمیت محمدی میں کوئی فرق نہیں آئے گا---- نانوتوی صاحب نے یہ بھی لکھا ہے۔

> ''بایں ہمہ اطلاق مماثلت میں مزید رفعت مراتب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے. یہاں تک کہ اگر اطلاق مذکور کو تسلیم نہ کیجئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور رفعت کے سات حصوں میں سے کل ایک ہی باقی رہ جائے اور چھ حصے عظمت کم ہو جائے'' ۹

> ''اگر ہفت زمین کو بطور مذکور بر ترتیب فوق وتحت نہ مانئے تو پھر عظمت و شان محمدی بہ نسبت اس قدر عظمت کے جو در صورت تسلیم ارضی ہفت گانہ بطور مذکور لازم آتی تھی چھ گنی کم ہو جائے گی۔ ظاہر ہے کہ بادشاہ ہفت اقلیم کو اگر کوئی نادان فقط اسی اقلیم کا بادشاہ سمجھے جس میں وہ رونق افروز ہے تو یوں کہو کہ اس کی عظمت کے چھ حصے گھٹا دیئے' فقط ایک ہی پر

۹ محمد قاسم نانوتوی' مولوی:- ''تحذیر الناس'' مذکورہ ص ۱۷

قناعت کی۔'' ۱۰

نانوتوی صاحب سے ان کے رشتہ دار مولوی محمد احسن نانوتوی (المتوفی ۱۳۱۲ھ/۱۸۹۵ء) نے ''در منثور'' میں مذکور ایک اثر ابن عباس کے بارے میں سوال کیا تھا۔ موصوف نے اثر مذکورہ کو اپنی دلیل بنایا اور دعویٰ نبوت کے لیے چور دروازہ بنانے کی غرض سے ''تحذیر الناس'' کتاب لکھی جس کی پورے متحدہ ہندوستان میں سے کسی ایک عالم نے بھی کلی تائید نہیں کی تھی کیونکہ اکابر امت نے اس اثر کو شاذ کہتے ہوئے رد کیا اور عقیدہ خاتمیت کے خلاف ٹھہرایا تھا جیسا کہ اسی ''تحذیر الناس'' کے صفحہ ۲۹' ۳۰ پر نانوتوی صاحب نے خود بھی اعتراف کیا ہے۔

موصوف نے اثر مذکورہ کے تحت سات زمینیں الگ الگ ٹھہرائیں اور ہر زمین میں ایک ایک آدم' نوح' ابراہیم' عیسیٰ' اور محمد' علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام ٹھہرائے۔ یوں شش مثل کا فتنہ پھر جگایا۔ گویا خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے زمانے میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے ہمنام چھ نبی باقی زمینوں میں موجود تھے اور اوپر کی زمین والے کو ان سب کا حاکم ٹھہرایا ہے اور بتایا ہے کہ وہ اپنی اپنی زمین کے خاتم اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ان سب کے بھی خاتم ... حالانکہ اکابر امت نے اس بات کو کفر ٹھہرایا ہے اور ایسا عقیدہ رکھنے کو عقیدہ خاتمیت کا انکار قرار دیا ہے جیسا کہ دیو بندیوں کے مفتی اعظم پاکستان' مولوی محمد شفیع صاحب (المتوفی ــــھ/ ــــء) نے اپنی کتاب ''ختم نبوت کامل'' میں اکابر امت کی اس بارے میں متعدد عبارتیں نقل کی ہیں۔

نانوتوی صاحب نے اللہ تعالیٰ جل شانہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی بتائی ہوئی خاتمیت پر اپنی گھڑی ہوئی خاتمیت کی برتری دکھاتے ہوئے مذکورہ دونوں عبارتوں کے اندر یہ کہا ہے۔

۱) اللہ تعالیٰ جل شانہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی بتائی ہوئی خاتمیت

۱۰ محمد قاسم نانوتوی' مولوی:- ''تحذیر الناس'' مذکورہ ص ۲۹

کے مقابلے میں نانوتوی صاحب کی گھڑی ہوئی خاتمیت کو یہ برتری ہے کہ باقی چھ زمینوں میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے چھ مثل اور ماننے سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا مرتبہ چھ گنا اور بلند ہو جاتا ہے۔

۲) اگر باقی چھ زمینوں میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے چھ مثل اور نہ مانے جائیں تو اس صورت میں نانوتوی صاحب کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی عظمت اور رفعت کے سات حصوں میں سے صرف ایک حصہ باقی رہ جائے گا اور چھ حصے عظمت و رفعت کم ہو جائے گی۔

۳) وہ شخص نادان ہیں جو اللہ جل شانہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی بتائی ہوئی خاتمیت کے مطابق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو ایک ہی ملک کا بادشاہ بنائے رکھنے پر قناعت کئے ہوئے ہیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی چھ گنا شان گھٹا رہے ہیں۔

۴) اللہ جل شانہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی بتائی ہوئی خاتمیت کو چھوڑ کر... موصوف کی بتائی ہوئی خاتمیت کو ماننے کا نانوتوی صاحب کے نزدیک یہ فائدہ ہے کہ اس کے ماننے سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان چھ گنا اور بڑھ جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ جل شانہ سے بڑھائی نہیں جاسکی تھی۔

نانوتوی صاحب نے اپنی اس گھڑنت کا اعتراف ان لفظوں میں کیا ہوا ہے:-

''ہاں بوجہ عدم ثبوت قطعی نہ کسی کو تکلیف عقیدہ دے سکتے ہیں نہ کسی کو بوجہ انکار کافر کہہ سکتے ہیں کیونکہ اس قسم کے استنباط امت کے حق میں مفید یقین نہیں ہو سکتے' احتمال خطا باقی رہتا ہے. البتہ تصریحات قطعی الثبوت تو پھر تکلیف مذکور اور تکفیر مسطور دونوں بجا تو یہاں ایسی تصریحات درجہ قطعیت کو نہیں پہنچی یعنی نہ کلام اللہ میں ایسی تصریح ہے نہ کسی حدیث

متواتر میں البتہ حضرت عبداللہ بن عباس سے ایک اثر منقول ہے جو درجہ تواتر تک نہیں پہنچا. نہ اس کے مضمون پر اجماع منعقد ہوا'' [11]

اب اللہ تعالیٰ جل شانہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی بتائی ہوئی خاتمیت زمانی کے بارے میں بھی نانوتوی صاحب کی تصریح ملاحظہ ہو:-

''سو اگر اطلاق اور عموم ہے تب تو ثبوت خاتمیت زمانی ظاہر ہے ورنہ تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدلالت التزامی ضرور ثابت ہے اور تصریحات نبوی مثل انت منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی او کما قال جو بظاہر بطرز مذکور اسی لفظ خَاتَمَ النَّبِيِّينَ سے ماخوذ ہے۔ اس باب میں کافی ہے کیونکہ یہ مضمون درجہ تواتر کو پہنچ گیا ہے۔ پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہو گیا گو کہ الفاظ مذکور بسند تواتر منقول نہ ہوں۔ سو یہ عدم تواتر الفاظ باوجود تواتر معنوی یہاں ایسا ہی ہوگا جیسا تواتر اعداد رکعات فرائض و وتر وغیرہ باوجود یکہ الفاظ احادیث مشعر تعداد احادیث مشعر تعداد رکعات متواتر نہیں۔ جیسا اس کا منکر کافر ہے ایسا ہی اس کا منکر بھی کافر ہوگا۔ [12]

ان دونوں عبارتوں میں نانوتوی صاحب نے اپنی گھڑی ہوئی خاتمیت اور اللہ (جل شانہ) و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی بتائی ہوئی خاتمیت کی شرعی حیثیت اپنے لفظوں میں بیان کی ہے اور دونوں کے ماننے اور نہ ماننے کا شرعی حکم بھی لکھ دیا۔ ان عبارتوں کے بعض نکات یہ ہیں۔

۱) نانوتوی صاحب کی گھڑی ہوئی خاتمیت کا کوئی قطعی ثبوت نہیں ہے۔

[11] محمد قاسم نانوتوی' مولوی:- ''تحذیر الناس'' مذکورہ ص۲۹

[12] محمد قاسم نانوتوی' مولوی:- ''تحذیر الناس'' مذکورہ ص۱۰،۱۱

۲) بایں وجہ اس پر عقیدہ رکھنے کی کسی کو تکلیف نہیں دی جاسکتی۔

۳) موصوف کی گھڑی ہوئی خاتمیت کے منکر کو کافر نہیں کہا جاسکتا۔

۴) نانوتوی صاحب کی گھڑی ہوئی خاتمیت پر یقین نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ایسے استنباط میں خطا کا احتمال باقی رہتا ہے۔

۵) موصوف نے جو خاتمیت گھڑی اس کی ''قرآن مجید'' اور کسی متواتر حدیث میں کوئی تصریح نہیں ہے۔

۶) نانوتوی صاحب نے اس خاتمیت کی عمارت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ایک اثر کی بنیاد پر تعمیر کی ہے جس کو اکابر امت نے شاذ بتایا اور عقیدہ خاتمیت کے خلاف ٹھہرا کر رد کیا ہوا تھا۔

۷ نانوتوی صاحب کے نزدیک بھی مذکورہ اثر درجہ تواتر کو نہیں پہنچا اور امت محمدیہ کا اس پر اجماع منعقد نہیں ہوا بلکہ یہ امت مرحومہ کا رد کیا ہوا اثر ہے۔

۸) نانوتوی صاحب پورا زور لگاتے رہے ہیں کہ خاتمیت مرتبی کو ماننے سے خاتمیت زمانی خود بخود لازم آ جائے گی حالانکہ موصوف کی یہ سینہ زوری اور عوام الناس کو دھوکا دینا ہے کیونکہ خاتمیت مرتبی کے ماننے سے تو خاتمیت زمانی کا انکار لازم آتا ہے۔

۹) اللہ جل شانہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی بتائی ہوئی خاتمیت زمانی کا مضمون درجہ تواتر کو پہنچ گیا ہے۔

۱۰) خاتمیت زمانی پر امت محمدیہ کا اجماع بھی منعقد ہو گیا ہے۔

۱۱) خاتمیت زمانی کا منکر رکعات نماز کے منکر کی طرح کافر ہے۔

جب نانوتوی صاحب بھی خود مانتے تھے کہ خاتمیت زمانی کا منکر کافر ہے تو انہوں نے جان بوجھ کر اس کے خلاف دوسری خاتمیت کیوں گھڑی؟ ... اور کیوں کفر وارتداد کا ارتکاب کیا؟ ... اس سوال کا جواب موصوف نے اس عبارت میں دیا ہوا ہے:-

''باقی رہی یہ بات کہ بڑوں کی تاویل کو نہ مانئے تو ان کی تحقیر نعوذ باللہ لازم آئے گی۔ یہ انہیں لوگوں کے خیال میں آ سکتی ہے جو بڑوں کی بات فقط ازراہ بے ادبی نہیں مانا کرتے۔ ایسے لوگ اگر ایسا سمجھیں تو بجا ہے۔ المرء بقین علی نفسہ۔ اپنا یہ وطرہ نہیں۔ نقصان شان اور چیز ہے ... اور خطاو نسیان اور چیز۔ اگر بوجہ کمی التفاطی بڑوں کا فہم کسی مضمون تک نہ پہنچا تو ان کی شان میں کیا نقصان آ گیا؟ ... اور کسی طفل ناداں نے کوئی ٹھکانے کی بات کہہ دی تو کیا اتنی بات سے وہ عظیم الشان ہو گیا؟

گاہ باشد کہ کودک ناداں
بغلط بر ہدف زند تیرے [13]

اس عبارت میں نانوتوی صاحب نے کوئی بات ڈھکی چھپی نہیں رکھی بلکہ اللہ تعالیٰ جل شانہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی بتائی ہوئی خاتمیت کے مقابلے میں نئی خاتمیت گھڑنے اور پوری امت محمدیہ کی مخالفت کر کے کفر وارتداد کا وبال سر پر لینے کی وجہ بیان کر دی ہے ____ چند نکات ملاحظہ فرمائیے:-

۱) اگر کوئی نانوتوی صاحب سے یہ کہتا کہ: آپ نے اللہ تعالیٰ جل شانہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی بتائی ہوئی‘ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی سمجھی اور سمجھائی ہوئی اجماعی خاتمیت کو رد کر کے اس کے بالمقابل اپنی طرف سے جو خاتمیت گھڑی ہے تو ایسا کرنے کے باعث ان سارے بڑوں کی تحقیر لازم آئے گی'' ... تو موصوف نے جواب دے دیا ہے کہ بڑوں کی تحقیر تب ہوتی ہے جب کوئی ان کی بات کو بے ادبی سے نہ مانے جبکہ

[13] محمد قاسم نانوتوی‘ مولوی:- ''تحذیر الناس'' مذکورہ ص ۳۳

میں نے تو ان کی بتائی ہوئی خاتمیت کو بڑے ادب و احترام سے ٹھکرایا اور رد کیا ہے لہٰذا ان کی تحقیر کب لازم آئی؟ ــــــ

۲) نانوتوی صاحب بتا رہے ہیں کہ میں بڑوں کی بے ادبی نہیں کر رہا ہوں بلکہ خاتمیت کے معنیٰ میں سارے ہی بڑوں سے بھول چوک اور خطاونسیان کا وقوع ہوگیا تھا۔

۳) بڑوں سے خاتمیت کے معنیٰ میں یہ غلطی بایں وجہ واقع ہوئی کہ انہوں نے خاتمیت کے معنی کی طرف پوری توجہ نہیں فرمائی تھی۔

۴) خاتمیت کے معنی کی طرف پوری توجہ نہ کرنے کے باعث بڑوں کا ذہن اس کے حقیقی مفہوم تک نہ پہنچ سکا اور ان میں سے کوئی ایک بھی ٹھکانے کی بات نہ کہہ سکا۔

۵) تیرہ صدیاں گزرنے پر برٹش گورنمنٹ کی نگاہ عنایت سے ٹھکانے کی بات آج ایک طفل ناداں نے اپنی کتاب ''تحذیر الناس'' میں کہہ دی ہے جیسا کہ حسن اتفاق سے کبھی کسی طفل ناداں کا تیر بھی نشانے پر جا لگتا ہے اور اتنی بات سے وہ عظیم الشان نہیں ہو جاتا ---- افسوس!

کیا خبر تھی کہ لے کر چراغ مصطفوی
جہاں میں آگ لگاتی پھرے گی بولہبی

☆......☆......☆......☆

۲۔ مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب (المتوفی ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء) کا ایک مہری دستخطی فتویٰ میرٹھ سے ربیع الآخر ۱۳۰۸ھ میں شائع ہوا جس کے اندر وقوع کذب کے قائل کی موصوف نے حمایت کی تھی۔ اس فتویٰ کی نقل ''رد شہاب ثاقب'' کے صفحہ ۲۸۶ تا ۲۸۸ پر موجود ہے۔ مولانا شاہ محمد اجمل مفتی سنبھل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۱۳۸۴ھ/۱۹۶۴ء) نے اس فتوے کے بارے میں یہ وضاحت بھی فرمائی ہے:۔

''ہم عدم تکفیر والا فتویٰ پیش کر رہے ہیں یہ ۱۳۰۸ھ کا ہے جو ماہ ربیع

الآخر میں میرٹھ میں چھپ کر شائع ہوا تو اس پر ہر طرف سے اعتراضات ہوئے اور اس کے رد میں ایک رسالہ ''صیانۃ الناس'' لکھا گیا جو مطبع حدیقۃ العلوم میرٹھ میں طبع ہوا۔

پھر یہی فتویٰ ۱۳۱۸ھ میں مع رد بلیغ کے مطبع گلزار حسنی بمبئی میں چھپا۔

پھر ۱۳۲۰ھ میں یہی فتویٰ مع قاہر رد کے پٹنہ عظیم آباد مطبع تحفہ حنفیہ میں چھپا۔'' [۱۴]

موصوف نے مولوی حسین احمد ٹانڈوی صاحب کو جواب دیتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے:۔

''اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے یہ بالکل سچ فرمایا۔ گنگوہی جی کا اسی مضمون کا فتویٰ مہری دستخطی اعلیٰ حضرت کے پاس موجود تھا۔ ... اس کے فوٹو آج بکثرت علماء کے پاس موجود ہیں۔ ... یہ فتویٰ گنگوہی جی کے سامنے سے طبع ہو رہا ہے۔ ... ملک میں برابر شور مچا ہوا ہے۔ ... گنگوہی جی نے اپنی حیات میں اس فتوے سے انکار نہیں کیا۔ ... اس فتوے کا فوٹو میرے پاس بھی موجود ہے'' ــــــ [۱۵]

گنگوہی صاحب کے مذکورہ مہری دستخطی فتوے کے چند جملے یہاں قارئین کی خدمت میں پیش کیے جاتے ہیں، تاکہ قارئین کو یہ معلوم ہو جائے کہ کیا باتیں گنگوہی صاحب کی طرف منسوب ہو رہی تھیں، اس کے باوجود وہ ۱۳۰۸ھ سے ۱۳۲۳ھ تک ... پندرہ سالوں میں ... بولے کیوں نہیں؟ ... کیوں اقرار یا انکار نہیں کیا؟ ..... منہ پر سکوت کی مہر کیوں لگائے رکھی؟ .... خیر جملے ملاحظہ ہوں:۔

[۱۴] شاہ محمد اجمل، مفتی: ''رد شہاب ثاقب'' مطبوعہ کراچی، ص ۲۹۳
[۱۵] ایضاً: ص ۲۸۵

الجواب:-

''اگرچہ شخص ثالث نے تاویل آیات میں خطا کی ہے مگر تاہم اس کو کافر کہنا یا بدعتی ضال کہنا نہیں چاہیے کیونکہ خلف وعید کو جماعت کثیرہ علماء سلف کی قبول کرتی ہے علاوہ اس کے مجوزین خلف وعید خلف وقوع کے بھی قائل ہیں کیونکہ کذب بولتے ہیں قول خلاف واقع کو سو وہ گاہ وعید ہوتا ہے' گاہ وعدہ' گاہ خبر اور سب کذب کے انواع ہیں اور وجود نوع کا وجود جنس کو مستلزم ہے لہٰذا وقوع کذب کے معنی درست ہو گئے اگرچہ بضمن کسی فرد کے ہو۔ پس بناء علیہ اس ثالث کو کوئی سخت کلمہ نہ کہنا چاہیے کہ اس میں تکفیر علماء سلف کی لازم آتی ہے لہٰذا اس ثالث کو تضلیل وتفسیق سے مامون کرنا چاہیے۔'' ۱۶

گنگوہی صاحب کے مذکورہ فتویٰ کے بارے میں چودہویں صدی کے مجدد برحق' ماضی قریب میں سرمایہ ملت کے عدیم المثال نگہبان' امام احمد رضا خان محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) نے یوں وضاحت فرمائی ہے:-

''وہ فتویٰ جس میں اللہ تعالیٰ جل شانہ کو صاف صاف کاذب جھوٹا مانا ہے ... اور جس کی اصل مہری دستخطی اس وقت تک محفوظ ہے ... اور اس کے فوٹو بھی لیے گئے ... جن میں سے ایک فوٹو علمائے حرمین شریفین کو دکھانے کے لیے مع دیگر کتب وشنامیاں گیا تھا۔ سرکار مدینہ طیبہ میں بھی موجود ہے۔

☆... یہ تکذیب خدا کا ناپاک فتویٰ اٹھارہ برس ہوئے ربیع الآخر ۱۳۰۸ھ میں رسالہ'' صیانۃ الناس'' کے ساتھ مطبع حدیقۃ العلوم میرٹھ میں

۱۶ شاہ محمد اجمل' مفتی:- ''ردشہاب ثاقب'' مطبوعہ کراچی' ص ۲۸۶' ۲۸۷

مع رد کے شائع ہو چکا۔

☆... پھر ۱۳۱۸ھ میں مطبع تحفہ حنفیہ میں اس کا اور مفصل رد چھپا

☆... پھر ۱۳۲۰ھ میں پٹنہ عظیم آباد مطبع گلزار حسنی بمبی مطبع تحفہ حنفیہ اس کا اور قاہر رد چھپا اور فتویٰ دینے والا جمادی الآخرہ ۱۳۲۳ھ میں مرا ... اور مرتے دم تک ساکت رہا۔ نہ یہ کہا کہ'' وہ فتویٰ میرا نہیں'' حالانکہ خود چھاپی ہوئی کتابوں سے فتویٰ کا انکار کر دینا سہل تھا... نہ یہی بتایا کہ مطلب وہ نہیں جو علمائے اہل سنت بتا رہے ہیں' بلکہ میرا مطب یہ ہے۔ نہ کفر صریح کی نسبت کوئی سہل بات تھی جس پر التفات نہ کیا۔

زید سے اس کا ایک مہری فتویٰ اس کی زندگی وتندرستی میں علانیہ نقل کیا جائے اور وہ قطعاً یقیناً صریح کفر ہو اور سالہا سال اس کی اشاعت ہوتی رہے۔ لوگ اس کا رد چھاپا کریں۔ زید کو اس کی بنا پر کافر بتایا کریں۔ زید اس کے بعد پندرہ برس جئے اور یہ سب کچھ دیکھے' سنے اور اس فتویٰ کی اپنی طرف نسبت سے انکار اصلاً شائع نہ کرے بلکہ دَم سادھے رہے۔ یہاں تک کہ دَم نکل جائے۔...... کیا کوئی عاقل گمان کر سکتا ہے کہ اس نسبت سے انکار تھا یا اس کا مطلب کچھ اور تھا... اور ان میں کے جو زندہ ہیں آج کے دم تک ساکت ہیں۔'' ۱۷

گنگوہی صاحب کا مذکورہ فتویٰ ۱۳۰۸ھ میں چھپا اور ۱۳۲۳ھ میں گنگوہی صاحب راہی ملک عدم ہوئے۔ جہاں آخری دم تک متواتر گنگوہی صاحب خاموش رہے اور اس فتوے کے متعلق ایک لفظ تک نہ کہا وہاں جملہ معتقدین ومتوسلین بھی خاموش اور خود فراموش رہے۔

۱۷ احمد رضا خاں' امام ومجدد: ''حسام الحرمین'' مطبوعہ لاہور ص ۳۸۔۳۹

پندرہ سال بعد جب گنگوہی صاحب شہر خموشاں کے مکین ہو گئے تو موصوف کے معتقدین، دیوبندی مناظرین کی زبانیں کھل گئیں اور شور مچانا شروع کر دیا کہ

"وہ فتویٰ ہمارے عالی جناب گنگوہی صاحب کا نہیں ہے ..... وہ جھوٹی نسبت ہے ..... وہ ہمارے ملجاو ماویٰ اور قبلہ وکعبہ پر بہتان ہے۔......"

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ

☆......☆......☆......☆

۳۔ مولوی خلیل احمد انبٹھوی صاحب (المتوفی ۱۳۴۵ھ/ ۱۹۲۶ھ) نے مولانا عبدالسمیع رامپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۱۳۱۸ھ/ ۱۹۰۱ء) کی کتاب "انوار ساطعہ" طبع اول کا جواب "براہین قاطعہ" کے نام سے لکھا۔ انبٹھوی صاحب نے علم وسعت زمین پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے:-

"شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے"۔ [۱۸]

انبٹھوی صاحب کی یہ عبارت تو بظاہر بڑی مختصر سی ہے لیکن اس میں وہ بڑی ہولناک لرزہ خیز اور ایمان سوز باتیں کہہ گئے، جن پر عجب نہیں کہ آسمان پھٹ کر گر پڑتا۔ یہ علمائے دیوبند ہی کا دل گردہ ہے کہ خوف خدا اور خطرۂ روز جزا سے اس قدر عاری ہو کر خدائے ذوالجلال جل شانہ کے سب سے باکمال محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی یوں کھل کر توہین و تنقیص کرتے ہیں اور اس پر ذرا نہیں شرماتے ...... آتش جہنم کو قطعاً خطرے میں نہیں لاتے۔...... اللہ تعالیٰ جل شانہ انہیں ہدایت دے آمین۔

اس عبارت کے چند نکات ملاحظہ ہوں۔

۱) شیطان اور ملک الموت کو ساری زمین کا علم حاصل ہے۔

[۱۸] خلیل احمد انبٹھوی، مولوی: "براہین قاطعہ" مطبوعہ نیشنل پرنٹنگ پریس دیوبند، ص ۵۵

۲) شیطان وملک الموت کو ساری زمین کا علم ہونے کے قرآن وحدیث میں واضح دلائل موجود ہیں۔

۳) انبٹھوی صاحب کے نزدیک ایسی ایک بھی قطعی دلیل قرآن و حدیث میں نہیں ہے جس یہ ثابت ہو کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو بھی یہ علم حاصل ہے۔

۴) انبٹھوی صاحب کے نزدیک اس علم کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے لیے ثابت کرنا شرک ہے۔

۵) جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے لیے اس علم کا ثابت کرنا انبٹھوی صاحب کے مطابق شرک ہوا اور شیطان و ملک الموت کے لئے شرک نہ ہوا تو ثابت ہوا کہ انبٹھوی صاحب کے نزدیک خدا نے شیطان و ملک الموت کو اپنی خدائی میں نعوذ باللہ شامل کر رکھا ہے۔

۶) جب اس علم کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے لیے ثابت کرنا شرک ہے تو مخلوق کے جس فرد کے لیے بھی ثابت کیا جائے، شرک ہی رہے گا۔ لہٰذا شیطان و ملک الموت کے لئے نصوص سے ثابت کر کے انبٹھوی صاحب کے مطابق قرآن و حدیث نے شرک کی تعلیم دی۔

۷) جب اسے شیطان و ملک الموت کے لیے نصوص سے ثابت مان لیا تو مخلوق میں سے کسی فرد کے لئے بھی اس کا ثابت کرنا شرک نہ رہا کیونکہ معلوم ہو گیا کہ یہ علم خدا تعالیٰ جل شانہ کی صفت خاصہ نہیں ہے۔

۸) دریں حالات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے لئے اس کا ثبوت ماننے کو شرک ٹھہرا کر انبٹھوی صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی توہین و تنقیص کی ہے۔

۹) حضور علیہِ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلَام کے لئے یہ علم ثابت کرنے والی تمام آیتوں اور حدیثوں

سے آنکھیں بند کر کے انبٹھوی صاحب کا لکھ دینا کہ فخر عالم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے؟...... یعنی ایک نص کا اقرار بھی نہ کرنا۔ ایسا کر کے موصوف نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے دلی عداوت رکھنے اور اپنے ایمان کی آنکھیں پھوٹ جانے کا ثبوت دیا ہے۔

۱۰) معلوم نہیں ایسا عقیدہ رکھنے کے باوجود علمائے دیوبند' نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو'' عالم علم الاولین والآخرین'' کس مصلحت کے تحت لکھ دیا کرتے ہیں۔

انبٹھوی صاحب نے اس عبارت سے چندسطر پہلے دین و دیانت کا دامن جھٹک کر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے لئے اسی علم کے انکار پر ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے اور ایک بھی ثبوت نہ ملنے پر تلبیس سے کام لیتے ہوئے یہ مغالطے بھی دیئے ہیں۔:

''ملک الموت اور شیطان کو جو یہ وسعت علم دی اس کا حال مشاہدہ اور نصوص قطعیہ سے معلوم ہوا۔ اب اس پر کسی افضل کو قیاس کر کے اس میں بھی مثل یا زائد اس مفضول سے ثابت کرنا کسی عاقل ذی علم کا کام نہیں۔

اول تو عقائد کے مسائل قیاسی نہیں کہ قیاس سے ثابت ہو جاویں بلکہ قطعی ہیں۔ قطعیات نصوص سے ثابت ہوتے ہیں کہ خبر واحد بھی یہاں مفید نہیں۔ لہذا اس کا اثبات اس وقت قابل التفات ہو کہ مؤلف قطعیات سے اس کو ثابت کرے اور خلاف تمام امت کے ایک قیاس فاسد سے عقیدہ خلق کا اگر فاسد کیا چاہے تو کب قابل التفات ہوگا۔

دوسرے قرآن و حدیث سے اس کے خلاف ثابت ہے' پس اس کا خلاف کس طرح قبول ہو سکتا ہے بلکہ یہ سب قول مؤلف کا مردود ہوگا۔ خود فخر عالم علیہ السلام فرماتے ہیں'' واللہ لا ادری مایفعل بی

ولابکم'' الحدیث اور شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔'' ۱۹

موصوف نے اس عقیدے کے خلاف قرآن و حدیث ہونے کا دعویٰ کیا اور اپنے' قرآن و حدیث سے ایسے دو ثبوت پیش کیے جن پر شیطان بھی عش عش کر اٹھا ہوگا۔

انبٹھوی صاحب نے چند سطر بعد کفریہ عبارت سے متصل یہ بھی لکھا ہے۔:

''الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے۔'' ۲۰

ملک الموت (عَلیٰ نبیّنا وَعَلَیهِ والصَّلوٰۃُ وَالسَّلاَمُ) کے علم پر مزید بحث کرتے ہوئے موصوف نے یہ بھی لکھا ہے:-

''پس اعلیٰ علیین میں روح مبارک علیہ السلام کی تشریف رکھنا اور ملک الموت سے افضل ہونے کی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپ کا ان امور میں ملک الموت کے برابر ہو چہ جائیکہ زیادہ۔'' ۲۱

---

۱۹ خلیل احمد انبٹھوی' مولوی' ''براہین قاطعہ'' مطبوعہ دیوبند' ص ۵۵

نوٹ: انبٹھوی صاحب نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حوالے سے سراسر غلط بیانی کی ہے کیونکہ شیخ محقق' الشاہ عبدالحق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ''مدارج النبوت شریف'' جلداول میں فرماتے ہیں کہ:

''یہاں یہ اشکال پیش کیا جاتا یہ کہ بعض روایات میں آیا کہ بنی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یوں فرمایا'' میں تو ایک بندہ ہوں' اس دیوار کے پیچھے کا حال مجھے معلوم نہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قول محض بے اصل ہے۔ اس کی روایت صحیح نہ ہوئی۔ اسی طرح امام ابن حجر نے فرمایا۔ اس کی کچھ اصل نہیں' امام ابن حجر مکی نے ''افضل القریٰ'' میں فرمایا: ''اس کی سند نہ پہچانی گئی''۔امام اہل سنت' محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ''حسام الحرمین'' میں اس فریب کی نشاندہی فرمائی۔(رفیق)

۲۰ خلیل احمد انبٹھوی' مولوی'' براہین قاطعہ'' مطبوعہ دیوبند' ص ۵۵

۲۱ خلیل احمد انبٹھوی' مولوی' ''براہین قاطعہ'' مطبوعہ دیوبند' ص ۵۶

موصوف نے اولیاء اللہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے لیے اسی علم کو تسلیم کرتے ہوئے یہ قلبی غیظ کا اظہار کیا ہے:-

''ان اولیاء کو حق تعالیٰ نے کشف کر دیا کہ ان کو یہ حضورِ علم حاصل ہو گیا۔
اگر اپنے فخر عالم علیہ السلام کو بھی لاکھ گونہ اس سے زیادہ عطا فرمادے،
ممکن ہے مگر ثبوت فعلی اس کا کہ عطا کیا ہے، کس نص سے ہے کہ اس
پر عقیدہ کیا جاوے۔'' ۲۲

دیوبندیو! قیامت ضرور آئے گی۔ حساب کتاب ضرور ہو گا۔ لہٰذا محشر کی تپتی ہوئی زمین پر یہ جواب دینے کے لئے تیار رہنا کہ جو علم اپنے مورث اعلیٰ شیطان ملعون کے لیے مان لیا...... ملک الموت (علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) کے لیے تسلیم کر لیا...... ہزاروں لاکھوں اولیاء اللہ (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) یعنی بارگاہ مصطفوی کے غلاموں کے لیے تسلیم کر لیا وہ آپ لوگوں کے نزدیک اگر خدا تعالیٰ جل شانہ نے کسی کو عطا نہیں کیا تو وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ہیں۔ اہل ایمان اگر محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے لیے یہی علم ثابت کریں جو ان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلاموں کو بھی حاصل ہے تو آپ کے نزدیک یہ شرک ہے اور شرک بھی ایسا جس میں ایمان کا کوئی حصہ نہیں۔ وائے غربت اسلام! محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے غلام اس ستم ظریفی کی فریاد کس سے کریں جبکہ:

راہزن خضرِ راہ کی قبا چھین کر
رہنما بن گئے دیکھتے دیکھتے

☆......☆......☆......☆

۲۲ خلیل احمد انبٹھوی، مولوی؛ ''براہین قاطعہ'' مطبوعہ دیوبند، ص ۵۶

۴۔ مولوی اشرفعلی تھانوی صاحب (المتوفی ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء) نے ''حفظ الایمان'' کے نام سے ایک چھوٹا سا رسالہ لکھا جو ۱۳۱۹ھ/ ۱۹۰۱ء میں منظر عام پر آیا، جس سال کو غلام احمد قادیانی نے اپنے نبی اور رسول ہونے کا کھل کر دعویٰ کیا تھا۔ تھانوی صاحب سے کسی نے بعید سوال کیے تھے جن میں سے ایک سوال لفظ عالم الغیب سے متعلقہ بھی تھا۔ مستفتی نے سوال کے آخر میں لکھا تھا:-

''زید کا یہ استدلال اور عقیدہ وعمل کیسا ہے۔'' ۲۳

تھانوی صاحب نے لفظ عالم الغیب سے متعلق زید کے استدلال پر بحث کی اور عقیدہ وعمل کی وضاحت کرتے ہوئے ایسے گستاخانہ اور کفریہ الفاظ بارگاہ رسالت میں جاری کیے کہ دین ودیانت اور شرافت و غیرت سب اپنا سر پیٹ کر رہ گئے۔ موصوف نے لکھا ہے:-

''پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا......
اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔
اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمر و بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے۔ تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے پھر اگر زید اس کا التزام کر لے کہ ہاں سب کو عالم الغیب کہوں گا تو پھر علم غیب کو منجملہ کمالات نبویہ شمار کیوں کیا جاتا ہے۔ جس امر میں مومن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالات نبوت سے کب ہو سکتا ہے۔

۲۳ اشرف علی تھانوی، مولوی؛ ''حفظ الایمان'' مطبوعہ نامی پریس لاہور، ص ۴

اور التزام نہ کیا جاوے تو نبی وغیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضروری ہے

اور اگر تمام علوم غیبیہ مراد ہیں، اس طرح کہ اس کی ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل عقلی ونقلی سے ثابت ہے۔" [۲۴]

تھانوی صاحب کی اس عبارت سے جو باتیں قاری کے پردۂ ذہن پر آتی ہیں انھیں آسان اور سیدھے سادے لفظوں میں یوں بیان کیا جاسکتا ہے۔

۱) زید جس علم غیب کے حصول کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی ذات مقدسہ پر لفظ عالم الغیب کا اطلاق کرتا ہے اس سے زید کی مراد بعض غیب ہے یا کل غیب؟

۲) یہاں تھانوی صاحب نے علم غیب کی صرف دو قسمیں کی ہیں یعنی بعض غیب اور کل غیب آگے موصوف نے دونوں کے بارے میں اپنے فیصلے بیان کئے ہیں۔

۳) اگر زید اس وجہ سے لفظ عالم الغیب کا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی ذات مقدسہ پر اطلاق کرتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو تمام علوم غیبیہ حاصل تھے، یہاں تک کہ ان کی ایک فرد بھی خارج نہیں رہی تھی تو موصوف نے لکھا کہ " اس کا بطلان دلیل عقلی ونقلی سے ثابت ہے۔"

۴) اب رہ گئی صرف دوسری قسم یعنی بعض علم غیب، تو زید اگر بعض علوم غیبیہ کی بنا پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی ذات مقدسہ پر اس لفظ کا اطلاق کرتا ہے تو اس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔

۵) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو اگر بعض علوم غیبیہ معلوم ہیں تو ایسے بعض علوم غیبیہ بقول تھانوی صاحب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون (یعنی ہر بچے اور پاگل) بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کو بھی حاصل ہیں۔

۶) اگر بعض علوم غیبیہ کے حصول کی بنا پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو عالم الغیب کہا جائے تو چاہیئے کہ مذکورہ تمام چیزوں کو عالم الغیب کہا جائے۔

۷) اگر زید اس بات کا التزام کرلے کہ اچھا میں ان سب کو بھی عالم الغیب کہا کروں گا

۲۴ اشرف علی تھانوی، مولوی: "حفظ الایمان" مذکورہ، ص ۱۶

تو یہ بتایا جائے کہ علم غیب کو کمالات نبویہ میں کیوں شمار کیا جاتا ہے؟

۸) یہ ہے تھانوی صاحب کا منصب نبوت کی تحقیر وتذلیل کرنا کہ زید وعمرو وغیرہ کا ایک آدھ بات کو جان لینا اور انبیائے کرام (علیہم الصلوۃ والسلام) کا بطور معجزات کے علوم غیبیہ سے مشرف کیا جانا موصوف کو ایک جیسا نظر آیا اور پوچھنے بیٹھ گئے کہ اسے کمالات نبویہ میں کیوں شمار کیا جاتا ہے۔ کاش موصوف کے دل کی آنکھیں بند نہ ہو گئی ہوتیں اور انہیں "قرآن مجید" میں وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (۳:۱۷۹)

......اور......

عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (۷۲:۲۶:۲۷)

کے قرآنی الفاظ نظر آجاتے تو یہ پوچھنے نہ بیٹھتے کہ :

" علم غیب کو کمالات نبویہ میں کیوں شمار کیا جاتا ہے۔"

۹) تھانوی صاحب کے نزدیک علم غیب سے تو کسی عام آدمی کو بھی خصوصیت حاصل نہیں ہوتی لہٰذا علوم غیبیہ کو نبی کے کمالات میں شمار نہیں کیا جاسکتا۔

۱۰) اگر زید مذکورہ تمام چیزوں کو عالم الغیب کہنے کا التزام نہ کرے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو کہے تو وہ اس فرق کی وجہ بتائے جبکہ علم غیب کے باعث تھانوی صاحب کے نزدیک نبی اور غیر نبی کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔

یہ ہے تھانوی صاحب کی وہ عبارت جو ۱۳۱۹ھ میں "حفظ الایمان" رسالہ کے اندر منظرِ عام پر آئی۔ اس کفریہ عبارت کے بعد تھانوی صاحب تینتالیس سال دنیا میں بقید حیات رہے اور ۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۳ء میں ملک عدم کی جانب سدھارے لیکن اتنی مدت میں نہ کفروارتداد سے توبہ کی اور نہ اپنی اس عبارت کو گھر میں بیٹھ کر یا میدان مناظرہ میں آکر اسلامی ثابت کرسکے۔...... دیوبندی حضرات نے تو انہیں اپنا بقیۃ السلف اور عمدۃ الخلف ٹھہراتے ہوئے حکیم الامت اور مجدد دین وملت بنا لیا تھا بلکہ جامع المجدد دین تک قرار دے لیا کہ ان میں سابقہ تمام مجددین کی خوبیاں جمع ہیں لیکن یہ سراسر خلاف

واقعہ اور محض زبانی خرچ ہے کیونکہ بیچارے تھانوی صاحب تو حق وصداقت کے ایسے دشمن اور کفر وارتداد کے عاشق تھے کہ تینتالیس سالوں میں نہ اپنے سر سے کفر کا وبال اتارا اور نہ اپنے تینوں اکابر کے کفریات کے بارے میں زبان وقلم کو حرکت دینے کی ضرورت محسوس کی کیونکہ ان کفریہ عبارتوں میں کسی اسلامی معنیٰ کی رمق بھی نہیں ہے۔

احقر نے ان چاروں حضرات کی وہ کفریہ عبارتیں سیاق وسباق سمیت پیش کر دیں اور ان سے متعلقہ بعض دیگر عبارتیں پیش کر کے مصنفین کے مفہوم کی مزید وضاحت کر دی۔ محبت و نفرت سے بالاتر ہو کر ان عبارتوں کا جو مطلب ایک عام قاری کے ذہن میں آ سکتا ہے وہ آسان لفظوں میں نمبروار پیش کر دیا ہے۔(۱) فریقین کے علماء نے ان کی تائید وتردید میں جو بحثیں کیں اور دلائل پیش کئے' ان سطور میں طوالت سے بچنے کی خاطر انہیں نظر انداز کر دیا ہے کیونکہ طرفین نے آج تک جو ان عبارتوں کی تائید وتردید میں کہا ہے اس کو ہم نے اپنی کتاب ''کھلا خط'' میں سمیٹ رکھا ہے جو منظر عام پر آنے والی ہے انشاء اللہ تعالیٰ جل شانہ۔ احقر نے یہ محنت محض اس لیے کی ہے کہ جو حضرات مغالطے میں ہوں شاید ان میں سے کسی کو ہدایت ہو جائے۔ اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ط وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ ط عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ ٥ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ٥ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ

گدائے در اولیاء

عبدالحکیم خان اختر

مجددی مظہر شاہجہان پوری

لاہور

۶۔ ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ ہجری قدسی

مطابق ۹ دسمبر ۱۹۸۶ء

(۱) دیوبندی وہابی حضرات کی مذکورہ متنازعہ عبارات نیز بعض دیگر گستاخانہ عبارات کی عکسی نقول کو ''دعوت فکر'' (مرتبہ محمد منشاء تابش صاحب قصوری) مطبوعہ لاہور' میں ملاحظہ فرماسکتے ہیں۔ اسی تصنیف کو عربی میں بعنوان ''الدعوۃ الی الفکر'' (تعریب: مولانا محمد عبدالحکیم مشرف قادری صاحب) رضا اکیڈمی لاہور نے ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۷ء میں شائع فرمایا (رفیق)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

منظور ہے گزارشِ احوالِ واقعی

اپنا بیانِ حسنِ طبیعت نہیں مجھے

انگریزوں نے سونے کی چڑیا دیکھ کر اپنے بھوکے ملک سے افلاس دور کرنے کی خاطر متحدہ ہندوستان (۱) کے خوشحال ترین صوبہ بنگال میں ایسٹ انڈیا کمپنی قائم کی۔ جب تجارت کے پردے میں یہاں خوب پاؤں جم گئے تو ملک پر للچائی ہوئی نگاہیں ڈالنے لگے۔ حصولِ مقصد کی خاطر جوڑ توڑ کا جال بچھانا شروع کیا اور اپنی عیاری سے بنگال پر قابض ہو گئے۔ دیسی غداروں اور زرخرید کارندوں کے باعث کچھ بعد دیگرے مختلف ریاستوں پر قبضہ جماتے ہوئے ایک روز سرزمینِ پاک وہند کے واحد مالک بن بیٹھے۔

چونکہ متحدہ ہندوستان کی مرکزی حکومت یعنی دہلی کا تخت وتاج آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر سے چھینا تھا اور مسلمان ہی فعال نظر آتے تھے لہٰذا ملک کے فرمانروا بنتے ہی ملّت اسلامیہ کو صلیب وتثلیث کا شیدائی بنانے کی سرتوڑ کوشش کی اور انگلینڈ سے اس مقصد کی خاطر پادری صاحبان بلانے شروع کر دیئے' جو آتے ہی اسلامی عقائد ونظریات اور بانی اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم پر لغو اعتراضات کی بوچھاڑ کر دیتے.... نیز علمائے اسلام کو جگہ جگہ دعوت مناظرہ دیتے پھرتے .... برساتی حشرات الارض کی طرح پادریوں کا جال پورے ملک میں بچھا دیا گیا تھا۔

۱۸۵۴ء میں لندن سے اپنے مایہ ناز پادری فاؤنڈر کو بھیجا گیا جو عربی اور فارسی میں بھی کافی مہارت رکھتا تھا۔ اس نے آتے ہی مختلف شہروں میں تقریریں کرتے ہوئے بلند بانگ دعاوی کیے اور اسلام کی حقانیت کو چیلنج کرتے ہوئے مقابلے کے لئے علمائے اسلام کو للکارا

(۱) متحدہ ہندوستان سے ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء سے پہلے کا انڈیا مراد ہے جبکہ پاکستان' بنگلہ دیش اور بھارت کے علاوہ بعض دوسرے ممالک کے بھی کچھ علاقے اس میں شامل تھے اور یہاں ۱۸۵۷ء کا متحدہ ہند مراد ہے (رفیق)

چنانچہ مدرسہ صولتیہ واقع مکۂ مکرمہ کے بانی، فخر ہندوستان، پایۂ حرمین، مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمتہ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۰۸ھ/۱۸۹۰ء)[1] نے مرحوم ڈاکٹر وزیر خاں کی معیت میں پادری فنڈر سے مناظرہ کیا اور آگرہ کی سرزمین میں اس کا سارا علمی غرور ایسا خاک میں ملایا کہ رُو سیاہی کو چھپانے کی خاطر پادری صاحب کو متحدہ ہندوستان سے بھاگتے ہی بنی اور اس درجہ بدحواس ہو کر بھاگا کہ لندن پہنچ کر ہی دم لیا.... اسی طرح مختلف پادریوں نے جگہ جگہ منہ کی کھائی.... علمائے اسلام ان کا ہر علمی محاذ پر ناطقہ بند کرتے اور یہ اعلان سناتے رہے تھے۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

تقریر و تحریر اور مناظرہ و مباحثہ کے میدانوں میں جب پادری صاحبانوں کو منہ کی کھانی پڑ رہی تھی تو ایسٹ انڈیا کمپنی کو اپنا منصوبہ زندہ درگور ہوتا ہوا نظر آیا۔ ان حالات میں پرانے شکاری، ایک نیا جال لے کر نمودار ہوئے۔ چنانچہ ۱۸۵۵ء میں پادری ایڈمنڈ نے کلکتہ سے ہر تعلیم یافتہ ہندوستانی اور خصوصاً سرکاری ملازمین کے پاس ایک گشتی مراسلہ بھیجا جس کا مفہوم یہ تھا۔

"اب ہندوستان میں ایک عملداری ہو گئی ___ تار برقی سے ہر جگہ کی خبر ایک ہو گئی ___ ریلوے اور سڑک سے ہر جگہ کی آمدورفت ایک ہو گئی ___ مذہب بھی ایک چاہیے اس لیے مناسب ہے کہ تم لوگ بھی عیسائی، ایک مذہب ہو جاؤ"[2]

---

[1] مولانا رحمت اللہ کیرانوی اس ملک کے مایہ ناز عالم ہوئے ہیں۔ ۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۷ء کو قصبہ کیرانہ ضلع مظفر نگر (یو۔پی) میں پیدا ہوئے ___ ۱۲۷۰ھ/ ۱۸۵۴ء میں آگرے کے مقام پر پادری فنڈر کو شکست فاش دی۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں بھرپور حصہ لیا۔ جس کے باعث جائیداد ضبط ہوئی تو مکہ مکرمہ کو ہجرت کر گئے۔ حجاز کی اسلامی حکومت نے پایہ حرمین کا لقب دیا۔ "تقدیس الوکیل" پر "تقریظ" لکھتے ہوئے اپنے شاگرد مولوی رشید احمد گنگوہی (المتوفی ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء) کی غیر اسلامی روش کو خوب بیان کیا۔ ۱۳۰۸ھ/ ۱۸۹۰ء میں مکہ مکرمہ کے اندر وفات پائی

[2] "۱۸۵۷ء" مصنفہ غلام رسول مہر ص ۲۱

انگریزوں کی ایسی عیاریوں کے خلاف لاوا پکتا رہا اور دل و دماغ کھولتے رہے، جس کا نتیجہ ۱۸۵۷ء میں ظالم و مظلوم اور حاکم و محکوم کے درمیان فیصلہ کن تصادم کی صورت میں منظر عام پر آیا۔ اس معرکہ آرائی میں انگریزوں کے قدم بری طرح اکھڑ گئے تھے۔ یہاں تک کہ ان کے فرار ہونے کے تمام راستے بھی مسدود تھے۔ تمام انگریزوں کو اپنی موت یقینی نظر آ رہی تھی لیکن وہ جوڑ توڑ کے عدیم المثال ماہر، اپنے زر خرید کارندوں اور ایجنٹوں کے سہارے ۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۷ء تک اس وطن پر مزید نوے ۹۰ سال کے لیے قابض ہو گئے۔

اس تصادم کے باعث انگریز بہت حساس ہو گئے اور انہوں نے اپنی پالیسی کو بڑی حد تک پراسرار بنالیا۔ اس منصوبے کے تحت انہیں ایسے صاحبان جبہ و دستار کی جستجو ہوئی جن سے تخریب دین اور افتراق بین المسلمین کا کام لیا جائے تو قدرت نے بھی ان کے منصوبے کو خاک میں ملانے کا اہتمام کر دیا کہ ایسے لصوص دین کی سرکوبی اور ملک و ملت کے ان بدخواہوں کے حقیقی خدوخال ظاہر کرنے والے امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ، کو اس مسلح تصادم سے قریباً ایک سال پہلے بریلی شریف میں پیدا کر دیا اور چودہویں صدی میں تجدید دین و ملت کا فریضہ انجام دینے کا تاج آپ کے سر پر سجا دیا۔ ملت اسلامیہ کے اس بطل جلیل، حقانیت کے علمبردار اور اسلاف کی مقدس امانت یعنی مذہب اہلسنت و جماعت کے بیباک ترجمان کے تجدیدی کارنامے کو ہم نے "معارفِ رضا" کے تاریخی نام سے چار ضخیم جلدوں میں بیان کیا ہے ___ جلد اول میں ان صاحبان جبہ و دستار کے چہروں سے پوری طرح نقاب ہٹائی ہے جو حکومت وقت یا بت پرست اکثریت کے نفس ناطقہ بن کر رہبری کے بھیس میں رہزنی کر رہے تھے۔ افسوس!

راہزن، خضر رہ کی قبا چھین کر

راہنما بن گئے، دیکھتے دیکھتے

۱۸۵۷ء کے بعد انگریز اگرچہ پورے ملک پر قابض ہو گئے لیکن اس معرکہ آرائی نے چونکہ ان کی طاقت کا بھرم کھول دیا تھا لہٰذا اب وہ حساس ہو گئے اور اپنی اسلام دشمنی کو پراسرار بنالیا ___ جو زہر پہلے جبراً کھلاتے تھے، اب وہ ایسی گولیوں کی صورت میں مسلمانوں کے حلق سے اتارنے لگے جو دیکھنے میں خوشنما اور کام و دہن کو شیریں معلوم ہوتی تھیں۔ اپنے اس ظالمانہ منصوبے کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کی خاطر اور منزل مقصود پر پہنچنے کے لیے انگریزوں نے اپنے لیے دو راستے تجویز کیے۔

پہلا راستہ

یہ کہ مسلمانوں کے زیر تعلیم نونہالوں کو جو بڑے ہو کر قوم کا فعال عنصر اور حکومت کی مشینری کے پرزے بنتے ہیں انہیں ایسے رنگ میں رنگ دیا جائے، اگرچہ انہیں عیسائی تو نہ کہا جا سکے لیکن ان کی اکثریت ایسی تربیت پا کر نکلے کہ اس پر مسلمان کی تعریف بھی صادق نہ آئے۔ وہ مسلمان ہی کہلاتے رہیں لیکن اسلامی تعلیم و تہذیب سے نا آشنا ہو جائیں۔ اس طرح مسلمانوں کی آنے والی نسلیں کسی اور ہی رنگ و روپ میں منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوں گی جس کے باعث ان کا زاویۂ نظر ہی بدل جائے گا۔

دوسری جانب مذہبی رہنماؤں یعنی حضرات علماء کرام کو قوم کا ایسا عضو معطل بنا دیا جائے کہ بظاہر وہ کسی مصرف کے نظر نہ آئیں قوم ان سے وابستہ نہ رہے ان کی عقیدت کھو بیٹھے تاکہ اسلام کی برکتوں سے بڑی حد تک محروم ہو جائے ___ اس مقصد کو حاصل کرنے کی غرض سے برٹش گورنمنٹ نے سب سے پہلے یہ قدم اٹھایا۔

''ابتدا میں مدرسوں اور کالجوں کے اندر تعلیم کا طریقہ دوسرا تھا۔ وہ تمام السنہ (زبانیں) وعلوم پڑھائے جاتے تھے جن کا پہلے رواج تھا مثلاً عربی، فارسی، سنسکرت، فقہ، حدیث، ہندو دھرم کی کتابیں وغیرہ ان کے ساتھ انگریزی بھی پڑھائی جاتی تھی ___ بعد ازاں عربی اور فارسی کی تعلیم بہت

کم ہو گئی فقہ و حدیث اور دوسری مذہبی کتابیں بند کر دی گئیں ... اردو اور انگریزی کا زور ہوا ___ مذہبی علوم کی تعلیم ختم ہونے پر تشویش تھی ہی، اچانک حکومت نے اشتہار دے دیا کہ
جو شخص سرکاری سکولوں اور کالجوں کا تعلیم یافتہ ہو گا یا فلاں فلاں علوم اور انگریزی میں امتحان دے کر سند حاصل کرے گا، اسے دوسروں کے مقابلے میں ترجیح دی جائے گی''۔ [۳]

انگریز تو مسلمانوں کو اس رنگ میں دیکھنا ہی نہیں چاہتا تھا کہ وہ اسلامی تعلیمات سے آشنا ہو کر اسلام سے وابستہ رہیں اور اسی وجہ سے حدیث و فقہ وغیرہ کی تدریس ختم کر دی تھی ... عربی و فارسی برائے نام رکھی اور سارا زور انگریزی تعلیم پر دیا تاکہ سکولوں اور کالجوں میں تربیت پانے والے نونہالان وطن کو مسلمان بنانے کے بجائے بابو اور کلرک بنایا جائے تاکہ وہ اسلام کے کام نہ آئیں اور ہمیشہ انگریزوں کے گن گائیں۔ [۴]

لیکن اس ستم ظریفی کی داد دینے والے کہاں سے آئیں کہ دنیا کی سب سے بڑی نظریاتی مملکت میں جس کے متعلق کبھی کہا جاتا تھا:

پاکستان کا مطلب کیا؟ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ

جس کے متعلق یہ باور کرایا جاتا تھا کہ پاکستان میں انسانوں کی نہیں بلکہ قرآن و سنت کی حکمرانی ہو گی.... آج اسے معرض وجود میں آئے چالیسواں سال گزر رہا ہے لیکن معمولی سی ترمیم کے ساتھ سکولوں اور کالجوں میں انگریزوں جیسا نصاب تعلیم ہی جاری ہے۔ اگر اسلامیات کی تعلیم کا کچھ عنصر نظر آنے لگا ہے تو اسے سیاست کے مشاعرے میں ردیف اور قافیہ کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے۔ جبکہ باقی سب خیریت ہے.... آئین ایسے نافذ ہوتے رہے

---

۳ ''اسباب بغاوت ہند'' ص ۱۶ ''۱۸۵۷ھ'' مصنف غلام رسول مہر۔ ص ۳۰

۴ ''اسباب بغاوت ہند'' ص ۱۶ ''۱۸۵۷ء'' مصنفہ غلام رسول مہر ص ۳۰

ہیں جو خدا اور رسول کے فرمودہ آئین کی ترجمانی سے بڑی حد تک قاصر تھے۔ ان میں چند اسلامی باتیں مصلحتاً محض دکھاوے کی غرض سے شامل کر لیتے اور باقی سارے کا سارا آئین کسی مغربی ملک کے آئین کی نقل ہوتا تھا۔ اسلامیان پاکستان انہیں دیکھ کر پہلے کف افسوس ملتے اور پھر یہ کہتے ہوئے رہ جاتے تھے۔

ہم بدلنا چاہتے تھے نظم میخانہ تمام
آپ نے بدلا ہے لیکن صرف میخانے کا نام

جب انگریز نے اسلامی تعلیمات کو سکولوں اور کالجوں سے خارج کر کے سارا زور انگریزی تعلیم پر دینا شروع کر دیا تو اس اقدام کی تائید وحمایت کرنے کی خاطر سر سید احمد خان (المتوفی ۱۳۱۶ھ/ ۱۸۹۸ء) کی سرکردگی میں نام نہاد مسلمانوں کا ایک گروہ پہلے ہی تیار کر لیا گیا تھا۔ یہ لوگ قوم کے سامنے رہنماؤں اور خیر خواہوں کے بھیس میں آئے لیکن ان کے دین و ایمان کا بیڑہ غرق کرنے برٹش اقتدار کی جڑیں پاتال تک پہنچانے اور مسلمانوں کا رخ حرم سے لندن کی جانب پھیرنے میں انہوں نے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا تھا...... انگریزوں نے پہلے مرحلے میں جب دینی علوم کو نصاب سے خارج کیا' عربی فارسی کو برائے نام رکھا... نیز اردو اور انگریزی تعلیم پر زور دینا شروع کیا تھا تو برٹش حکومت کے اس سوچے' سمجھے منصوبے کو مسلمانوں کے غم میں گھل گھل کر پھیلنے پھولنے والے خیر خواہ حکومت کے منصوبے کو اپنی تجویز کی شکل میں یوں برٹش حکومت کے سامنے پیش کرتے ہیں:

"سررشتہ تعلیم جو چند سال سے جاری ہے وہ تربیت کے لیے ناکافی ہی نہیں بلکہ خراب کرنے والا تربیت اہل ہند کا ہے----- میری صاف رائے ہے کہ اگر گورنمنٹ اپنی شرکت دیسی زبان میں تعلیم دینے سے بالکل اٹھا دے اور صرف انگریزی مدرسے اور اسکول جاری رکھے تو بلاشبہ جو بدگمانی جو رعایا کو گورنمنٹ کی طرف سے ہے' جاتی رہے صاف

صاف لوگ جان لیں کہ سرکار انگریزی زبان کے وسیلے سے تربیت کرتی ہے اور انگریزی زبان بلاشبہ ایسی ہے کہ انسان کی ہر قسم کی علمی ترقی اس میں ہو سکتی ہے۔" ۵

اب انگریزوں کو مسلمانوں کی جڑیں کاٹنے کے لیے خود زحمت نہیں برداشت کرنی پڑتی تھی بلکہ جو کچھ وہ کرنا چاہتے' اسے تجاویز کی صورت میں برٹش حکومت کے نفس ناطقہ یعنی دیسی کارندے برٹش حکومت ہی کے سامنے پیش کرتے اور برٹش گورنمنٹ نے انہیں مسلمانوں کے لیڈر' خیر خواہ اور راہنما منوانے کی مہم زور شور سے چلائی ہوئی تھی' جس کے باعث قوم کے کتنے ہی افراد انہیں اپنے حقیقی خیر خواہ سمجھ کر ان کی ہمنوائی کا دم بھرنے لگتے اور اس طرح برٹش حکومت اپنا مقصد حاصل کر لیتی۔

تعلیم و تدریس کے سارے نظام کو غیر اسلامی خطوط پر استوار کرنے کے بعد برٹش گورنمنٹ نے سر سید احمد خاں صاحب سے مرزا غلام احمد قادیانی اور اپنے زرخرید علماء کی طرح جہاد کی مخالفت کروائی۔ چنانچہ موصوف نے مسلمانوں کو ان دنوں یوں تلقین کی تھی:۔

"مسلمان انگریزی گورنمنٹ کی رعایا اور مستامن ہیں اور اپنے فرائض مذہبی بلامزاحمت ادا کرتے ہیں۔ وہ شریعت' اسلام کی رو سے بمقابلہ انگریزوں کے نہ جہاد کر سکتے ہیں نہ بغاوت' نہ کسی قسم کا فساد ــــ ان کو ہندوستان میں انگریز گورنمنٹ کے زیر حکومت اسی اطاعت وفرمانبرداری کے ساتھ از روئے مذہب اسلام کے رہنا واجب ہے جیسا کہ ہجرت اولیٰ میں مسلمان حبش میں جا کر عیسائی بادشاہ کے زیر حکومت رہے تھے"۔ ۶

۵ "حیات جاوید" مصنفہ حالی پانی پتی' ص ۱۴۴
۶ "حیات جاوید" مصنفہ حالی پانی پتی' ص ۲۳۲

جذبہ جہاد کو سرد کرنے اور اسلامیان ہند کو انگریز بہادر کی چوکھٹ پر جھکانے کی خاطر سرسید احمد خان صاحب نے اپنی عمر عزیز ہی ضائع کر دی اور ان کے تمام تر ساتھی بھی اپنی اپنی لے میں بظاہر دلکش آواز میں مسلمانوں کو مسحور کرنے اور برٹش نواز بنانے کے لیے وقف ہو کر رہ گئے تھے..... ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد موصوف نے اپنے جملہ وہابی بھائیوں یعنی ساری خارجی برادری کی یوں برٹش حکومت کے سامنے صفائی پیش کی:۔

''اس (وہابی) کو یہ کہنا کہ در پردہ تخریب سلطنت کی فکر میں چپکے چپکے منصوبے باندھا کرتا ہے اور غدر اور بغاوت کی تحریک کرتا ہے' محض تہمت ہے اور ہم اس وقت بہت سے ایسے آدمی نشان دے سکتے ہیں جو (برٹش) سرکار کے ایسے ملازم ہیں کہ ان سے زیادہ (انگریز) سرکار کا خیر خواہ اور معتمد نہیں' بایں ہمہ وہ اپنے تئیں علی الاعلان اور بے تامل فخریہ طور پر وہابی کہتے ہیں۔ سرکار نے بے سوچے سمجھے ان کو معتمد نہیں گردانا' بلکہ غدر کے زمانے میں جبکہ فتنہ کی آگ ہر طرف مشتعل تھی تو ان کی وفاداری کا سونا اچھی طرح تایا گیا اور وہ خیر خواہی سرکار میں ثابت قدم رہے ___ اگر وہ جہاد کا وعظ کرتے اور بغاوت وہابیت کی اہل ہوتی تو جو کچھ ان سے ظہور میں آیا وہ کیونکر ظہور میں آتا''۔ [۷]

جناب الطاف حسین حالی پانی پتی (المتوفی ۱۹۱۴ء) نے اپنے قافلہ سالار لشکر کی انگریز دوستی کو ان لفظوں میں بیان کیا ہے:۔

''ان (سرسید احمد خان) کی نہایت پختہ رائے تھی کہ ہندوستان کے لیے انگلش گورنمنٹ سے بہتر' گو کہ اس میں کچھ نقص بھی ہوں' کوئی گورنمنٹ نہیں ہو سکتی اور اگر امن و امان کے ساتھ

۷ ''حیات جاوید'' مصنفہ حالی پانی پتی' ص ۲۳۳

ہندوستان کچھ ترقی کر سکتا ہے تو انگلش گورنمنٹ ہی کے ماتحت رہ کر کر سکتا ہے۔

وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ گو ہندوستان کی حکومت کرنے میں انگریزوں کو متعدد لڑائیاں لڑنی پڑی ہوں مگر درحقیقت نہ انہوں نے یہاں کی حکومت بہ زور حاصل کی اور نہ مکروفریب سے بلکہ درحقیقت ہندوستان کو کسی حاکم کی اس کے اصلی معنوں میں ضرورت تھی۔ سو اسی ضرورت نے ہندوستان کو ان کا محکوم بنا دیا''۔ [۸]

انگریز جیسی ظالم و جابر قوم کی یہ قصیدہ خوانی اور ان مکروفریب کے مجسموں کی ایسی مدح سرائی بلاوجہ نہ تھی بلکہ یہ ملت فروشی کے عوض ملنے والے لقمہ تر کا کرشمہ تھا' جس کی خود انہوں نے یوں وضاحت فرمائی ہے:۔

''ہم جو یہ کہتے ہیں کہ ہماری منصف (برٹش) گورنمنٹ مسلمانوں کے ساتھ ہے اس کی بہت روشن دلیل یہ ہے کہ ہماری قدر دان (انگریز) گورنمنٹ نے خیر خواہ مسلمانوں کی کیسی قدر و منزلت کی اور عزت و آبرو کی انعام و اکرام اور جاگیر و پنشن سے نہال کر دیا ہے۔ ترقی عہدہ اور فزونی مراتب سے سرفراز کیا ہے۔ پھر کیا یہ ایسی بات نہیں ہے کہ مسلمان نازاں ہوں اور دل وجان سے اپنی (برٹش) گورنمنٹ کے شکر گزار اور ثنا خواں رہیں''۔ [۹]

سرسید احمد خاں صاحب یوں تو علم منقول و معقول سے بڑی حد تک محروم تھے لیکن اپنے پڑھے لکھے ساتھیوں کے سہارے' حکومت کے اشاروں پر' دین متین میں تحریف و تخریب کا

۸ ''حیات جاوید'' مصنفہ حالی پانی پتی' ص ۶۸۲

۹ ''حیات جاوید'' مصنفہ حالی پانی پتی' ص ۱۵۷

شرمناک کام بھی عمر بھر پوری جرات اور دیدہ دلیری سے کرتے رہے تھے چنانچہ موصوف کے سوانح نگار، جناب حالی صاحب (التوفی ۱۹۱۴ء) نے ''حیات جاوید'' کی وجہ تصنیف بیان کرتے ہوئے اس سلسلے میں یوں وضاحت فرمائی ہے:-

''ہم کو اس کتاب میں اس شخص کا حال لکھنا ہے جس نے چالیس برس برابر تعصب اور جہالت کا مقابلہ کیا ہے۔ تقلید کی جڑ کاٹی ہے ... بڑے بڑے علماء و مفسرین کو لتاڑا ہے۔ اماموں اور مجتہدوں سے اختلاف کیا ہے۔ قوم کے پکے پھوڑے کو چھیڑا ہے۔ ان کو کڑوی دوائیں پلائی ہیں ___ جن کو مذہب کے لحاظ سے ایک گروہ نے صدیق کہا ہے اور دوسرے نے زندیق خطاب دیا ہے۔ ۱۰

سر سید احمد خان صاحب نے (انگریز) حکومت کے اشارے پر لقمہ تر کی خاطر ساری امت محمدیہ کے خلاف اسلام دشمنی اور انگریز دوستی کے موڈ میں آ کر ''قرآن کریم'' کی تفسیر لکھی۔ بظاہر مسلمانوں کے خیر خواہ بنتے تھے لیکن مقصود ان کے دین و ایمان پر ڈاکہ ڈالنا تھا۔ اس نام نہاد تفسیر میں دل کھول کر معنوی تعریف کی تا کہ اصل قرآنی مفہوم و مطالب سے لوگوں کی توجہ ہٹا دی جائے اور انہیں مسلم نما عیسائی بنائے۔ ان کے خرمن دین و ایمان میں آگ لگانے کی خاطر خیر سے مفسر قرآن بھی بن بیٹھے۔ اس رسوائے زمانہ تفسیر کے بارے میں حالی صاحب نے یوں بدحالی میں وضاحت کی:

''الحمد للہ اس حق گو تفسیر کی بدولت ان روحانی مہلک بیماریوں سے آج غسل صحت ملا۔ مسلمانوں کے پاک دلوں میں وہ گندی گندی باتیں جمی ہوئی تھیں جیسے کعبے کے بتاں۔ اب ان کا یک بیک دور ہونا خدا کے مقدس کلام کی سچی تفسیر کا نتیجہ ہے۔ ہم اس احسان کے بدلے اپنی کھال

۱۰ ''حیات جاوید'' مصنفہ حالی پانی پتی، ص ۱۵۷

کی جوتیاں بنا دیں تو حضرت کی تفسیر کے ایک فقرے کا معاوضہ نہ ہوگا۔'' ۱۱

سر سید احمد خان صاحب کا عقیدہ تھا اور مسلمانوں کو یہی تاثر دے رہے تھے کہ ''انجیل'' میں لفظی تحریف قطعاً نہیں ہوئی ہے بلکہ وہ بھی ''قرآن مجید'' کی طرح لفظی تحریف سے محفوظ ہے اور اس کے اندر صرف معنوی تحریف ہوئی ہے۔ یہ ''قرآن کریم'' کی صریحاً تکذیب اور مسلمانوں کو عیسائیت کی جانب مائل کرنے کا وہ زبردست اقدام ہے جو متحدہ ہندوستان کے کسی دین ایمان کے رہزن اور اسلام و مسلمین کے بڑے سے بڑے بدخواہ سے نہ ہو سکا ... بلکہ لندن سے بھیجے گئے پادری صاحبان بھی اس کے عشر عشیر کو نہ پہنچ سکے۔ ''انجیل'' کو غیر محرف ماننے کی صورت میں ''قرآن کریم'' کا آسمانی کتاب ہونا خود غلط ہو کر رہ جاتا ہے کیونکہ ایک آسمانی کتاب اصلی صورت میں موجود ہو تو دوسری کی ضرورت کہاں ہوتی ہے؟ ____ اس سلسلے میں موصوف کے سوانح نگار نے یوں تصریح کی ہے:

''نیز محققین اور اکابر اسلام مثل امام اسمٰعیل بخاری، امام فخر الدین رازی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، وغیر ہم کے اقوال سے یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ جس طرح عیسائی کتب مقدسہ میں تحریف لفظی کے قائل نہیں ہیں اور جس قسم کی تحریف کو عیسائی محققوں نے تسلیم کیا ہے صرف اسی قسم کی تحریف آیات قرآنی اور احادیث نبوی سے کتب مقدسہ میں پائی جاتی ہے'' ۱۲

موصوف نے ''انجیل'' کی تفسیر بھی لکھی تھی اور اس میں انگریز پرستی میں سرشار ہو کر عیسائیوں سے کہا تھا:

''یقیناً میں ''بائبل'' کا اتنا ہی طرفدار اور مؤید ہوں جس قدر کہ آپ

۱۱ ''حیات جاوید'' مصنفہ حالی پانی پتی، ص ۷۰۰

۱۲ ''حیات جاوید'' مصنفہ حالی پانی پتی، ص ۱۶۸

ہیں۔ میرا مقصد یہ ہے کہ میں ڈاکٹر کلنزو کے اعتراضات کا اپنی تفسیر کے مناسب حصوں میں، جب ان کا موقع آئے، جواب دوں" ۱۳

گویا کروڑوں روپیہ خرچ کر کے انگریز حکومت جو مقصد سینکڑوں پادریوں کے ذریعے حاصل نہ کر سکی، وہ چند سکوں کے بدلے سر سید اینڈ کمپنی کے مسلم نما پادریوں کے ذریعے بڑی آسانی اور پوری راز داری سے حاصل ہونے لگ گیا تھا۔ چنانچہ "بائبل" کی علی گڑھی تفسیر کے بارے میں اپنے غیر اسلامی خیالات کا اظہار کرتے ہوئے جناب حالی پانی پتی نے مسلمانان پاک و ہند کو مسلم نما عیسائی بنانے اور انگریز حکومت کی خوشنودی کا سرٹیفکیٹ حاصل کرنے کی خاطر یہ مضحکہ خیز اور تعجب انگیز بیان دیا تھا:

"یہ تفسیر جو "انجیل" کو بجائے لغو سمجھنے کے، جیسا کہ اب تک خیال تھا، واجب التعظیم بیان کرتی ہے اور اس کا ثبوت خود "قرآن" سے دیتی ہے، اس قابل ہے کہ اس کا ترجمہ مسلمانوں کی ہر زبان اور بالخصوص عربی میں ہو کیونکہ مسلمانوں کے واسطے اس سے زیادہ مفید بات اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ وہ "انجیل" کو اسی عزت کی نگاہ سے دیکھنے لگ جائیں جس سے وہ "قرآن" کو دیکھتے ہیں۔" ۱۴

سر سید احمد خان صاحب کے اسلام دشمنی اور برٹش نوازی کے مخصوص خیالات کو پنجاب کے سوا......(۱)

---

۱۳ حیات جاوید، مصنفہ حالی پانی پتی، ص ۱۷۲

۱۴ حیات جاوید، مصنفہ حالی پانی پتی، ص ۱۷۲

(۱) "ضرب کلیم" میں "پنجابی مسلمان" کے متعلق شاعر مشرق کا ارشاد ہے کہ:

مذہب میں بہت تازہ پسند اس کی طبیعت
کر لے کہیں منزل تو گزرتا ہے بہت جلد
تحقیق کی بازی ہو تو شرکت نہیں کرتا
ہو کھیل مریدی کا تو ہرتا ہے بہت جلد
تاویل کا پھندہ کوئی صیاد لگا دے
یہ شاخ نشیمن سے اترتا ہے بہت جلد

(رفیق)

پورے متحدہ ہندوستان کے ہر صوبے میں نگاہ حقارت سے دیکھا گیا اور ٹھکرا دیا گیا تھا کیونکہ وہ مکمل طور پر اسلام دشمنی اور انگریز پرستی کے آئینہ دار تھے۔ یہ تحریف دین اور اسلام و مسلمین کی بدخواہی کا ایسا شرمناک ڈرامہ تھا جس کی نظیر پہلے ملک کے اندر دیکھنے میں آئی نہیں تھی۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے اہل سنت کے علاوہ وہابی علماء نے بھی موصوف کے خیالات کی تردید کی اور ان سے اظہار برات کیے بغیر نہ رہ سکے۔

کتنے ہی علماء نے موصوف کے غیر اسلامی عقائد و نظریات کے باعث ان کی تکفیر میں فتوے جاری کیے۔ حالات کی یہ ستم ظریفی ہے کہ آج تک برٹش نواز طبقہ یہ کہہ کر مسلمانوں کی آنکھوں میں دھول جھونکتا آ رہا ہے کہ "سر سید احمد خان صاحب پر انگریزی زبان کی حمایت کرنے اور علی گڑھ کالج قائم کرنے کی بنا پر کفر کے فتوے لگائے گئے تھے" حالانکہ ایسا ایک بھی فتویٰ نہیں دکھایا جا سکتا جو اس کے باعث موصوف کی تکفیر میں جاری کیا گیا ہو۔ دیوبندی جماعت کے مقتدر عالم، مولوی اشرفعلی صاحب تھانوی (المتوفی ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) نے اپنے کسی معتقد کے بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا:-

"ایک صاحب نے عرض کیا کہ سر سید کی وجہ سے ہندوستان میں گڑبڑ پھیلی، لوگوں کے عقائد خراب ہوئے۔

فرمایا: گڑبڑ کیا معنیٰ اس شخص کی وجہ سے ہزاروں، لاکھوں مسلمانوں کے ایمان تباہ و برباد ہو گئے ___ ایک بڑا گمراہی کا پھاٹک کھول گیا ___ اس کے اثر سے اکثر نیچری ایمان سے کورے ہوتے ہیں۔" ۱۵

دوسرے کسی موقع پر موصوف نے نیچریت کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار ان لفظوں میں کیا تھا:-

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ سر سید احمد خان کی وجہ سے بڑی گمراہی

پھیلی۔ یہ نیچریت زینہ ہے اور جڑ ہے الحاد کی۔ اس کی پھر شاخیں چلی ہیں۔ یہ قادیانی اسی نیچریت ہی کا اول شکار ہوا۔ آخر یہاں تک نوبت پہنچی کہ استاد یعنی سر سید احمد خان سے بازی لے گیا اور نبوت کا مدعی بن بیٹھا۔" [۱۶]

مدرسۂ دیوبند کے سابق صدر علامہ انور شاہ کشمیری (المتوفی ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۴ء) نے بانیِ نیچریت کے متعلق لکھا ہے:-

سر سید ھو رجل زندیق او جاھل ضال [۱۷] — سر سید زندیق یعنی ملحد آدمی ہے یا جاہل اور گمراہ ہے۔

---

[۱۵] "الافاضات الیومیہ" جلد پنجم، ص ۸۴

[۱۶] "الافاضات الیومیۃ" جلد پنجم، ۱۰۶

[۱۷] "یتیمۃ البیان بمشکلات القرآن": ص ۳۲۰

نوٹ: سر سید احمد خان صاحب (م ۱۳۱۶ھ/۱۸۹۸ء) کے متعلق معلومات کے لیے درج ذیل تصانیف ملاحظہ کریں۔

(۱) "الدلائل القاہرۃ علی الکفرۃ النیاشرۃ" (۱۳۳۶ھ) امام احمد رضا خاں محدث بریلوی

(۲) "تصویر کا دوسرا رخ" مفتی محمد تاج الدین نعیمی چشتی صابری

(۳) "مشعل راہ" علامہ عبدالحکیم خان شاہجہانپوری ؒ اختر :

(۴) "سر سید کے کارنامے" علامہ عبدالحکیم خان شاہجہانپوری (زیر طبع)

(۵) تقدیم "رسائل رضویہ" (ج اول) علامہ عبدالحکیم خاں شاہجہانپوری ؒ اختر : (رفیق)

دوسرا راستہ

انگریز بخوبی جانتے تھے کہ سر سید احمد خان (المتوفی ۱۳۱۶ھ/ ۱۸۹۸ء) اور ان کے حواریوں کے ذریعے مغربی نظام تعلیم کو رائج کرنے میں تو خاطر خواہ مدد ملی ہے اور ان لوگوں کی وساطت سے سکولوں اور کالجوں کے نصاب میں غیر اسلامی عقائد و نظریات شامل کر دیئے گئے ہیں جن کے ذریعے نئی نسل کا ایمان تباہ و برباد ہوتا رہے گا لیکن علمائے اسلام سے وابستہ رہنے والے مسلمان کبھی ان لوگوں کے آگے گھاس ڈالنے کو تیار نہیں ہوں گے۔ لہٰذا برٹش گورنمنٹ کو مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے اور مقدس شجر اسلام میں غیر اسلامی عقائد و نظریات کی قلمیں لگوانے کی خاطر بااثر علماء کی ضرورت تھی۔ چنانچہ فرنگی شاطر نے ایسے بعض صاحبان جبہ و دستار خرید لیے اور ان کے ذریعے دہلی کالج سے مولوی مملوک العلی نانوتوی (المتوفی ۱۲۶۷ھ/۱۸۵۱ء) کی سرکردگی میں مطلوبہ علما کی کھیپ تیار کروائی گئی۔ ان حضرات کے ذریعے تخریب دین اور افتراق بین المسلمین کا کام ایسی راز داری سے لیا گیا کہ شیطان بھی عش عش کر اٹھا ہوگا۔ ہم نے ایسے تخریب کار علماء کے حقیقی خدوخال دکھانے کی خاطر "معارف رضا" جلد اول میں اتنا ٹھوس اور وافر تاریخی مواد جمع کر دیا ہے کہ دوسری کسی تصنیف میں شاید آج تک نظر نہ آیا ہوگا۔ [۱۸]

یہاں ان چند اکابر دیوبند کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے برٹش گورنمنٹ کے اشارہ چشم و ابرو اور اس کے وظیفوں، نذرانوں کے طفیل مقدس شجر اسلام میں

---

[۱۸] "معارف رضا" کی جلد اول بعنوان "مشعل راہ" (فرید بکسٹال، اردو بازار، لاہور) سے شائع ہو چکی ہے جو کہ ۱۰۰۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ "معارف رضا" کی چار جلدیں مرتب فرمانے کا ارادہ تھا (مشعل راہ ص ۲۷-۲۸) مگر افسوس صرف جلد اول ہی شائع ہو سکی۔ فاضل شہیر علامہ عبدالحکیم خان اختر شاہجہانپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی امام اہل سنت محدث بریلوی قدس سرہ العزیز کی حیات و خدمات سے متعلقہ مطبوعہ تصانیف کی مدد سے "معارف رضا" کی اور جلد بھی مرتب کی جا سکتی ہے۔ (رفیق)

پوری دیدہ دلیری سے غیر اسلامی عقائد ونظریات کی قلمیں لگائیں اور امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کو اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی کے پیش نظر جن کی تکفیر کا شرعی فریضہ ادا کرنا پڑا۔ اسی المیہ کے بارے میں مدرسہ دیوبند کے ناظم تعلیمات مولوی مرتضیٰ حسن در بھنگی (المتوفی ۱۳۷۱ھ/ ۱۹۵۱ء) نے صاف لکھ دیا تھا:

''اگر خان صاحب (فاضل بریلوی) کے نزدیک بعض علماء دیوبند واقعی ایسے تھے جیسا کہ انہوں نے انہیں سمجھا تو خاں صاحب (محدث بریلوی) پر ان علماء دیوبند کی تکفیر فرض تھی۔ اگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو خود کافر ہوجاتے کیونکہ جو کافر کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔'' [19] ملخصاً

☆.... مرزا غلام احمد قادیانی (المتوفی ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء) انیسویں صدی کے آخر میں بہکے بہکے بیانات دے رہے تھے.... کبھی مہدی ہونے کا دعویٰ کرتے'.... کبھی بتاتے کہ میں کرشن ہوں.... کبھی حیات مسیح (علیہ السلام) کا انکار کر کے ان (علیہ السلام) کی قبر کشمیر میں بتاتے.... اور کبھی مسیح موعود اور محدث وغیرہ بنتے رہے ___ علمائے اسلام تردید کرتے رہے اور سمجھے کہ شاید اس شخص کا دماغ خراب ہوگیا ہے''.... لیکن برطانوی شرارت کا راز اس وقت کھلا جب انہوں نے صاف لفظوں میں ۱۹۰۱ء کے اندر کھل کر نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ [20]

---

[19] ''اشد العذاب'' مصنفہ مولوی مرتضےٰ حسن در بھنگی، ص ۱۲، ۱۳

[20] مرزا غلام قادیانی کی تکفیر وتردید اور مذمت ومخالفت میں' امام اہل سنت' مجدد دین وملت' الشاہ احمد رضا خاں محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی درج ذیل تصانیف ملاحظہ فرمائیں۔:

(۱) ''السوء والعقاب علےٰ المسیح الکذاب'' (۱۳۲۰ھ)
(۲) ''قہر الدین علےٰ مرتد بقادیان'' (۱۳۲۳ھ)
(۳) ''المبین ختم النبیین'' (۱۳۲۶ھ)
(۴) ''الجراز الدیانی علےٰ المرتد القادیانی'' (۱۳۴۰ھ)
(۵) ''المعتمد المستند بناء نجاۃ الابد'' (۱۳۲۰ھ)
(۶) ''حسام الحرمین علےٰ منحر الکفر والمین'' (۱۳۲۴ھ)
(۷) ''مبین احکام وتصدیقات اعلام'' (۱۳۲۵ھ) ترجمہء حسام (۱۳۲۵ھ)
(۸) ''مبین الھدیٰ فی نفی امکان المصطفےٰ'' (۱۳۲۴ھ) (۱۳۲۴ھ)
(۹) مجموعہ رسائل (ردقادیانیت)

آخر الذکر کتاب' اوّل الذکر رسائل اربعہ کا شاندار مجموعہ ہے۔ ان کے علاوہ ''احکام شریعت'' (سہ حصص) اور ''العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ'' (۱۲جلدیں) میں بھی رد قادیانیت میں آپ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے فتاوٰی دیکھے جا سکتے ہیں۔ (رفیق)

☆.... مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی (المتوفی ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۷۹ء) نے مرزا صاحب سے پہلے دعویٰ نبوت کی جانب راستہ بنانا شروع کیا تھا اور اس مقصد کے لیے ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۲ء میں ''تحذیر الناس'' کے نام سے ایک کتاب لکھ کر مسلمانوں کو یوں بہکانا شروع کیا کہ فخر دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو بلحاظ زمانہ آخری نبی ماننا جاہلوں کا خیال ہے' قرآن کریم کا انکار ہے۔ ساتھ ہی تصریح کر دی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم زمانے کے لحاظ سے نہیں بلکہ مرتبہ کے لحاظ سے خاتم النبیین ہیں یعنی یہ نہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سب علیہم السلام سے آخر میں آئے ہیں بلکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا رتبہ سب علیہم السلام سے آخری یعنی بلند وبالا ہے اور اسے خاتمیت قرار دیتے ہوئے صاف لکھ دیا کہ حضور کے بعد اگر ہزاروں نبی اور بھی پیدا ہو جائیں تب بھی خاتمیت محمدی میں کوئی فرق نہیں آئے گا.... اور موصوف نے ساتھ ہی یہ اعتراف بھی کر لیا کہ آج تک کسی بڑی سے بڑی ہستی کا ذہن خاتمیت کے حقیقی معنیٰ تک پہنچا ہی نہیں تھا بلکہ حقیقی مفہوم تک آج تیرہ صدیاں گزرنے کے بعد رسائی ہوئی ہے اور وہ بھی صرف مولوی محمد قاسم نانوتوی کی' جنہوں نے برٹش گورنمنٹ کی نگاہ لطف وکرم سے ''تحذیر الناس'' لکھ کر ٹھکانے پر تیر مار دیا ہے۔ (۱)

☆.... مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی (المتوفی ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء) نے اپنے ایک مہری دستخطی فتویٰ میں اللہ جل شانہ کو کاذب بالفعل ٹھہرا دیا۔ ان کا یہ فتوی ۱۳۰۸ھ/۱۸۹۰ء میں میرٹھ سے شائع ہوا۔ ملک کے گوشے گوشے سے اس شرمناک اور صریح کفر یہ فتوے کا رد شائع ہوتا رہا لیکن مرتے دم تک گنگوہی صاحب نے پندرہ سالوں میں اس فتوے کی نسبت

---

(۱) نانوتوی صاحب کی ''تحذیر الناس'' کے رد بلیغ اور عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت واشاعت میں امام اہل سنت' محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے ۱۳۱۷ھ/۱۹۰۰ء میں شاندار' تحقیقی کتاب ''جزاء اللہ عدوہ باباۂ ختم النبوۃ'' (۱۳۱۷ھ) تصنیف فرمائی جو مکتبہ نبویہ لاہور سے دستیاب ہے۔ (رفیق)

سے انکار نہیں کیا اور نہ اس کی کوئی تاویل و توجیہ ہی پیش کر سکے... جب پندرہ سال بعد ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء میں گنگوہی صاحب اس جہان فانی سے عالم جاودانی کی جانب سدھار گئے تو موصوف کے معتقدین و متوسلین علمائے دیوبند نے شور مچانا شروع کر دیا کہ.....

''یہ تو ہمارے حضرت قطب الاقطاب اور امام ربانی صاحب پر تہمت ہے۔.... ہمارے گنگوہی صاحب نے ہرگز ایسا کوئی فتویٰ نہیں دیا... اور نہ کسی جگہ سے شائع کروایا۔''

—— جب ان مناظرین سے کہا گیا کہ....

''یہی بات آپ نے مذکورہ پندرہ سالوں کے اندر گنگوہی صاحب کے جیتے جی کیوں نہ کہی؟''

تو فبہت الذی کفر'' کا منظر سامنے آ جاتا ہے۔

☆..... مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی (المتوفی ۱۳۴۵ھ/۱۹۲۶ء) کی رسوائے زمانہ کتاب'' براہین قاطعہ'' پہلی مرتبہ ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۷ء میں شائع ہوئی۔ موصوف نے محیط زمین کا علم شیطان اور ملک الموت کے لئے نصوص سے ثابت بتا کر ایمان کی آنکھ پر یوں ٹھیکری رکھ دی کہ اسی علم کو سرور کون و مکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے لئے ماننا اور ثابت کرنا ایسا شرک ٹھہرا دیا جس میں ایمان کا کوئی حصہ نہیں۔

اس عبارت کے مفاد سے دو شقیں سامنے آتی ہیں۔

۱۔ اگر محیط زمین کا علم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے لئے ثابت کرنا واقعی شرک ہے تو لازم آئے گا کہ شیطان اور ملک الموت کو خدا تعالیٰ جل شانہ نے نعوذ باللہ خود اپنا شریک بنا لیا ہے اور یہ ماننا بھی لازم آئے گا کہ قرآن و حدیث بھی نعوذ باللہ شرک کی تعلیم دیتے ہیں۔

۲۔ انبیٹھوی صاحب کے نزدیک قرآن و حدیث اگر شرک کی تعلیم نہیں دیتے

... نیز شیطان اور ملک الموت کو بھی وہ خدا تعالیٰ جل شانہ کے شریک نہ سمجھتے ہوں تو جو چیز قرآن و حدیث سے مخلوق کے ایک فرد کے لیے بھی ثابت ہے وہ دوسرے فرد کے لیے ثابت کرنا ہرگز شرک نہیں ہوسکتا۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ چیز اس دوسرے فرد کے لئے نصوص سے ثابت ہے یا نہیں' لیکن دریں حالات شرک کیسا؟... غرض یہ کہ کسی بھی شق پر محمول کیا جائے' ہر صورت میں انبیٹھوی صاحب کی وہ عبارت صریح کفر یہ ہے۔

☆.....مولوی اشرفعلی صاحب تھانوی (المتوفی ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) کی ''حفظ الایمان'' پہلی دفعہ ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء میں منظر عام پر آئی یعنی جس سال مرزا غلام احمد قادیانی کھل کر نبوت کا دعوی کرتے ہیں' اسی سال دیوبندی حضرات کے مجدد دین وملت نے شان رسالت میں یہ کھلی گالی شائع کروائی۔

موصوف سے کسی نے پوچھا کہ '' زید فلاں دلائل کے تحت خدا کے سوا دوسروں پر بھی لفظ عالم الغیب کے اطلاق کو جائز بتاتا ہے واضح کیا جائے کہ زید کے عمل اور عقیدے کا حکم کیا ہے؟''..... تھانوی صاحب نے اس عمل اور عقیدے کا شرعی حکم بتاتے ہوئے کہا کہ '' اگر ایسا عقیدہ کل غیب کی وجہ سے رکھا جاتا ہے تو اس کا بطلان دلیل عقلی ونقلی سے ثابت ہے اور اگر بعض علم غیب کی وجہ سے یہ عقیدہ ہے تو اس میں حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی کیا تخصیص ہے؟
''ایسا علم غیب تو ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو بھی حاصل ہے''

یہ ہے تھانوی صاحب کی عبارت کا آسان لفظوں میں مفہوم جو یقیناً شان رسالت کی ایسی گستاخی اور اہانت پر مبنی ہے جس کی جرات کبھی کھلے کافروں کو بھی نہیں ہوئی تھی۔

یہ دیوبندی حضرات ہی کا دل گردہ ہے کہ جب ان کے بعض علماء نے اللہ تعالیٰ جل شانہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گندے عقیدے اور توہین آمیز کلمات جاری کیے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ جل شانہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑ کر اپنے علماء کا ساتھ دینا ضروری سمجھا۔ یہی شرک کا وہ انتہائی درجہ ہے جسے ''قرآن کریم''

نے اتخذوا احبارھم و رھبانھم اَرْبَاباً مِّنْ دُوْنِ اللهِ کے لفظوں میں بیان کیا ہے.. اسی شرک وکفر کے سمندر میں پڑے رہنے کے باعث ان حضرات کو خالص مسلمان بھی مشرک نظر آتے ہیں۔

قارئین کرام کو معلوم ہونا چاہیے کہ ان کفریات کی ابتداء مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی، بانی مدرسہ دیوبند نے ۱۲۹۰ھ/ ۱۸۷۲ء میں "تحذیر الناس" نامی کتاب لکھ کر کی جبکہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان پانچوں حضرات کی تکفیر کا شرعی فریضہ ۱۳۲۰ھ/ ۱۹۰۲ء میں "المعتمد المستند" کے اندر ادا کیا ___ جائے غور ہے کہ کیا سمجھانے بجھانے، خوف خدا اور خطرہ روز جزا یاد دلانے کے لیے یہ تیس سال کی مُدت کافی نہیں تھی؟___ اس دوران علمائے اہلسنت اور دیوبندی علماء کے درمیان متعدد مناظرے ہوئے... طرفین سے سینکڑوں کتابیں ان کفریات کے باعث لکھی گئیں لیکن اللہ تعالیٰ جل شانہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ان دشنامیوں نے پرنالہ اسی جگہ رکھا اور کفریات لکھنے اور شائع کروانے والے چاروں اکابر دیوبند میں سے کسی ایک کو بھی یہ توفیق نہ ہوئی کہ کسی سنی عالم کے سامنے ایک دفعہ بھی میدان مناظرہ میں آنے کی جرات کرتا اور اپنی خرافات کی تاویل و توجیہہ پیش کرنے کی جرات کرتا. انہیں ذرا بھی اسلامی ثابت کرنے کی گنجائش نظر آتی تو ضرور سامنے آتے لیکن ستم بالائے ستم تو یہ کہ انہیں بدل کر اسلامی بنانے پر بھی ان میں س ے کوئی آمادہ نہ ہوا۔

ان حضرات کے راہ راست پر آنے کفریات سے توبہ کرنے کی جب کوئی امید نظر نہ آئی تو ۱۳۲۰ھ میں ان کی تکفیر کا شرعی فریضہ ادا کیا گیا اور اس کے تین سال بعد ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء میں امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو سرور کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بارگاہ بیکس پناہ میں بلایا کہ دشنامیوں کے سرگروہ مولوی خلیل احمد صاحب انبٹھوی کی موجودگی میں حرمین شریفین کی مقدس سر زمین پر حق و باطل کا فیصلہ ہو جائے۔ چنانچہ علمائے حرمین طیبین نے فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فتوے سے اتفاق کرتے ہوئے

اس پر دھوم دھام سے تقریظیں لکھیں جن کے مجموعے کا نام "حسام الحرمین" ہے نیز آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مکہ مکرمہ میں اس موقع پر جو "الدولۃ المکیہ" اور "کفل الفقیہ" کے نام سے کتابیں لکھیں انہیں بھی اپنی تقاریظ سے مزین کیا۔

علمائے حرمین شریفین نے مجدد مائۃ حاضرہ، امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی علمی جلالت و وسعت کو دیکھ کر ایسا اعزاز واکرام کیا کہ اس مقدس سرزمین پر متحدہ ہندوستان کے کسی بزرگ کو شاید ہی نصیب ہوا ہو ...(۱) انہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے سندیں اور اجازتیں لیں جن میں سے بعض "الاجازت المتینہ" میں موجود ہیں ....(۲) ان علمائے حرمین شریفین نے ایک جانب امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تائید و تصدیق کی اور انہیں مرجع خلائق، مرکز دائرہ تحقیق، بحر العلوم، امام زمانہ، یگانہ روزگار اور چودھویں صدی کا مجدد قرار دیا تو دوسری جانب ان پانچوں حضرات کو لصوص دین، دائرہ اسلام سے خارج اور کافر و مرتد قرار دیا.. ساتھ ہی بتا دیا کہ جو ان کے کفریات پر مطلع ہو کر ان کے غیر مسلم ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر و مرتد ہو جائے گا۔ یہ شرعی فیصلہ اس مقدس سر زمین پر سرخیل مبتدعین، مولوی خلیل احمد صاحب انبٹھوی کی موجودگی میں ہوا اور موصوف کو اس فیصلے کے خلاف بولنے، ایک لفظ بھی کہنے کی جرات نہیں ہوئی کیونکہ ان عبارتوں کی اندر اسلامی مفہوم و معانی کی رمق تک بھی نہیں ہے جس کے باعث بولنے اور زبان کھولنے کی جرات کرتے۔

علمائے حرمین کی تقاریظ کا مجموعہ "حسام الحرمین" کے نام سے ۱۳۲۴ھ میں اردو ترجے

(۱) اس موضوع پر پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب کی تصنیف: "فاضل بریلوی (رحمۃ اللہ علیہ) علمائے حجاز کی نظر میں" (مطبوعہ مرکزی مجلس رضا، لاہور، بار سوم، ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء) ملاحظہ فرمائیں (رفیق)

(۲) "الاجازات المتینہ لعلماء بکتہ والمدینۃ" (۱۳۲۴ھ) عربی متن مع اردو ترجمہ "رسائل رضویہ" جلد دوم، ناشر مکتبہ حامدیہ، لاہور (۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء) کے صفحہ ۲۳۵ تا ۴۰۴ پر ملاحظہ کیجیے (رفیق)

کے ساتھ اور ۱۳۲۶ھ میں ''تمہید ایمان'' سمیت منظر عام پر جلوہ گر ہوگیا۔ حرمین شریفین میں تو سرخیل مبتدعین کو تاریخی روسیاہی کے باعث راہ فرار اختیار کرنی پڑی تھی لیکن جہلا کو ورغلانے اور اندھے مقلدوں کو بھاری وزن دکھانے کی خاطر مولوی خلیل احمد صاحب انبٹھوی نے گھر میں بیٹھ کر ''المہند'' لکھنے کی چال چلی تو صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۱۳۶۸ھ/ ۱۹۴۸ء) نے ''التحقیقات لدفع التلبیسات'' نامی رسالے کے ذریعے ''المہند'' کی ساری جعلسازی کا بھانڈا سر بازار پھوڑ دیا۔

مدرسہ دیوبند کے سابق گاندھوی صدر، مولوی حسین احمد صاحب ٹانڈوی نے ''الشہاب الثاقب'' کے نام سے ''حسام الحرمین'' کا جواب لکھا اور اس میں شان تحقیق یہ دکھائی کہ گالیوں کا بین الاقوامی ریکارڈ قائم کر دکھایا۔ شاید دنیا کی کسی کتاب میں اتنی گالیاں نہ ہوں جتنی موصوف کے اس شہکار میں ہیں۔ مفتی محمد اجمل شاہ سنبھلی رحمۃ تعالیٰ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۸۴ھ/ ۱۹۶۴ء) نے ''الشہاب الثاقب'' کا انتہائی مدلل اور تحقیقی رد لکھا اور ٹانڈوی صاحب کے عائد کردہ الزامات کی پوری طرح قلعی کھول کر رکھ دی۔ واضح ہوگیا کہ ان عبارتوں میں اگر ذرا بھی اسلامی پہلو ہوتا تو علمائے دیوبند صفائی میں غلط اور نامعقول راستے اختیار نہ کرتے۔ [1]

حقیقت تک پہنچنے کا زینہ

ذیل میں ہم قارئین کے سامنے چودہ ایسے حقائق پیش کرتے ہیں جن کی روشنی میں ہر انصاف پسند اور غیر جانب دار کو معاملے کی تہہ تک پہنچنے میں کوئی دشواری نہیں رہے گی اور حقیقت اپنے اصل رنگ و روپ میں اس کے سامنے آ موجود ہوگی. دیوبندی حضرات بھی اگر

---

[1] ☆ ''ردشہاب ثاقب بروہابی خایب'' (۱۳۷۴ھ/ ۱۹۵۴ء) صفحات ۴۷۶
☆ ''ردسیف یمانی درجوف لکھنوی وتھانی'' (۱۳۵۲ھ) صفحات ۳۲۰
اجمل العلماء مفتی محمد اجمل شاہ سنبھلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی رددیو بندیت وہابیت میں مذکورہ بالا گرانقدر تصانیف کو ادارہ غوثیہ رضویہ، مصری شاہ، لاہور نے جون ۱۹۹۱ء میں نئی آب وتاب کے ساتھ شائع فرمایا۔ (رفیق)

تھوڑی سی دیر کے لیے انصاف کی عینک لگا کر ٹھنڈے دل و دماغ سے ان چودہ حقائق پر غور کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ حق و باطل انہیں واضح طور پر نظر نہ آ جائیں۔

وَاللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم. اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ

پہلا نکتہ:

اگر مذکورہ کفریہ عبارتیں لکھنے والے اکابر دیوبند میں دین و دیانت کا کوئی شائبہ باقی رہ گیا ہوتا اور برٹش حکومت کی شہ پر انہوں نے تخریب دین و افتراق بین المسلمین کا پیشہ اختیار نہ کر لیا ہوتا تو جب علمائے اسلام نے ان عبارتوں پر اعتراضات کئے تھے تو اسی وقت باہمی صلاح مشورے سے ان عبارتوں کو اس طرح بدل دیتے کہ ان میں قابل اعتراض پہلو نہ رہتا اور انہیں پوری طرح اسلامی عبارتیں بنا دیا جاتا۔ آخر ایسا کرنے میں رکاوٹ کیا تھی؟

جب ان عبارتوں کے لکھنے والوں نے ہرگز ایسا نہیں کیا بلکہ دور از تاویلات کے ذریعے انہیں اسلامی منوانے پر مصر رہے اور پورے ملک کے علمائے کرام کی صدائے احتجاج کو کمال دیدہ دلیری سے ٹھکراتے رہے. اپنی ہی چند عبارتوں کو وحی الٰہی کا درجہ دے لینا .. اور رفع فساد کی خاطر ان میں ترمیم نہ کرنا بلکہ جھگڑنے کے لیے ہر وقت تیار رہنا' بھلا مسلمانوں کے خرمن اتحاد میں اس طرح آگ لگانے کو کہاں تک دانشمندی اور دیانت داری کہا جاسکتا ہے؟۔

دوسرا نکتہ:

علمائے دیوبند اپنی کسی عبارت کو تبدیل کرنے اسلامی عبارت بنانے پر عمر بھر آمادہ نہ ہوئے' حالانکہ خود یا باہمی صلاح مشورے سے وہ ایسا کر لیتے تو ان حضرات کی سلگائی ہوئی آگ جو مسلمانوں کے خرمن اتحاد کو آج تک جلا رہی ہے بھائی کو بھائی سے لڑا رہی ہے' یہ

اسی وقت بجھ جاتی۔ ملت اسلامیہ چاروں حضرات سے کہہ رہی تھی۔ "اَلَیْسَ مِنْکُمْ رَجُلٌ رَشِیْدٌ" لیکن وہاں رشد و ہدایت کا صرف نام ہی رہ گیا تھا... جب چاروں میں سے ایک نے بھی اپنی عبارت نہ بدلی تو اس کے سوا اور کیا سمجھا جائے کہ یہ حضرات برٹش حکومت کے وظیفوں اور نذرانوں کے باعث اس مقام پر پہنچ گئے تھے جہاں خود ان کی مرضی کا دخل بھی نہیں رہا تھا اور وہ حضرات اس درجہ بک گئے کہ چوں قلم در دست کاتب ہو گئے تھے۔

تیسرا نکتہ:

اگر اکابر دیوبند اپنی کفریہ عبارتوں میں خود یا باہمی صلاح مشورے سے تبدیلی کر لیتے اور اس کے بعد بھی ان کے مخالفین ان کی تردید کا سلسلہ جاری رکھتے تو واضح ہو جاتا کہ فریق ثانی کی نیت میں کھوٹ ہے اور وہ کسی کی شہ پر انہیں طعن و تشنیع اور رد و تردید کا نشانہ بنائے رکھنے پر مجبور ہے۔ وہاں تک تو نوبت ہی نہیں پہنچی کیونکہ ہزاروں علمائے اہلسنت کا یہی مطالبہ تھا کہ "ان کفریہ عبارتوں کو بدل کر اسلامی بنا لیجئے"... ایسا کر لینے میں خود ان کا اور ساری ملت اسلامیہ کا بھلا تھا لیکن اکابر دیوبند نے ان کی آواز پر کان نہ دھرے بلکہ اپنے خیر خواہوں یعنی سمجھانے والوں سے ہمیشہ برسرپیکار ہی رہے حالانکہ از راہ خیر خواہی وہ حضرات تو سمجھا رہے تھے، وہ جھگڑ تو نہیں رہے تھے۔ اس کے باوجود معلوم نہیں، اکابر دیوبند کو جھگڑنے اور فتنہ و فساد کا راستہ اختیار کرنے کی کیا ضرورت پیش آ گئی تھی ؟-

چوتھا نکتہ

گنگوہی صاحب جو چاروں اکابر دیوبند میں سرخیل اور پوری دیوبندی فوج کے قافلہ سالار لشکر تھے، ان کا وقوع کذب باری تعالیٰ کے متعلق مہری و دستخطی فتویٰ ۱۳۰۸ھ میں میرٹھ شہر سے شائع ہوا۔ اسی وقت سے علمائے اسلام نے اس کے متواتر رد شائع کروائے جو گنگوہی صاحب اور دیگر علمائے دیوبند تک پہنچتے رہے ___ گنگوہی صاحب نے زبان و قلم سے اس

فتوے کے متعلق ایک لفظ بھی نہیں کہا کہ فتویٰ میرا نہیں ہے .... اور نہ ان کے متبعین میں سے کوئی بولا ___ جب پورے پندرہ سال کے بعد ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء میں گنگوہی صاحب ملک عدم کو سدھار گئے... شہر خموشاں کے مکیں جا ہوئے تو علمائے دیوبند کی زبانیں کھل گئیں اور دیوبندی مناظروں نے شور مچانا شروع کر دیا کہ "فتوی ہمارے گنگوہیت مآب کا کب ہے۔ یہ تو گنگوہی سرکار ابد قرار پر بہتان ہے"..... کیا اس حیاداری اور دیانت داری کا کوئی ٹھکانا ہے؟

سور داسوں کا گلہ کیا اُن کو دن بھی رات ہے
جان کر بنتے ہیں گنگوہی یہ کیسی بات ہے

پانچواں نکتہ

نانوتوی صاحب تو ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۷۹ء میں ہی شہر خموشاں کے مکیں ہو چکے تھے۔ گنگوہی صاحب بھی ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء کے وسط میں ملک عدم کی جانب سدھار گئے کیونکہ ان کی تکفیر کا پروانہ علمائے حرمین شریفین کی تقاریظ سے مزین ہونے والا تھا۔ بہرحال چاروں میں سے پیچھے دو حضرات بقید حیات رہ گئے تھے جنہیں کہ کافر و مرتد قرار دیا گیا تھا۔

۱۔ مولوی خلیل احمد صاحب انبٹھوی جن کی ۱۳۴۵ھ/ ۱۹۲۶ء میں وفات ہوئی۔

۲۔ مولوی اشرفعلی صاحب تھانوی جنہوں نے ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء میں رحلت کی۔

جائے غور ہے کہ مذکورہ فتویٰ تکفیر پر علمائے حرمین طیبین نے ۱۳۲۳ھ کے آخر اور ۱۳۲۴ھ کے شروع میں تقاریظ لکھیں۔ انبٹھوی صاحب ان تقاریظ کے بعد بائیس سال اور تھانوی صاحب انتالیس سال بقید حیات رہے۔ اس طویل عرصے میں جہاں ان حضرات نے سینکڑوں ہیرا پھیریاں کیں اور ہر ممکن طریقے سے فتنہ و فساد کی آگ بھڑکائی، وہاں ان حضرات کے لیے کیا یہ صاف اور سیدھا راستہ نہیں تھا کہ دونوں حضرات یا دونوں میں سے ایک ہی حرمین شریفین چلا جاتا اور بقول علمائے دیوبند اگر:-

١۔ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اکابر دیوبند کی عبارتوں میں قطع و برید کی تھی۔

٢۔ یا علمائے حرمین شریفین کو کسی قسم کا دھوکہ دیا تھا۔

٣۔ یا علمائے دیوبند کی ان عبارتوں کو من مانے مفہوم و مطالب کا لباس پہنایا تھا۔

تو یہ حضرات علمائے حرمین کے سامنے اس دھوکے کی اچھی طرح وضاحت کرتے اور انہیں حقیقت سے مطلع کر کے حقیقت پر مبنی ان کے بیانات حاصل کرتے تاکہ وہ حضرات صاف وضاحت کر دیتے کہ ”ہمیں مولوی احمد رضا خان محدث بریلوی نے دھوکے میں رکھا اور یہ مغالطے دیئے جن کے باعث ہم اس کے فتوے کی تائید و تصدیق کر بیٹھے تھے۔ ہمیں اب فلاں عالم نے اصل صورت حال سے مطلع کیا ہے لہٰذا ہمارے سابقہ بیانات اور جملہ تقاریظ کو منسوخ شمار کیا جائے...“

اگر حقیقت ”حسام الحرمین“ کے ذرا بھی خلاف ہوتی تو یہ دونوں اکابر دیوبند کبھی خاموش نہ بیٹھتے، ہرگز اپنی گردن تیغ تکفیر سے نہ کٹنے دیتے اور تصدیق کرنے والے علمائے حرمین سے ضرور بیانات تحریری وصول کرتے لیکن جب صورت حال یہ سامنے آئی، دونوں حضرات ساری عمر میں بھی تصدیق کرنے والے کسی ایک مکی یا مدنی عالم سے ایسا بیان حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہوسکے۔ تو اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر علمائے دیوبند کا الزام لگانا کہ ”انہوں نے اکابر دیوبند کی عبارتوں میں قطع و برید کی یا انہیں من مانے مفہوم و مطالب کا لباس پہنایا یا علمائے حرمین کو کسی طرح کا دھوکا دیا“ یہ محض اپنا بھرم رکھنے کے لیے بے بنیاد الزامات لگائے ہیں، جن کے بارے میں ہر منصف مزاج اور غیر جانب دار شخص بھی کہے گا کہ:

”ان الزامات کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں اور یہ دین و دیانت سے بعید ہونے کے ساتھ معاندانہ روش کی المناک اور بھونڈی تصویر ہے“۔

چھٹا نکتہ

جب علمائے حرمین شریفین فتوی تکفیر پر دھوم دھام سے تقریظیں لکھ رہے تھے اور مجدد مائۃ حاضرہ، امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اس مقدس سرزمین میں عدیم النظیر اعزاز و اکرام کیا جا رہا تھا تو اس وقت کے دیوبندی بیڑے کے ناخدا یعنی مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی وہاں بنفس نفیس موجود تھے.... اگر دھوکہ بازی اور قطع و برید والا ذرا سا معاملہ بھی ہوتا تو ضرور انبیٹھوی صاحب کی وضاحت کے خوف سے دھوکہ دیتے ہی فاضل بریلوی کو فوراً بھاگ آنا چاہیے تھا کیونکہ چور کے پیر نہیں ہوتے مگر دنیا نے دیکھا کہ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ علیہ تو مکہ مکرمہ کے اہل علم میں ۲۴ صفر المظفر ۱۳۲۴ھ تک یوں جلوہ افروز رہے جیسے چودھویں کا چاند تاروں کے جھرمٹ میں..... اور مکہ مکرمہ سے جدہ پہنچنے کا راتوں رات تکلف فرمایا مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی نے ___ کیا کسی منصف مزاج کو حقیقت تک پہنچنے کے لئے اس کے سوا کسی اور دلیل کی ضرورت ہے؟

ساتواں نکتہ

اس واقعے کے بعد انبیٹھوی صاحب نے اپنی بقیہ بائیس ۲۲ سالہ اور تھانوی صاحب نے انتالیس ۳۹ سالہ زندگی میں ایک مرتبہ بھی ایسی جرات نہیں کہ تصدیق کرنے والے علمائے حرمین طیبین کی خدمت میں حاضر ہو کر بتاتے کہ

”جس انبیٹھوی اور تھانوی عالم کی آپ حضرات نے تکفیر کی ہے، وہ ہم ہیں اور ہمیں از روئے دلائل آپ کے فیصلے سے اتفاق نہیں ہے“۔

آٹھواں نکتہ

اگر فاضل بریلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے کسی قسم کی دھوکہ بازی یا عبارات میں قطع و

بریدکی تھی تو جس وقت علمائے حرمین شریفین ان کی تصدیق و تائید کرنے کے ساتھ ساتھ فتویٰ تکفیر پر دھوم دھام سے تقاریظ لکھ رہے تھے اور علمائے دیوبند کے بقول یہ سب کچھ دھوکے میں ہو رہا تھا تو اس سے بہتر موقع زندگی میں اور کب آسکتا تھا کہ اسی وقت مولوی خلیل احمد صاحب انبٹھوی پردے سے نکل کر سامنے آجاتے علمائے حرمین کو صورت حال اور اس حقیقت سے مطلع کرتے جو ان کے نزدیک تھی۔ اگر عین موقع پر وہ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک دھوکا یا کسی عبارت میں ایک بھی قطع و برید بالمقابل ثابت کردیتے تو یقیناً فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اس مقدس سرزمین میں اور اپنے وطن کے اندر زندگی بھر کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہتے ـــــ جب انبٹھوی صاحب نے ایسا نہ کیا تو ہر منصف مزاج اسی نتیجے پر پہنچے گا کہ دھوکا دینے اور قطع و برید کرنے کے الزامات قطعاً بے بنیاد ہیں۔ یعنی :-

حافظ بخود نپوشید ایں جامہ مے آلود
اے شیخ پاک دامن معذور دار مارا

نواں نکتہ

مولوی خلیل احمد صاحب انبٹھوی نے اسی دوران سابق مفتی احناف و قاضی مکہ مکرمہ یعنی علامہ شیخ صالح کمال مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء) سے ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ کو خفیہ ملاقات کی..... یہ ملاقات کیوں کی؟ ـــــ نتیجہ کیا برآمد ہوا؟ ـــــ یہ سب کچھ اس مکتوب گرامی کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیے جو علامہ صالح کمال مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اگلے ہی روز محافظ کتب حرم، فاضل جلیل، علامہ سید اسمٰعیل بن سید خلیل مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء) کے پاس بھیجا تھا جو حسب ذیل ہے۔

☆......☆......☆......☆

مکتوب گرامی

صاحب الفضیلة والاخلاق والمحبة الجمیلة حضرة السیّد اسمٰعیل افندی، حافظ الکتب

حضر عندنا قبل تاریخه رَجُل من اهل الهند یقال له خلیل احمد مع بعض علماء الهند المجاورین بمکة یستعطف خاطرنا علیه لانه قد بلغه انی شدید الغیظ علیه وانا لا اعرفه شخصا

فقال یا سیّدی بلغنی انکم واحد ون علَیَّ وذٰلک بسبب انی ذکرت منه بَاوقع منه فی " البرهین القاطعة " لدی حضرة الامیر حفظ الله

فقلت له، لَعَلَّکَ خلیل احمد انبیتهی فقال نعم

فقلت له ویحک کیف تقول فی " البراهین القاطعة" تلک المقالات الشنیعة وتجوز الکذب علی الله جَلَّ جلاله کیف لا اغیاظ عَلَیکَ ولقد کتبت عَلَیها بانّک رجل زندیق و کیف تعتذرو تنکر وَهیَ قَدْ طبعت وشاعت عنک

فقال یا سیّدی هِیَ لی ولکِن لَیس فیم تجوز الکذب عَلَی الله وَلَئن کان فیها فانا تَآئب وراجع عمَّا فیها مما یخالف اهل السنّة والجماعة

فقلت له ان الله یحب التائبین "والبراهین" موجوده وساخرج لک منها هذاالذی انکرته وتجاسرته به عَلی الله جَلَّ شانه

فَصَار ینتصل و یعتذرویقول ان کان فهو مکذوب علیّ اوانارجل مسلم موحد من اهل السنّة والجماعة ماقلت فیها هذا ولا غَیره مِمَّا یخالف مذهب اهل السنّة والجماعة

فتحببت منه کیف ینکر ما هو مطبوع فیَ رسالته "البرهین القاطعة"

المطبوعة بلسّان الهند وَظَهر لى انه انما قالَ ذلك تقيّة كانهم مثل الرّفضة يرون التقية واجبته واردت ان احضرهاواحضر من يفهم ذلك اللسان لا قرره وَمَا فيها واستتبيه لٰكِنّه في ثاني يوم من يحبيه عندنا هرب اِلٰى جدّه وَلَا حَوْلَ وَلَا قوّة الّا بالله احبنا اعلامكم بذلک ودمتم   محمد صالح كمال   ۲۸ ذی الحج ۱۳۲۳ھ

۲۱

☆......☆......☆......☆

بِحَمْدِہٖ تعالیٰ

یہ رسالۂ مبارکہ انبھٹی جی میاں خلیل احمد کی عیّاریوں مکاریوں کے دھوئیں بکھیر دینے والا ان کی "المہند" کو انھیں کے ہاتھوں سے اُن کی اور تمام دیوبندی وہابیوں کی گردنوں پر پھیر دینے والا دیوبندیوں کی مایۂ ناز اور عمر بھر کی کمائی اُن کی کتابوں میں سب سے بڑھ کر چمکتی بجلی الہند کو خاک میں ملا دینے والا اُس کی دجالیوں و کذابیوں سے نقاب اٹھا دینے والا فتاویٰ مبارکہ حسام الحرمین شریف کی حقانیت کو آفتاب سے زیادہ روشن طور پر دکھا دینے والا دیوبندیوں کے قلعہ مکر و فریب کو انھیں کے ہاتھوں ڈھا دینے والا

مسمّٰی بنام تاریخی

رَدُّ المُهَنَّد
اَلتَّهْنِيق الْاَبْهَتِي عَلٰى اِنْبِهْتِي المُفَنَّد
۱۳۴۵ھ

مؤلفہ

ناصر الاسلام حضرت شیر بیشۂ سنت مولٰینا مولوی حافظ قاری مفتی مناظر شاہ

ابو الفتح عبید الرضا محمد حشمت علی خاں قادری رضوی لکھنوی علیہ الرحمۃ

ملنے کا پتہ

حنفیہ پاک پبلیکیشنز کراچی

دکان نمبر ا، رہبر منزل متصل المسلم ویلفیئر سوسائٹی نزد بسم اللہ مسجد
حنفیہ چوک، کھارادر، کراچی نمبر ۲۔

۲۱ "الملفوظ" جلد دوم، مطبوعہ کراچی، ص ۱۵ تا ۱۷۔

ترجمہ مکتوب گرامی

صاحب فضیلت و اخلاق و محبت جمیلہ، حضرت سید اسمٰعیل آفندی محافظ کتب (حرم) کل ہمارے پاس ایک ہندوستانی شخص آیا جسے خلیل احمد کہا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ بعض وہ ہندوستانی علماء بھی تھے جنہوں نے مکہ مکرمہ میں مجاورت اختیار کی ہوئی ہے وہ ہمیں اپنے اوپر دلی مہربان کرنا چاہتا تھا کیونکہ اسے خبر پہنچی تھی کہ میں اس سے سخت ناراض ہوں۔ میں اس کی صورت کا شناسا نہ تھا۔

اس نے کہا:"اے میرے سردار! مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ مجھ سے ناراض ہیں"۔ یہ اس سبب سے تھا کہ "براہین قاطعہ" میں اس سے جو واقع ہوا ہے میں نے اس کا تذکرہ حضرت امیر (شریف مکہ) اللہ اس کی حفاظت کرے، سے کر دیا تھا۔

میں نے اس سے پوچھا کہ "کیا تو خلیل احمد انبھٹوی ہے؟" اس نے کہا "ہاں"۔

میں نے اس سے کہا "تجھ پر افسوس ہے کہ تو "براہین قاطعہ" میں ایسی گندی باتیں کیونکر کرتا ہے اور اللہ جل شانہ پر کذب جائز ٹھہراتا ہے میں تجھ پر کیوں ناراض نہ ہوں اور اس بناء پر میں لکھ چکا ہوں ("تقدیس الوکیل" کی تقریظ میں) کہ تو زندیق ہے تو کس طرح عذر اور انکار کرتا ہے حالانکہ وہ تیری جانب سے چھپ کر شائع ہو چکی ہے"۔

کہنے لگا:"اے میرے سردار! کتاب تو میری ہے لیکن اس میں امکان کذب کا مسئلہ نہیں ہے۔ اگر وہ اس میں ہے تو میں توبہ کرتا ہوں اور ان باتوں سے رجوع کرتا ہوں جو اہل سنت و جماعت کے خلاف ہیں"۔

میں نے اس کہا کہ: "بیشک اللہ توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور "براہین قاطعہ" میرے پاس ہے' ابھی نکال کر دکھاتا ہوں وہ جس بات کا تو انکار کرتا ہے اور اللہ جل شانہ پر جسارت کی"۔

اس پر وہ خوشامد اور عذر کرنے لگا اور کہنے لگا کہ "اگر کوئی بات ہے تو وہ مجھ پر بہتان

باندھا گیا ہے اور میں مسلمان موحد اور اہلسنت و جماعت سے ہوں۔ میں نے اس میں یہ بات یا مذہب اہلسنت و جماعت کے خلاف کوئی بات نہیں کہی''۔

میں اس کی گفتگو سے متعجب تھا کہ کس طرح ایک ایسی بات کا انکار کر رہا ہے جو اس کے رسالہ ''براہین قاطعہ'' میں چھاپی جا چکی ہے جو ہندی زبان میں طبع ہوا مجھ پر ظاہر ہو گیا کہ وہ ایسی باتیں روافض کی طرح از راہ تقیہ کرتا ہے جو تقیہ کو واجب گردانتے ہیں اور میں نے ''براہین قاطعہ'' لانے اور ایسے شخص کو بلانے کا ارادہ کیا جو اس زبان کو سمجھتا ہو کہ اس کے مندرجات کا اس سے اقرار کراؤں اور اس سے توبہ لوں. لیکن وہ ہمارے پاس آنے کے اگلے ہی روز جدہ کی جانب بھاگ گیا۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ ____ میں نے اس واقعہ سے آپ کو مطلع کرنا پسند کیا اور آپ سلامت رہیں۔

محمد صالح کمال

۲۸ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ

☆......☆......☆......☆

اصلی صورت واقعہ تو یہ تھی، اس کے باوجود مدرسہ دیوبند کے سابق صدر یعنی مولوی حسین احمد صاحب ٹانڈوی (المتوفی ۱۳۷۷ھ/۱۹۵۷ء) نے گاندھویت کی ترنگ میں محمد خلیل احمد صاحب انبٹھوی اور حضرت مفتی صالح کمال رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی اس ملاقات کا حال یوں بیان کیا ہے:

''بعد ازاں مولانا (انبٹھوی صاحب) ان سے رخصت ہو کر مفتی صالح کمال کے پاس بھی گئے۔ مفتی صاحب موصوف سے ملاقات بھی ہوئی۔

اولاً مفتی صاحب بوجہ ان باتوں کے کہ ان کو جھوٹ جھوٹ پہنچائی گئی تھی، کبیدہ خاطر معلوم ہوتے تھے اور کیوں نہ ہوں آخر ہر مسلمان پر ایسی باتوں کا اثر ہونا ضروری ہے مگر جب مولانا (انبٹھوی صاحب) نے حقیقت حال کا انکشاف فرمایا اور میدان تقریر میں جولانی فرمائی تو وہ

کبیدگی مبدل بہ فرح و سرور ہو گئی اور جملہ تقریرات حضرت مولانا کو انہوں نے تسلیم کیا اور بہت خوش ہوئے''۔ [۲۲]

اگر ٹانڈوی صاحب کے مذکورہ بالا بیانات کو تھوڑی دیر کے لئے درست تسلیم کر لیں تو صرف ہاں یا نہ کہنے سے بات نہیں بن سکتی کیوں اس واقعہ کا تعلق علمائے ہند کے بہت بڑے علمی، فکری اور ایمانی تصادم سے ہے۔ ہر واقعہ کے اس تصادم پر اثرات دیکھے جائیں گے کہ وہ واقعے کی تصدیق کرتے ہیں یا تکذیب۔ مثلاً ٹانڈوی صاحب کے اس بیان ہی کو لیجئے تو ہر قاری کے پردہ ذہن پر یہ سوالات ابھر آئیں گے؟____

۱۔ گویا مفتی صالح کمال صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو ''براہین قاطعہ'' کی جو عبارت بتائی گئی تھی وہ بات جھوٹ نکلی اور پہلے اس کی وجہ سے جو کبیدگی تھی وہ مسرت میں تبدیل ہو گئی۔ انہوں رحمتہ اللہ علیہ نے انبٹھوی صاحب کی تمام تقریروں کو درست تسلیم کر لیا اور ان سے بہت خوش بھی ہو گئے تھے تو انبٹھوی صاحب نے اگلا دن بھی نہیں چڑھنے دیا اور راتوں رات مکہ مکرمہ سے بھاگ کر جدہ کیوں جا پہنچے تھے؟____

۲۔ کیا مفتی صالح کمال رحمتہ اللہ علیہ نے ان کی تائید میں ایک لفظ بھی لکھ کر دیا؟

۳۔ موصوف نے انبٹھوی صاحب کے خلاف ''تقدیس الوکیل'' پر جو تقریظ لکھی تھی، کیا اسے منسوخ کیا؟____ نہیں تو کیوں؟____

۴۔ مفتی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ''تقدیس الوکیل'' کی تائید میں جو انبٹھوی صاحب کو زندیق قرار دیا تھا کیا وہ فیصلہ بدل دیا؟____

۵۔ جب مفتی صاحب رحمتہ اللہ علیہ حقیقت معلوم ہونے پر انبٹھوی صاحب سے بہت خوش ہو گئے تو انہیں امام احمد رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ سے بہت ناراض ہو جانا چاہئے تھا لیکن ایسا کیوں نہ ہوا؟____

۲۲ ''الشہاب الثاقب'' مطبوعہ وسیم پرنٹنگ پریس دیوبند۔ ص ۲۷، ۲۸

۶۔ جب وہ انبٹھوی صاحب سے خوش ہو گئے تو ناراض ہو کر دھوکا دینے والے امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ''حسام الحرمین'' اور ''الدولۃ المکیۃ'' وغیرہ کی تقریظیں واپس کیوں نہ لیں؟

۷۔ جب مفتی صالح کمال رحمتہ اللہ علیہ پر دھوکا کھل گیا تو انہوں نے دوسرے علمائے مکہ مکرمہ کو بھی بتا دیا ہوگا؟۔ ____ دریں حالات دیگر علمائے مکہ مکرمہ نے اتنے دنوں میں کیوں اپنی ایک بھی تقریظ واپس نہ لی؟۔ ____

۸۔ مفتی صالح کمال رحمتہ اللہ علیہ نے حقیقت سے دیگر علمائے مکہ معظمہ کو یقیناً مطلع کیا ہوگا تو ان حضرات میں سے کسی ایک نے بھی بقلم خود یہ بیان کیوں نہ دیا کہ ... ''ہمیں امام احمد رضا خان بریلوی نے دھوکا دیا تھا' جس کا راز ہم پر مفتی صالح کمال اور مولوی خلیل احمد صاحب انبٹھوی صاحب کی ملاقات سے کھلا ہے۔؟......''

۹۔ جب علمائے مکہ مکرمہ پر دھوکا کھل گیا تھا تو وہ ۲۴ صفر المظفر ۱۳۲۴ھ تک امام احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کا عدیم المثال اعزاز واکرام کیوں کرتے رہے؟ ____

☆ ان سے سندیں اور اجازتیں کس خوشی میں لے رہے تھے؟ ____

۱۰۔ اس خفیہ ملاقات کے علاوہ کیا انبٹھوی صاحب نے تصدیق کرنے والے کسی مکی عالم کے روبرو ہونے کی جرات کی اور انہیں بتایا کہ:

میں نے مفتی صالح کمال صاحب پر مولوی احمد رضا خاں کا دھوکا واضح کر دیا ہے لہٰذا آپ بھی مطلع ہو کر اپنی تقریظیں واپس لے لیں اور مابدولت سے کبیدہ خاطر نہ رہیں بلکہ بہت خوش ہو جائیں جیسے کہ مفتی صاحب ہو گئے ہیں۔

کیا انبٹھوی صاحب نے ''حسام الحرمین'' کی تصدیق کرنے والے مکہ مکرمہ کے کسی اور ایک عالم کو بھی منہ دکھایا؟ ____ نہیں اور یقیناً نہیں دکھایا تو اس روپوشی کی وجہ کیا

ہو سکتی ہے؟ ____

۱۱۔ مذکورہ حقائق کی روشنی میں ٹانڈوی صاحب کا مذکورہ بالا بیان من گھڑت، جھوٹ اور افترا پردازی ہے یا نہیں؟ ____

۱۲۔ ''قرآن کریم'' میں ایسے سفید جھوٹ بولنے والوں کے لیے لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ آیا ہے یا نہیں؟ ____

۱۳۔ اس درجہ جھوٹ بولنے والا ''قرآن کریم'' کے نزدیک لعنتی اور مردود الشہادۃ ہوگا یا شیخ الاسلام؟ ____

۱۴۔ ایسا شخص جس دارالعلوم کا صدر ہوگا اس مدرسے کا دیانت وصداقت سے کتنا واسطہ ہوگا؟ ____

۱۵۔ دریں حالات موصوف کی تصنیف ''الشہاب الثاقب'' کسی منصف مزاج کی نظر میں کس درجہ قابل اعتماد ہوگی ؟

واللہ کبھی اہلِ نظر سے تو یہ پوچھو
کیا چیز ہو تم دیکھنے والوں کی نظر میں

دسواں نکتہ:

دیوبندی حضرات یہ کہتے ہوئے نہیں تھکتے کہ ''مولوی احمد رضا خاں بریلوی نے اکابر دیوبند کی عبارتوں میں قطع و برید سے کام لے کر علمائے حرمین شریفین کو دھوکا دیا تھا''.... اگر دیوبندی مناظرین کی اس بات کو تھوڑی دیر کے لیے درست فرض کر لیا جائے تو ہر انصاف پسند اور صورت حال سے باخبر قاری یقیناً دیوبندی حضرات سے یہ پوچھنے پر مجبور ہو جائے گا۔

۱) اگر اکابر دیوبند کی زیر بحث عبارتیں واقعی اسلامی ہیں اور انہیں غیر اسلامی بتانا صرف امام احمد رضا خاں رحمتہ اللہ علیہ کی کارگزاری ہے تو تمام اکابر دیوبند کے پیرومرشد اور گنگوہی

صاحب کے رحمۃ اللعالمین (۱) یعنی حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۱۳۱۷ھ/ ۱۸۹۹ء) نے مولانا عبدالسمیع رامپوری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۱۳۱۸ھ/ ۱۹۰۱ء) کی کتاب ''انوار ساطعہ'' کی تصدیق و تائید تو فرمائی لیکن اس کے رد میں لکھی ہوئی اپنے گنگوہی وانبٹھوی مریدین کی مشترکہ کاوش بنام ''براہین قاطعہ'' کی تائید کیوں نہ فرمائی؟

۲) اگر علمائے دیوبند کی وہ عبارتیں قابل اعتراض نہیں ہیں تو انبٹھوی صاحب کے خلاف مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۷ء) نے ''مناظرہ بہاول پور'' کی جو روئداد'' تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل'' کے نام سے شائع کروائی اور ۱۳۰۷ھ میں علمائے حرمین شریفین نے اس پر تقاریظ لکھیں تو پایہ حرمین مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۰۸ھ/ ۱۸۹۰ء) نے اپنی تقریظ کے اندر اپنے شاگرد مولوی رشید احمد گنگوہی کے متعلق لکھا کہ

وہ امت محمدیہ کے مخالف' نام نہاد رشید اور بارگاہ رسالت کے گستاخ ہیں۔

استاد اپنے شاگرد کے متعلق یہ فرما رہا ہے ___ کیا مولانا کیرانوی کو بھی دھوکا دیا گیا تھا؟ ___

۳) حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سب سے نامور خلیفہ مولانا عبدالحق الٰہ

(۱) گنگوہی صاحب بعد وفات حضرت حاجی صاحب' بار بار فرماتے تھے:

''ہائے رحمۃ العٰلمین : ہائے رحمۃ العٰلمین''

(''اشرف السوانح'' جلد سوم' صفحہ ۱۵۳)

کیونکہ گنگوہی صاحب کا کہنا تھا رحمۃ العلمین کا وصف حضور انور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم) کے ساتھ خاص نہیں ہے' دوسرے بھی رحمۃ للعلمین ہو سکتے ہیں' ان کا فتوٰی ہے کہ:

''لفظ رحمۃ للعلمین صفت خاصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں ہے''۔

(''فتاوٰی رشیدیہ'' جلد دوم ص ۹) (رفیق)

آبادی مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے گنگوہی وانبٹھوی صاحبان کے خلاف ''تقدیس الوکیل'' کی تائید فرمائی۔ آخر ایسا کیوں ہوا؟ ___

۴) خود حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے گنگوہی وانبٹھوی مریدوں کے رد میں لکھی ہوئی کتاب ''تقدیس الوکیل'' کی تائید و تصدیق فرمائی۔ کیا قبلہ حاجی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو دھوکا دے دیا گیا تھا؟ ___

۵) علمائے حرمین تو ۱۳۰۴ھ میں ''انوار ساطعہ'' کی تائید کے باعث بجملاً اور ۱۳۰۷ھ میں ''تقدیس الوکیل'' کے سبب تفصیلاً مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اور مولوی خلیل احمد صاحب انبٹھوی کی براہینی کرتوت سے آگاہ ہو چکے تھے۔ (۱) دریں حالات ۱۳۲۳ھ میں جب امام احمد رضا خاں محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی ''براہین قاطعہ'' کی وہی قابل اعتراض عبارتیں پیش کیں' جو پہلے پیش ہو چکی تھیں اور علمائے حرمین نے بھی وہی جواب دیا جو قبل ازیں سولہ سال پہلے ۱۳۰۷ھ میں دے چکے تھے تو فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے علمائے حرمین کو کیا دھوکا دیا؟ ___

۶) علمائے حرمین کو امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ناواقف سمجھنا بھی درست نہیں ہے۔ وہ حضرات صورت سے تو واقعی نا آشنا تھے۔ لیکن ۱۳۱۷ھ/ ۱۸۹۹ء میں ان حضرات نے فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ندوۃ العلما کے رد میں لکھے ہوئے رسالے ''فتاوٰی الحرمین برجف ندوۃ المین'' پر تقریظیں لکھی تھیں۔ اس وقت سے وہ حضرات' فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وسیع النظری کے قائل ہو کر آپ کی زیارت کے

(۱) نیز ''فتاوٰی الحرمین برجف ندوۃ المین'' (۱۳۱۷ھ) کے سوال دہم میں ''تحذیر الناس'' (مطبع صدیقی' بریلی) کی عبارت اور جواب میں اس کی مذمت تھی جس کی تائید وتصدیق علمائے حرمین شریفین نے فرمائی تھی۔ اس طرح وہ نفوس قدسیہ' ... نانوتوی صاحب کی تحذیری کرتوت سے بھی آگاہ ہو چکے تھے۔

☆ ''فتاوٰی الحرمین برجف ندوۃ المین'' (۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ء) ''رسائل رضویہ'' جلد اول (جون ۱۹۸۸ء' ناشر: مکتبہ حامدیہ لاہور) کے صفحہ ۵۲ تا ۲۷۵ پر عربی متن مع اردو ترجمہ ملاحظہ کر سکتے ہیں (رفیق)

غائبانہ مشتاق تھے۔

۱۳۲۳ھ کے اندر چودھویں کا چاند' اپنے چاہنے والے ستاروں کی جھرمٹ میں ... یا ... چودھویں صدی کا مجدد' آسمان علم وعرفان کے ماہ پاروں کے درمیان جلوہ افروز تھا۔ وہ حضرات صورت کے شناسا تو نہیں تھے لیکن فاضل بریلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی عقیدت ان کے دلوں میں موجزن تھی۔ دریں حالات دھوکا دینے کی بات کہاں تک درست ہوسکتی ہے؟

حالانکہ اگر دھوکا دیا ہوتا تو وہ حضرات کبھی محدث بریلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا اس درجہ اعزاز واکرام نہ کرتے اور انبٹھوی صاحب اینڈ کمپنی کے آگے کچھ تو گھاس ڈالتے؟___ کیا ہر منصف مزاج اسی نتیجے پر نہیں پہنچے گا کہ دھوکا دہی کا الزام عائد کرنے والے حضرات خود ہی گم کردہ منزل ہوکر معاندانہ روش کا شکار تھے؟ افسوس!

راہزن خضر رہ کی قبا چھین کر
رہنما بن گئے دیکھتے دیکھتے

گیارھواں نکتہ

مولوی اشرفعلی صاحب تھانوی (المتوفی ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) کو ساری دیوبندی جماعت حکیم الامت' مجدد دین وملت...... بلکہ...... جامع المجدد دین تک کہتی ہے۔ یہ ہر صاحب علم جانتا ہے کہ مجدد اپنے دور میں دین برحق کا عدیم المثال علمبردار اور حق وصداقت کا ایسا بیباک ترجمان ہوتا ہے کہ وہ علمی میدان میں ہر رہزن دین وایمان اور جملہ گمراہ گروں کو ساکت وصامت کر چھوڑتا ہے..... سرمایۂ ملت کی نگہبانی میں وہ اپنے کام اور اپنی بے پناہ علمیت کے باعث ممتاز نظر آتا ہے۔ ملت اسلامیہ کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو گزشتہ ہر مجدد کی یہی شان نظر آئے گی۔ اگر تھانوی صاحب کو بھی مجدد فرض کرلیا جائے تو فوراً ذہن میں یہ سوالات اُبھرتے ہیں:۔

۱) اگر تھانوی صاحب مجدد ہوتے تو سرمایہ ملت کی نگہبانی کرتے لیکن اس کے برعکس انہوں نے برضا ورغبت رہزنی کو پسند فرمایا اور کفر وارتداد کے سمندر میں غوطہ جالگایا..... کیا مجدد

۲) اگر وہ مجدد ہوتے تو امام احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے دلائل کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیتے اور علمی میدان میں انہیں ساکت وصامت کر چھوڑتے... لیکن دیکھا یہی گیا ہے کہ تھانوی صاحب کو ساری عمر میں ایک دفعہ بھی فاضل بریلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے سامنے آنے کی جرات نہ ہوئی اور نہ ساری عمر میں امام احمد رضا خاں محدث بریلوی کی کسی ایک دلیل کو غلط یا دعویٰ سے بیگانہ ثابت کرسکے......... کیا مجدد علمی لحاظ سے اتنا کمزور اور اپنے معاصرین سے پست ہوتا ہے؟ ___

۳) دیکھا تو یہی گیا ہے کہ فاضل بریلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ تو رہے ایک طرف۔ تھانوی صاحب کو کسی بھی سنی عالم کے بالمقابل ہوکر اپنی پوزیشن صاف کرنے کی تادم آخر جرات نہیں ہوئی..... کیا مجدد کا یہی مقام ہوتا ہے؟ ___

۴) تھانوی صاحب پر کفر وارتداد کا الزام تھا اور وہ عمر بھر اس الزام کو غلط ثابت نہ کرسکے۔ کیا ملت اسلامیہ کی پوری تاریخ میں ایسا ایک بھی مجدد نظر آتا ہے جس پر ایسا سنگین الزام عائد کیا گیا ہو اور وہ اسے غلط اور بے بنیاد ثابت نہ کرسکا ہو؟..... اگر تھانوی صاحب کے کسی معتقد کے علم میں کوئی ایسا مجدد ہے تو اس کی نشاندہی ضرور فرمائی جائے کیونکہ اس سے یقیناً ہماری معلومات میں اضافہ ہوگا۔ ___

۵) اگر تھانوی صاحب اپنے ملک میں شرماتے تھے تو علمائے حرمین شریفین کے پاس ہی چلے جاتے اور ان سے کہتے کہ:

"آپ نے جو میرے کفر وارتداد کے فتوےٰ کی تصدیق و تائید کی ہے۔
مجھے اس سے اتفاق نہیں کیونکہ ان دلائل و وجوہات کے باعث وہ فتویٰ
اور تصدیق و تائید سب غلط ہے۔"

لیکن اس کے برعکس تھانوی صاحب نے تصدیق کرنے والے ایک بھی مکی یا مدنی عالم کو منہ نہیں دکھایا۔ کیا شان تجدید یہی ہوتی ہے؟ ___

۶) اگر تھانوی صاحب یا دیگر اکابر دیوبند کی کفریہ عبارتوں میں ذرا بھی کوئی اسلامی پہلو

ہوتا تو یقیناً وہ فاضل بریلوی یا کسی سنی عالم یا کسی مکی و مدنی عالم کے روبرو ہو کر کہتے کہ:

" مانا ہماری عبارتوں میں کفریہ معانی بھی پائے جاتے ہیں' لیکن فلاں اسلامی معانی بھی موجود ہیں' لہٰذا ہماری ہر عبارت کو اسی اسلامی پہلو پر محمول کیا جائے کیونکہ آئمہ دین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے فرمایا ہے کہ اگر کسی قول میں ننانوے پہلو کفر کے اور ایک اسلامی ہو تو اسے اسلامی پہلو پر ہی محمول کرنا چاہیے جب تک یہ واضح نہ ہو جائے کہ قائل نے کفریہ پہلو ہی مراد لیا ہے۔ چونکہ ہماری مراد وہی اسلامی پہلو ہے لہٰذا قائل کی مراد کے خلاف ہماری تکفیر غلط ہے۔"

اگر ان عبارتوں میں کسی اسلامی پہلو کی رمق بھی ہوتی تو تھانوی صاحب کبھی بھیگی بلی بن کر تھانہ بھون میں نہ پڑے رہتے۔...... کیا جو زندگی بھر اپنا اور اپنے اکابر کا مسلمان ہونا ثابت نہ کر سکے' وہ مجدد ہوتا ہے؟

۷) اگر تھانوی صاحب مجدد ہوتے تو انگریزوں سے چھ سو روپیہ (۶۰۰) ماہوار وظیفہ کیوں پاتے؟ برطانوی وظیفے کا حوالہ اگلی بحث میں آ رہا ہے۔ حقیقت یہی سامنے آتی ہے کہ اسی سات ہزار دوسو روپیہ (۷،۲۰۰) سالانہ کی بدولت تھانوی صاحب اپنے دار الخلافہ تھانہ بھون میں پڑے کفر بیزی کفر ریزی اور کفر خیزی کا کاروبار کرتے اور "سیاں بھئے کوتوال اب ڈر کا ہے کا" والا نغمہ الاپتے رہے گویا:

نگاہ غور سے دیکھو تو عقدہ صاف کھل جائے
وفا کے بھیس میں بیٹھا تھا کوئی بے وفا ہو کر

بارھواں نکتہ

مولوی حسین احمد صاحب ٹانڈوی نے "حسام الحرمین" کو بے اثر بنانے کی غرض سے "الشہاب الثاقب" نامی کتاب لکھی۔ اگر علمی اختلاف ہوتا اور علمائے دیوبند کے لیے اپنے اکابر کی حمایت میں کچھ کہنے کی گنجائش ہوتی تو ہر صاحب علم اپنے موقف کو علمی دلائل سے ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اس معقول راستے کو چھوڑ کر کسی نامعقول راستے پر جانے کو ..

ہرگز اپنی شان کے شایاں نہیں سمجھتا۔ ...... اس کے باوجود ٹانڈی صاحب حالانکہ اتنے بڑے مدرسے کی اتنی بڑی شخصیت تھے لیکن اپنے اکابر کی طرح وہ بھی معقول راستے کی طرف نہ گئے بلکہ نامعقول راستہ ہی اختیار کیا جس کے باعث انہوں نے اس کتاب کے اندر گالیوں کی وہ دھواں دار بمباری کی کہ بین الاقوامی چیمپئن شپ جیت لی اور جھوٹے الزامات و بہتانات کے ذریعہ سابقہ سارے ریکارڈ توڑ دیئے اور دیکھا کہ شائد ان سے بھی کام نہ چلے اس لیے گھڑنت کا کرتب بھی دکھایا مثلاً۔

۱) انہوں نے "الشہاب ثاقب" کے اندر اپنے ذہن سے دو ایسی کتابیں گھڑیں جن کا دنیا کے پردے پر کہیں وجود نہیں اور خود ٹانڈوی صاحب نے انہیں خواب میں بھی نہیں دیکھا تھا۔

۲) دیانت و صداقت کا اس سے بڑھ کر ثبوت دیتے ہوئے موصوف نے ان کتابوں کے مطابع' صفحات اور عبارتیں تک اپنے ذہن سے گھڑ لیں تاکہ حق کے علمبردار ہونے میں کوئی شبہ نہ رہے۔

۳) گاندھویت کی ترنگ میں یہاں تک ترقی کی کہ ان گھڑی ہوئی کتابوں سے فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر حجت قائم کی کہ:

مولوی احمد رضا صاحب! تم یہ کہتے ہو حالانکہ تمہارے فلاں فلاں اکابر نے اپنی فلاں فلاں تصانیف میں ایسا لکھا ہے۔ اب بتاؤ تم سچے ہو یا تمہارے وہ اکابر سچے تھے؟-----'

معلوم نہیں دیانت و صداقت اور حیا کا یہ کونسا درجہ تھا جس پر ٹانڈوی صاحب فائز ہو گئے تھے؟

موصوف نے اپنی پہلی گھڑنت کا ذکر یوں فرمایا تھا:-

"جناب شاہ حمزہ صاحب مارہروی مرحوم "خزینۃ الاولیاء" مطبوعہ کان پور' صفحہ ۱۵ میں ارقام فرماتے ہیں کہ

"علم غیب صفت خاص ہے رب العزت کی جو عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ جو شخص رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عالم الغیب کہے وہ بے دین

ہے۔ اس واسطے کہ آپ کو بذریعہ وحی کے امور مخفیہ کا علم ہوتا تھا جسے علم غیب کہنا گمراہی ہے ورنا جمیع مخلوقات نعوذ باللہ عالم الغیب ہے۔" [۲۲]

موصوف نے اپنی دوسری گھڑنت کا اظہار ان لفظوں میں فرمایا تھا:-

"مولوی رضا علی خاں صاحب "ہدایۃ الاسلام" مطبوعہ صبح صادق، سیتا پور، صفحہ ۳۰ میں فرماتے ہیں۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب بالواسطہ تھا اور یہ علیٰ قدر مراتب سب کو حاصل ہے اور علم غیب مطلق و بالذات کا اعتقاد رکھنا مفضی الی الکفر ہے اور نص قطعی کے خلاف، اس میں تاویل اور ہیر پھیر کرنا بے دین کا کام ہے۔" [۲۳]

اجمل العلماء، مفتی سنبھل، مولانا محمد اجمل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۱۳۸۴ھ/ ۱۹۶۴ء) نے "رد شہاب ثاقب" کے اندر دارالعلوم دیوبند کے سابق صدر کی اس جعلسازی پر ۱۳۷۴ھ/ ۱۹۵۴ء میں گرفت فرمائی اور علمائے دیوبند سے مطالبہ کیا کہ

"اگر سچے ہو تو یہ دونوں کتابیں دکھاؤ یا ان کے وجود کا ثبوت فراہم کرو"

آج کے دن تک کسی دیوبندی عالم سے نہیں ہو سکا کہ وہ کتابیں دکھا کر یا ان کا وجود ثابت کر کے اپنے صدر دیوبند کو سرخ رو کرے اور اس کلنک کے ٹیکے کو ہٹا سکے جو ٹانڈوی صاحب نے اپنی گاندھوی پیشانی پر برضا و رغبت لگایا تھا۔۔۔۔ اسی بے بسی کے عالم میں علامہ شبیر احمد عثمانی کے برادر زادہ یعنی مولوی عامر عثمانی دیوبندی (المتوفی ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء) کی یہ تک بندی بھی دیدنی ہے:-

"کتاب (رد شہاب ثاقب) کے لب و لہجہ سے وحشت زدہ ہونے کے باوجود اتنا ہم انصافاً ضرور کہیں گے کہ مصنف (مفتی محمد اجمل سنبھلی) نے

---

۲۲ "الشہاب الثاقب"، مطبوعہ دیوبند، ص ۹۹

۲۳ ایضاً : "ص ۹۹

مولانا مدنی (ٹانڈوی صاحب) پر ایک الزام بڑا بھیانک اور فکر انگیز لگایا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جن دو کتابوں "خزینۃ الاولیاء" اور "ہدایۃ الاسلام" سے "شہاب ثاقب" میں بعض اقتباسات دیئے گئے ہیں وہ فی الحقیقت من گھڑت ہیں۔ جن مصنفوں کی طرف انہیں منسوب کیا گیا ہے، انہوں نے کبھی ہرگز ہرگز یہ کتابیں نہیں لکھیں۔۔۔۔۔ تاہم یہ قیاسات ہیں بلکہ محض عقلی تک بندی پر ہیں۔ حق یہ ہے کہ تحقیقی اور معقولی جواب یا تو مولانا مدنی (ٹانڈوی صاحب) کے بلند اقبال صاحبزادے مولوی اسعد طول عمرہٗ کے ذمہ ہے یا پھر ان مریدین و متوسلین کے ذمے ہے جو بجا طور پر مولانا کی عقیدت و محبت میں سرشار ہیں" [۲۴]

اس سے پیشتر "حسام الحرمین" اور "الدولۃ المکیۃ" کے منظر عام پر آنے سے بوکھلا کر علمائے دیوبند نے مل جل کر "سیف النقی" نامی کتاب تیار کی۔۔۔۔ دیوبندی فوج کے ہر جرنیل نے پوری وفاداری سے اس کی تیاری میں حصہ لیا اور اسے تیار کر کے مدرسہ دیوبند

---

۱ ماہنامہ "تجلی" بابت فروری و مارچ ۱۹۵۹ء

نوٹ : انہی مولوی حسین احمد ٹانڈوی (المتوفی ۱۳۷۷ھ/ ۱۹۵۷ء) کے خلاف مصور پاکستان علامہ محمد اقبال نے درج ذیل بصیرت افروز قطعہ موزوں کیا جسے شہرت عام حاصل ہوئی

عجم ہنوز نداند رموز دیں ورنہ
دیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است!
سرود بر سر منبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبر زمقام محمدؐ عربی است!
مصطفیٰ برساں خویش راکہ دیں ہمہ اوست
گر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است!

مزید تفصیلات کے لیے کتاب "قائداعظم کا مسلک؟" (مصنفہ سید صابر حسین شاہ صاحب بخاری، مطبوعہ لاہور، رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ/ ۲۵ دسمبر ۱۹۹۹ء) صفحہ ۳۶۳۔۳۶۴ ملاحظہ فرمائیے (رفیق)

سے شائع کیا۔..... علمائے دیوبند نے ''دیانت وصداقت کے تمام درجے طے کرتے ہوئے پوری حیاداری کے ساتھ'' اس کے اندر سات کتابیں اسی طرح اپنے مقدس اور سراسر پاکیزہ دماغوں سے گھڑیں اور اپنے ''نورانی ذہنوں سے'' انہیں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اکابر کی جانب منسوب کیا اور ''پورے روحانی تقدس کے ساتھ'' ان کتابوں کے مطابع، صفحے اور عبارتیں تک اپنے معکوتی دماغوں سے ایجاد کیں۔ پھر ان جعلی اور سراسر من گھڑت کتابوں کی من گھڑت عبارتوں سے امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلاف حجت قائم کرنے لگے کہ

دیکھو تمہارے بڑے تو یوں فرماتے تھے''

حالانکہ یہ ساری کارگزاری لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ کی منہ بولتی تصویر تھی۔

اسی میں دیوبندی فوج کے سارے جرنیلوں نے فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے والد ماجد مولانا نقی علی خاں رحمۃ اللہ علیہ کی مہر اپنے ''جنتی دماغوں'' سے گھڑی اور اس پر مہر بنوانے کا سال ۱۳۰۱ھ لکھ دیا جب کہ مولانا نقی علی خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال ۱۲۹۷ھ میں ہوگیا تھا۔ [۱]

یہ تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ:

''اتنے بڑے بڑے دیوبندی عالموں نے مشترکہ طور پر جھوٹ بولا
یا دروغ گوئی سے کام لیا ہے۔''

بلکہ ان حضرات کے ظاہری تقدس نیز جبوں اور عماموں کا لحاظ کرتے ہوئے ہمیں یہی کہنا پڑے گا کہ عالم اہلسنت مولانا نقی علی خاں رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے اپنے وصال سے چار

---

۱ عالم اہل سنت، مولانا نقی علی خاں بریلوی حنفی قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (۱۲۴۶ھ/ ۱۸۳۰ء۔ ذیقعدہ ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۰ء) کے مفصل حالات مبارکہ جاننے کے لئے محمد شہاب الدین رضوی کی تصنیف: ''مولانا نقی علی خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ'' (مطبوعہ لاہور، اکتوبر ۱۹۹۶ء) مطالعہ فرمائیں (رفیق)

سال بعد ہی مہر بنوائی ہوگی لیکن ایسا مان کر علمائے دیوبند کو جعلسازی سے بچاتے ہوئے ہم خود پھنس جائیں گے کہ '' اگر مولانا علی نقی خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے اپنے وصال سے چار سال بعد ہی مہر بنوائی تو اپنی زندگی میں لکھی ہوئی مہری دستخطی ''فرضی'' کتابیں اور ان کی فرضی عبارتیں علمائے دیوبند کو کیسے دے گئے تھے؟___ بہرحال یہ وہ راز ہے جس کی گتھی کو علمائے دیوبند کی دیانت و صداقت ہی کھول سکتی ہے..... دارالعلوم دیوبند کے سپوتوں ''تقدس'' کے مجسموں کی ایسی ہی کارگزاریوں کے پیش نظر مجدد مائۃ حاضرہ محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے احباب سے سید عبدالرحمٰن بیتھوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کو ۱۳۲۸ھ/ ۱۹۱۰ء میں بریلی شریف سے یہ اعلان عام کرنا پڑا:-

''ارے دم ہے کسی تھانوی، دربھنگی، سرہنگی، سربھنگی، انبٹھی، دیوبندی، نانوتوی، گنگوہی، امرتسری، دہلوی، جنگلی و کوہی .. میں کہ ان من گھڑت کتابوں، ان کے صفحوں، ان کی عبارتوں کا ثبوت دے اور نہ دے سکے تو کسی علمی بحث یا انسانی بات میں کسی عاقل کے لگنے کے قابل اپنا منہ بنا سکے۔'' [۲۵]

اگر دیوبندی حضرات کا تقویٰ وطہارت، انصاف و دیانت اور صداقت وحقانیت سے دُور کا واسطہ بھی ہوتا تو وہ ایسی شرمناک اور انتہائی گری ہوئی شعبدہ بازی اور افترا پردازی کے کبھی نزدیک بھی نہ پھٹکتے..... حقانیت کے علمبرداروں کو خیانت اور جعلسازی کا سہارا لینے کی قطعاً ضرورت نہیں پڑتی کیونکہ صداقت کے اندر یہ پوری طاقت ہوتی ہے کہ وہ اپنی صداقت کو خود منوا لیتی ہے..... دریں حالات علمائے دیوبند کے ان شرمناک مظاہروں اور کرتبوں کو دیکھ کر ہر منصف مزاج یہی تو کہے گا۔

---

۲۵ ''رماح القہار علی کفر الکفار'' دیباچہ ''خالص الاعتقاد'' ص ۱۷

ره منزل میں سب گم ہیں مگر افسوس تو یہ ہے
امیر کارواں بھی ہیں انہیں گم کردہ راہوں میں

تیرہواں نکتہ

☆ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ء) اکثر اکابر دیوبند کے پیرومرشد تھے جب کہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی تو انہیں رحمۃ العالمین .. کہتے تھے۔ حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے تمام مریدین ومتوسلین میں مولانا عبدالحق الہٰ آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علمی لحاظ سے سب میں فائق اور قبلہ حاجی صاحب کے معتمد خاص تھے کیونکہ وہ علم وفضل میں اپنی نظیر آپ تھے اور مکہ مکرمہ کے اندر ان کے علمی فیضان کے دریا بہہ رہے تھے.... یہ بات تو معمولی سوجھ بوجھ والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ یا کوئی دوسرا شخص علمائے دیوبند کے بارے میں مولانا الہٰ آبادی رحمتہ اللہ علیہ کو ہرگز دھوکا نہیں دے سکتا تھا کیونکہ نہ وہ علمائے دیوبند سے نا آشنا تھے اور نہ فاضل بریلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ یا متحدہ ہندوستان کے کسی دوسرے سُنّی عالم سے ناواقف تھے.... موصوف نے سب کچھ دیکھ بھال کر امام احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی توصیف اور علمائے حرمین کی ہم نوائی کی تھی۔ بغیر دیکھے بھالے وہ اپنے پیر بھائیوں کے خلاف ہرگز نہیں لکھ سکتے تھے. چنانچہ ''حسام الحرمین'' کے اندر ان کی تقریظ پانچویں نمبر پر ہے۔

☆ فاضل بریلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی تائید کرنے والے علمائے مکہ مکرمہ میں حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے دوسرے خلیفہ مولانا شیخ احمد مکی امدادی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بھی ہیں۔ موصوف نے بھی اپنے پیر بھائی اکابر دیوبند کے کفر وارتداد کا حکم شرع بیان کرنے میں ذرا جھجک محسوس نہیں کی اور امام احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی

تائید میں دھوم دھام سے تقریظ لکھی۔

موصوف کی تقریظ کے چند جملوں کا ترجمہ قارئین کرام ملاحظہ تو فرمائیں:۔

''حمد وصلوٰۃ کے بعد کہتا ہے بندہ ضعیف اپنے ربّ لطیف کے لطف کا امیدوار، احمد مکی چشتی صابری امدادی کہ میں اس رسالہ پر مطلع ہوا جو چاروں بیانوں پر مشتمل ہے، قطعی دلیلوں سے موید اور ایسی حجتوں سے جو قرآن وحدیث سے ثابت کی گئی ہیں گویا وہ بے دینوں کے دل میں بھالے ہیں میں نے اسے تیز تلوار پایا. کافر، فاجر وہابیوں کی گردن پر .. 'تو اللہ تعالیٰ اس کے مولف کو سب سے بہتر جزا عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہمارا اور اس کا حشر زیر نشان سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کرے اور ایسا کیوں نہ ہو کہ وہ دریائے زخار ہے .... 'صحیح دلیلیں لایا جن میں کوئی علت نہیں. اور سزا وار ہے کہ اس کے حق میں کہا جائے کہ وہ حق و دین کی مدد کرنے اور بے دینوں سرکشوں کی گردنیں قلع قمع کرنے پر قائم ہے. سن لو وہ پرہیزگار فاضل ستھرا، کامل، پچھلوں کا معتمد اور اگلوں کا قدم بقدم، فخر اکابر، مولانا مولوی محمد احمد رضا خاں ہے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ اس کے امثال کثیر کرے اور مسلمانوں کو اس کی درازی عمر سے نفع بخشے (آمین)

کچھ شک نہیں کہ یہ طائفے صراحۃً دلیلوں کو جھٹلا رہے ہیں تو ان پر کفر کا حکم لگایا جائے گا. تو سلطان اسلام پر واجب ہے کہ ایسوں کی آلودگی سے زمین کو پاک کرے اور ان کے اقوال وافعال کی قباحتوں سے لوگوں

کو بچائے۔" ۲۶

امدادی بارگاہ کے اس فیصلے کو دیکھ کر یہ شعر بے ساختہ نوک قلم پر آ گیا۔

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

☆ مولانا عبدالحق الہ آبادی مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ کے نامور شاگرد یعنی مولانا سید اسمٰعیل بن سید خلیل رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ (المتوفی ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۱۹ء) کے ہاشمی تیور اور امدادی جوہر ان کی تقریظ کے ہر لفظ سے عیاں ہیں اور موصوف کی تقریظ میں ایمانی فراست کے مظاہرے کو دیکھ کر ہر منصف مزاج پھڑک اٹھے گا اور بے ساختہ داد دینی پڑے گی کہ متحدہ ہندوستان کے اندر رہتے ہوئے کتنے ہی اہلِ علم حقیقت کی تہہ کو نہ پا سکے لیکن اتنی دُور رہتے ہوئے موصوف نے الفاظ کے آئینے میں جھانک کر حقیقت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ اسی لیے تو کہا گیا ہے، اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰه ___ "حسام الحرمین" کے اندر موصوف کی تقریظ چھٹے نمبر پر ہے۔ ان کی تقریظ کے چند جملوں کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے:۔

"حمد وصلوٰۃ کے بعد کہتا ہوں کہ یہ طائفے جن کا تذکرہ سوال میں واقع ہے۔ غلام احمد قادیانی اور رشید احمد اور جو اس کے پیرو ہوں جیسے خلیل احمد انبیٹھوی اور اشرفعلی وغیرہ ان کے کفر میں شبہ نہیں، نہ شک کی مجال، بلکہ جو ان کے کفر میں شک کرے بلکہ کسی طرح کسی حال میں انہیں کافر کہنے میں توقف کرے تو اس کے کفر میں بھی شبہ نہیں کہ ان میں کوئی دین

۲۶ "حسام الحرمین" مطبوعہ لاہور ص ۱۶۹ تا ۱۷۱

متین کو پھینکنے والا ہے اور ان میں کوئی ضرورت دین کا انکار کرتا ہے جن پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ تو اسلام میں ان کا نام ونشان کچھ باقی نہ رہا جیسا کہ کسی جاہل سے جاہل پر بھی پوشیدہ نہیں" ۲۷

موصوف کی ایمانی فراست کا کرشمہ ان کے ان لفظوں کے آئینے میں دیکھئے:۔

"مجھے ایسا علم یقین حاصل ہوا جس میں اصلاً شک نہیں کہ یہ کافروں کے یہاں کے منادی (ایجنٹ) ہیں۔ دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو باطل کرنا چاہتے ہیں۔" ۲۸

مولانا سید اسمٰعیل بن سید خلیل مکّی رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ نے بجا فرمایا واقعی یہ حضرات کسی کی آواز ہو کر رہ گئے تھے ___ چند سکوں اور چند روزہ زندگی کے راحت و آرام کی خاطر ایمان جیسی متاعِ عزیز کو بھی داؤ پر لگا دیا تھا ___ انہوں نے جو کچھ کیا وہ کیا لیکن ان حضرات کے جبّوں اور عماموں کے باعث مولوی اور پیر کہلانے کے سبب کتنے ہی مسلمان آج تک دھوکا کھا رہے ہیں اور ان کے پیچھے لگ کر ان کی محبت کا شکار ہو کر مفت میں اپنے ایمان کی دولت کو ضائع کر بیٹھتے ہیں ___

علامہ سید اسمٰعیل مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان ہندی لصوص دین کے چہروں پر پڑی ہوئی تقدیس کی نقاب کو ہٹا کر اسی تقریظ میں یوں حقیقت کا اظہار بھی فرمایا:۔

"حاصل یہ کہ زمین ہند میں سب طرح کے فرقے پائے جاتے ہیں اور یہ باعتبار ظاہر ہے ورنہ وہ حقیقت میں کافروں کے راز دار (ایجنٹ) ہیں اور

۲۷ "حسام الحرمین" مطبوعہ لاہور، ص ۱۳۱
۲۸ "حسام الحرمین" مطبوعہ لاہور، ص ۱۳۵

دین کے دشمن ہیں اور ان باتوں سے ان کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں
میں پھوٹ ڈالیں''۔ ۲۹

واقعی یہ انگریزوں کا برطانوی منصوبہ تھا کہ مسلمانوں میں پھوٹ ڈال کر ان کی اجتماعی قوت کو ختم کر دیا جائے (۱) اور دوسری جانب ان کے کانوں میں اپنے ایجنٹوں کے ذریعے ایسی باتیں ڈالی جائیں جن کے باعث ان کا ایمان اپنی موت مر جائے اور جس ایمانی قوت کے سامنے کفر ٹھہر نہیں سکتا' انگریزوں کے مقابلے پر وہ قوت ہی نہ رہے ـــــ برٹش گورنمنٹ کے اس گھناؤنے منصوبے کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کی خاطر جن ہندی حضرات نے اپنے دین و ایمان تک کا سودا کر دیا تھا اور اسلامیان ہند کو ایمان سے محروم کرنے کا بیڑہ

---

۲۹ ''حسام الحرمین'' مطبوعہ لاہور' ص ۱۳۳

نوٹ: اسی حقیقت کا انکشاف اسی بزرگ شخصیت مولانا سید اسمٰعیل بن سید خلیل' حافظ کتب حرم شریف (وصال ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۱۹ء) نے چھ سال قبل' ''فتاویٰ الحرمین برجف ندوۃ المین'' (۱۳۱۷ھ/ ۱۹۱۳ء) کی تقریظ میں بھی ان الفاظ میں کیا تھا:

''والظاہر ان ھذا من دسائس الکفرۃ ویدل علیہ تسمیتم لہ بھذا الاسم''

''ظاہر یہ مجلس کافروں کے مکر نہانی سے ہے جس پر اس کا نام ندوہ رکھنا ہی دلیل ہے''۔

(''فتاویٰ الحرمین'' (۱۳۱۷ھ) مشمولہ ''رسائل رضویہ'' حصہ اول' مطبوعہ لاہور' ص ۱۸۸۔۱۸۹)

یہ حضرات یہ سب برٹش سرکار کی سرپرستی میں کر رہے تھے۔ ملا اخوند جان بخاری' مجاور حرمین شریفین نے بھی اسی نکتہ کی تائید ان الفاظ میں فرمائی تھی:

''مع کونہم بین المخالفین من الکفرۃ والفرق الضالۃ القدیمۃ والحدیثۃ الکثیرہ کیوم من الشہر ولیس لہم حاکم سنی یزجر اعدائہم ویسفرھم عن البلد بالقہر واعداؤھم معلنون بھذا اھبہم الباطلۃ ومجھدون فی ترویج اباطیلہم العاطلۃ..''

''حالانکہ وہ اپنے مخالفوں کافروں اور نئے پرانے گمراہ فرقوں میں ایسے ہیں جیسے مہینے میں ایک دن۔ اور ان کا کوئی حاکم سنی نہیں جیسے ان کے دشمنوں کو جھڑکنا اور بالجبر شہر سے نکال دینا ممکن۔ اور ان کے دشمن اپنے باطل مذہب علانیہ گا رہے ہیں اور اپنی بے معنی خرافات پھیلانے میں خوب جان لڑا رہے ہیں....''

(''فتاویٰ الحرمین'' (۱۳۱۷ھ) مشمولہ ''رسائل رضویہ'' حصہ اول' مطبوعہ لاہور' ص ۱۹۲۔۱۹۳)

(۱) ''پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو'' (Divideand rule) اہل مغرب بالخصوص فرنگیوں کی فی زمانہ ایسی جانی پہچانی پالیسی ہے جو آج کسی تعارف کی محتاج نہیں.... امام اہل سنت' محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۵ء میں ''حسام الحرمین'' کے عربی الفاظ اور اردو ترجمہ کی اشاعت سے مسلمانانِ ہند کو آگاہ فرما دیا تھا۔ (رفیق)

اٹھایا ان گندم نما جو فروش قسم کی ہستیوں میں یہ پانچوں حضرات سب سے نمبر لے گئے.... ہندی مسلمانوں کے ایمان و اتحاد کے خرمن میں ان پانچوں حضرات نے جو آگ لگائی وہ آج تک بجھنے میں نہیں آئی بلکہ وقت کے ساتھ ساتھ اور شدّت سے بھڑکتی جا رہی ہے۔ افسوس۔

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

یہی ملت اسلامیہ کے بطلِ جلیل' علامہ سید اسمٰعیل بن سید خلیل مکی آفندی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ ہیں جو ۱۳۱۷ھ میں فاضل بریلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے رسالہ ''فتاویٰ الحرمین برجف ندوۃ المین'' پر تقریظ لکھنے کے وقت سے امام احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ میں عقیدت کے پھول نچھاور کرتے اور یادوں کے چراغ جلائے رکھتے تھے.... جب سات سال انتظار کرنے کے بعد ۱۳۲۳ھ میں اسی چودھویں صدی کے آفتابِ علم و عرفان کو اپنی نگاہوں کے سامنے جلوہ گر پایا تو پروانہ وار نثار ہونے لگے.... فاضل بریلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی تائید میں تقریظ لکھتے ہوئے مجدد برحق کے بارے میں حق و صداقت کے اس پرستار کا قلم صفحہ قرطاس پر یوں عقیدت و حقیقت کے موتی بکھیرتا چلا گیا:

میں اللہ عزّوجل کی حمد بجا لاتا ہوں کہ اس نے اس عالم باعمل کو مقرر فرمایا جو فاضل کامل ہے' منقبتوں اور فخروں والا' اس مثل کا مظہر کہ اگلے پچھلوں کے لئے بہت کچھ چھوڑ گئے یکتائے زمانہ' اپنے وقت کا یگانہ' حضرت احمد رضا خاں' اللہ بڑے احسان والا پروردگار اسے سلامت رکھے' ان کی بے ثبات حجتوں کو آیتوں اور قطعی حدیثوں سے باطل کرنے لئے اور وہ کیوں نہ ایسا ہو کہ علمائے مکہ اس کے لئے ان فضائل کی گواہیاں دے رہے ہیں اور اگر وہ سب سے بلند مقام پر نہ ہوتا تو علمائے مکہ اس کی نسبت یہ گواہی نہ دیتے' بلکہ میں کہتا ہوں کہ اگر اس کے

حق میں یہ کہا جائے کہ وہ اس صدی کا مجدد ہے تو البتہ حق و صحیح ہے"۔ ۳۰

☆ مولانا عبدالحق الہ آبادی مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے دوسرے شاگرد مولانا کریم اللہ مہاجر مدنی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مراجعت کے بعد بھی "الدولۃ المکیۃ" کی تقاریظ کے لیے سب سے بڑھ کر کوشش کی اور عالم اسلام کی مایہ ناز شخصیت محقق یگانہ، عشق رسول کی شمع فروزاں، علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو "الدولۃ المکیۃ" بھیج کر اور بااصرار نامہ و پیام کر کے تقریظ حاصل کی (۱) موصوف ہندوستانی عالم اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے علمی و روحانی فرزند تھے۔ موصوف نے اپنی تقریظ کے اندر امدادی کیمپ سے بغاوت کرنے والے اکابر دیوبند کا ذکر ان لفظوں میں کیا ہے:

"حمد و نعت کے بعد میں نے واقفیت حاصل کی "الدولۃ المکیۃ" کی جو امام، بزرگ، محقق، نکتہ رس، سیدی و ملاذی اس زمانے کے مجدد، عبدالمصطفےٰ، ان پر روح و دل فدا ہوں یعنی مولانا احمد رضا خاں، اللہ حنان منان انہیں سلامت رکھے، کی تالیف ہے تو جو کچھ جھوٹے وہابی، دروغ باف گنگوہی کے متبعین وغیرہ ان کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ ہمارے بزرگ سردار (فاضل بریلوی) اللہ ان کا ذکر بلند کرے وہ اس بات کے قائل ہیں کہ

---

۳۰ "حسام الحرمین"، مطبوعہ لاہور، ص ۱۳۳

(۱) علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۶۵ھ/۱۸۴۸ء - ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۲ء) کی منتخب تصانیف کے درج ذیل اردو تراجم شائع ہو چکے ہیں:

(۱) "فضائل درود" مترجم: مولانا حکیم محمد اصغر فاروقی (مطبوعہ لاہور)

(۲) "جواہر البحار" مترجم: علامہ عبدالحکیم خاں اختر شاہجہانپوری (مطبوعہ لاہور)

(۳) "برکات آل رسول" مترجم: علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری (مطبوعہ لاہور)

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حالات زندگی کے لئے آخر الذکر دونوں تصانیف کے مقدمے مطالعہ فرمائیں نیز "نابغۂ فلسطین" (مرتبہ: خلیل احمد رانا صاحب۔ مطبوعہ لاہور) ملاحظہ کیجئے (رفیق)

.. خالق ارض و سماء (جل جلالہ) اور باعث تخلیق کائنات (صلی اللہ علیہ وسلم) کا علم مساوی ہے۔ یہ صریح جھوٹ، بالکل افترا اور بدترین بہتان ہے۔ جھوٹوں پر اللہ کی لعنت اور ظالموں کا ٹھکانہ برا ہے... انہیں ملعون اتہامات کو دفع کرنے کے لئے حرمین شریفین کے ہمارے سرداروں اور علماء کی تقاریظ لکھی گئیں"۔ ۳۱

جہاں متحدہ ہندوستان میں امدادی کیمپ سے بغاوت کرنے اور تخریب دین وافتراق بین المسلمین کو اپنا نصب العین ومشغلہ بنانے والے اکابر دیوبند کا اندرون ملک قبلہ حاجی صاحب کے متوسلین نے ناطقہ بند کیا ہوا تھا.... وہاں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ سے امدادی علماء نے برٹش حکومت کے ایماء واشارے پر مقدس شجر اسلام میں غیر اسلامی عقائد ونظریات کی قلمیں لگانے والے اکابر دیوبند کی اسلام دشمنی کا شرعی حکم بیان کرنے میں کوئی پس و پیش نہیں کی اور اپنی شرعی ذمہ داری کو نبھانے والے دیگر علمائے حرمین طیبین سے ذرا بھی پیچھے نہیں رہے۔

ان حقائق کو دیکھ کر یہ واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ سے اکابر دیوبند راندہ درگاہ ہو چکے تھے اور ان مہربانوں کا حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کوئی دینی ایمانی رشتہ باقی رہ نہیں گیا تھا۔

حاجی صاحب موصوف نے اپنی زندگی میں اسے یہی سمجھا ہوگا کہ ان کے متوسلین میں علمی اختلاف واقعہ ہوگیا ہے جس کا منشا علمائے دیوبند کی غلط فہمی اور بعض مسائل کو حقیقت کو سمجھ نہ پانے کے باعث ہے.... یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنے متوسلین کے درمیان سے اختلاف کی خلیج کو ہٹانے کی خاطر "فیصلہ ہفت مسئلہ" نامی کتاب لکھی اور اختلافی امور کے بارے میں اپنا عقیدہ و عمل واضح فرما دیا تاکہ جو انہیں اپنا روحانی پیشوا اور پیرومرشد مانتے ہوں وہ اس کے

---

۳۱ "الدولۃ المکیۃ" مطبوعہ کراچی، ص ۱۵۹

مطابق اپنا عقیدہ و عمل رکھیں گے اور جو اپنے پیرومرشد کے عقیدے اور عمل کے خلاف جائیں گے ان کی بغاوت سب پر خود واضح ہو جائے گی۔

حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا رفع اختلاف کی خاطر یہ کتابچہ مکہ مکرمہ سے مولوی اشرفعلی صاحب تھانوی کے پاس آیا اور قبلہ حاجی صاحب نے ان کے لیے حکم بھیجا کہ:

''اسے مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے پاس بھیج دیا جائے۔''

جب اس حکم کی تعمیل ہوگئی تو سرکار گنگوہیت مآب نے اپنے پیرومرشد کے مرسلہ تمام کتابچوں کو جلا دینے کا حکم صادر فرمایا۔ گنگوہی صاحب نے ''فیصلہ ہفت مسئلہ'' کی جملہ کاپیاں جلا دینے کا حکم اپنے شاگرد خواجہ حسن نظامی کو دیا تھا..... یہ واقعہ خواجہ حسن ثانی نظامی دہلوی کی زبانی سنیے اور غیر جانب دار ہو کر معاملے کی تہہ تک پہنچیے:

''نذر آتش کرنے کی یہ خدمت والدی حضرت خواجہ حسن نظامی کے سپرد ہوئی جو اس وقت گنگوہ میں حضرت مولانا رشید احمد (گنگوہی) کے ہاں زیر تعلیم تھے لیکن خواجہ صاحب نے جلانے سے پہلے اس کو پڑھا اور جب ان کو وہ کتاب اچھی معلوم ہوئی تو انہوں نے استاد کے حکم کی تعمیل میں آدھی کتابیں تو جلا دیں اور آدھی بچا کر رکھ لیں۔

اس کے کچھ عرصہ بعد مولانا اشرفعلی تھانوی، مولانا گنگوہی سے ملنے آئے اور ان سے پوچھا کہ ''میں نے کچھ کتابیں تقسیم کرنے کے لیے آپ کے پاس بھیجی تھیں ان کا کیا ہوا؟'' مولانا گنگوہی نے اس کا جواب خاموشی سے دیا لیکن کسی حاضرالوقت نے کہا کہ ''علی حسن (خواجہ حسن نظامی) کو حکم ہوا تھا کہ انہیں جلا دو'' مولانا تھانوی نے میاں علی حسن (خواجہ حسن نظامی) سے پوچھا کو ''کیا واقعی تم نے کتابیں جلادیں؟''

انہوں نے جواب دیا کہ ''استاذ کا حکم ماننا ضروری تھا اس لئے میں نے آدھی کتابیں تو جلا دیں اور آدھی میرے پاس محفوظ ہیں۔''

حضرت خواجہ (حسن نظامی) صاحب بیان کرتے تھے کہ مولانا تھانوی اس سے اتنے خوش ہوئے کہ آم کھا رہے تھے۔ فوراً دو آم اٹھا کر مجھے انعام دیئے'' ۳۲

میرا خیال ہے کہ قارئین کرام کو اب یہ سمجھنے میں ذرا بھی الجھن نہیں رہی ہوگی کہ دیوبندی بیڑے کے ناخدا یعنی مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی ان دنوں مقدس اسلام سے بغاوت کر کے برٹش گورنمنٹ کے امام ربانی اور قطب الاقطاب بن گئے تھے۔ اب وہ حکومت وقت کے ہاتھوں میں چوں قلم در دست کاتب تھے۔ اب تخریب دین وافتراق بین المسلمین سے باز آ کر اصل اسلام کی جانب لوٹنا ان کے بس کی بات نہیں رہ گئی تھی کیونکہ چند روزہ زندگی کے آرام و راحت کی خاطر انہوں نے دارین کی اپنی ساری متاع فروخت کر دی تھی۔ دریں حالات وہ اپنے پیرومرشد کی کوئی اسلامی و ایمانی بات ماننے سے مجبور بنے بیٹھے تھے لہٰذا ان حالات میں قبلہ حاجی صاحب کے فیصلے کا ان کی بارگاہ میں وہی حشر ہونا تھا جو گنگوہی صاحب نے کر کے دکھادیا۔ ے

دیکھو تو دلفریبی انداز نقش پا
موج خرام یار بھی کیا گل کتر گئی

چودھواں نکتہ

مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفیٰ ۱۳۰۸ھ / ۱۸۹۰ء) متحدہ ہندوستان کے ایک مائیہ ناز اور بلند پایہ عالم ہو گزرے ہیں۔ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اور

۳۲ ماہنامہ: ''منادی'' (دہلی) جلد ۳۹ شمارہ ۱۲، ۲۲

کئی دیگر دیوبندی علماء نے ان سے علمی استفادہ کیا تھا۔ موصوف کے بارے میں مولوی خلیل احمد صاحب انبٹھوی نے اپنی خلاف دین و دیانت تصنیف ''براہین قاطعہ'' میں لکھا ہے:۔

''خود شیخ العلماء نے جو معاملہ ہمارے شیخ الہند مولوی رحمت اللہ کے ساتھ کیا وہ کسی پر مخفی نہیں۔'' ۳۳

اس عبارت میں انبٹھوی صاحب نے رحمۃ اللہ کیرانوی کو ہمارے شیخ الہند کہا ہے۔ مولانا کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۸۵۷ء کے بعد مکہ مکرمہ کو ہجرت کر گئے تھے کیونکہ اس جنگ آزادی میں حصہ لینے کی پاداش میں ان کی ساری املاک ضبط ہو گئی تھی۔ وہاں انہوں نے مدرسہ صولتیہ کی بنیاد رکھی۔ حکومت وقت کی جانب سے پایۂ حرمین کا لقب اور قاضی القضاۃ کا عہدہ ملا۔

انبٹھوی صاحب نے اپنی اسی کتاب میں مولانا کیرانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ذکر ان لفظوں میں کیا ہے:

''اس آخر وقت میں اب مولوی رحمت اللہ صاحب تمام علمائے مکہ پر فائق اور بہ اقرار علمائے مکہ اعلم ہیں۔'' ۳۴

انبٹھوی صاحب نے مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ۱۳۰۴ھ میں مذکورہ لفظوں کے ساتھ یاد کیا اور کیوں نہ ہو جبکہ موصوف سے کتنے ہی دیوبندی علماء نے علمی استفادہ کیا تھا۔ دریں حالات مولانا کیرانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو دیوبندی بریلوی خانہ ساز اختلاف میں ملوث نہیں کیا جا سکتا بلکہ ان کی رائے اور فیصلے کو بے لاگ ماننا ہو گا کیونکہ وہ حق و صداقت پر ہی مبنی ہو گا۔ ان کا تعلق صرف حقانیت و صداقت سے تھا' کسی فریق کی حمایت یا مخالفت سے انہیں کوئی سروکار نہیں تھا۔ چنانچہ مولانا کیرانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے گنگوہی اور

۳۳ ''براہین قاطعہ'' مطبوعہ نیشنل پرنٹنگ پریس' دیوبند ص ۲۳

۳۴ ''براہین قاطعہ'' مطبوعہ دیوبند، ص ۲۶۷

انبٹھوی صاحبان کے خلاف مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۷ء) کی تصنیف لطیف ''تقدس الوکیل'' پر تقریظ لکھی۔

معزز قارئین پہلے ان کی تقریظ کے چند ابتدائی جملے ملاحظہ فرمائیں:۔

''بعد حمد اور نعت کے کہتا ہے راجی رحمۃ ربہ المنان رحمت اللہ بن خلیل الرحمٰن غفرلہ الحنّان کہ مدّت سے بعض باتیں جناب مولوی رشید احمد صاحب کی سنتا تھا جو میرے نزدیک اچھی نہ تھیں اعتبار نہ کرتا تھا کہ انہوں نے ایسا کہا ہو گا اور مولوی عبدالسمیع صاحب جو ان کو میرے سے رابطہ شاگردی کا ہے، جب تک مکہ معظمہ میں نہیں آئے تھے' تحریراً منع کرتا تھا اور مکہ معظمہ میں آنے کے بعد تقریراً بہت تاکید سے منع کرتا تھا کہ آپس میں مختلف نہ ہوں اور علمائے دیوبند کو اپنا بڑا سمجھو۔ پر وہ مسکین کہاں تک صبر کرتا اور میرا اعتبار نہ کرنا کس طرح ممتد رہتا کہ حضرات علمائے مدرسہ دیوبند کی تحریر اور تقریر بطریق تواتر مجھ تک پہنچی ہے، تمام افسوس سے کچھ کہنا پڑا اور چپ رہنا خلاف دیانت سمجھا گیا۔ سو کہتا ہوں کہ میں جناب مولوی رشید کو رشید سمجھتا تھا مگر میرے گمان کے خلاف ''کچھ اور ہی'' نکلے۔ جس طرف آئے اس طرف ایسا تعصب برتا کہ اس میں ان کی تقریر اور تحریر دیکھنے سے رونگٹا کھڑا ہوتا ہے۔'' ۳۵

وہی مولانا کیرانوی جو اپنے علمی فرزندوں سے فرماتے تھے کہ آپس میں اختلاف نہ کرو اور علمائے دیوبند کو اپنے بڑے بھائی سمجھو'.... جب ان کے سامنے علمائے دیوبند کی تحریریں اور تقریریں متعدد ذرائع سے پہنچیں اور واضح ہوا کہ علمائے دیوبند نے تو اب اہل

۳۵ ''تقدیس الوکیل'' مطبوعہ لاہور' ص ۴۱۵

اسلام کے خلاف محاذ بنا کر علمائے اسلام سے جنگ شروع کر رکھی ہے تو دیوبندی بیڑے کے ناخدا، مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے بارے میں ان کی تحریروں کے پیش نظر ''تقدیس الوکیل'' پر تقریظ لکھتے ہوئے اظہار حق کے شرعی فریضہ سے یوں سبکدوش ہوتے ہیں:

''پھر حضرت رشید نے جو نواسے (امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی طرف توجہ کی تھی، اس پر بھی اکتفا نہ کیا اور خود ذات نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ اخوانہ وآلہ واصحابہ وسلم کی طرف توجہ کی۔ پہلے مولود کو کنہیا کا جنم اشٹمی ٹھہرایا اور ان کے بیان کو حرام بتلایا اور کھڑے ہونے کو کوئی کیسے ہی ذوق و شوق میں ہو بہت بڑا منکر (برا کام) فرمایا اس ٹھہرانے بتلانے، فرمانے سے لکھو کھہا علمائے صالحین اور مشائخ مقبول رب العالمین (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) ان کے نزدیک بڑے نفرتی ٹھہر گئے۔۔۔۔ پھر ذات نبوی میں اس پر بھی اکتفا نہ کر کے اور امکان ذاتی کا اعتبار چھ خاتم النبیین بالفعل ثابت کر بیٹھے اور امکان ذاتی کے باعتبار تو کچھ حد ہی نہ رہی اور ان کا مرتبہ کچھ بڑے بھائی سے بڑا نہ رہا۔ اور بڑی کوشش اس میں کی کہ حضرت (نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا علم شیطان لعین کے علم سے کہیں کمتر ہے اور اس عقیدے کے خلاف کو شرک ٹھہرایا۔۔۔۔۔

پھر ذات اقدس نبوی ہی پر کتفا نہ کیا، ذات اقدس الٰہی کی طرف بھی متوجہ ہوئے اور جناب باری تعالیٰ کے حق میں دعویٰ کی کہ اللہ کا جھوٹ بولنا ممتنع بالذات نہیں بلکہ امکان جھوٹ بولنے کو اللہ تعالیٰ کی بڑی صفت کمال کی فرمائی۔۔۔۔ نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات۔

میں تو ان امور مذکورہ بالا کو بہت برا سمجھتا ہوں اور اپنے محبین کو منع کرتا

ہوں کہ حضرت مولوی رشید اور ان کے چیلے چانٹوں کے ایسے ارشادات نہ سنیں اور میں جانتا ہوں کہ مجھ پر بہت کچھ کھلم کھلا تبرا ہوگا لیکن جب جمہور علمائے صالحین اور اولیائے کاملین اور رسول رب العالمین اور جناب باری جہاں آفرین ان کی زبان اور قلم سے نہ چھوٹے تو مجھے کیا شکایت ہوگی؟______'' ۳۶

بھلانے پہ بھی قصہ عہد ماضی

بھلایا نہ جائے گا ہم سے نہ تم سے

احقر نے تو انہیں کرام کی سہولت کے لئے یہ چودہ نکات پیش کر دیئے ہیں جن کے باعث حقیقت کے چہرے پر ڈالے ہوئے کتنے ہی تہ بر تہ پردے ہٹ گئے [illegible] مصنف مزاج کو حقیقت اپنے اصلی رنگ و روپ میں چودھویں رات کے چاند کی طرح بے حجاب نظر آنے لگ گی۔ اگر احقر کی یہ چند معروضات ہی سامنے رکھی جائیں تو

☆ مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی کی ''المہند''

☆.... مولوی حسین احمد صاحب ٹانڈوی کی ''الشہاب الثاقب''

☆.... تمام علمائے دیوبند کی مشترکہ کاوشوں سے گھڑی ہوئی ''سیف النقی'' اور ''غایۃ المامول''

☆.... دارالعلوم دیوبند کے ناظم تعلیمات مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگی (المتوفی ۱۳۷۱ھ/۱۹۵۱ء) کی ''توضیح البیان'' وغیرہ

☆.... دیوبندی حضرات کے مناظر اعظم مولوی محمد منظور نعمانی، ایس جہانی کا ''فیصلہ کن مناظرہ'' اور ''فتح بریلی کا دلکش نظارہ''

☆.... مولوی اشرفعلی صاحب تھانوی کی ''بسط البنان''

☆.... مولوی ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد (المتوفی ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) کے گالیوں سے

۳۶ تقدیس الوکیل، مطبوعہ لاہور، ص ۴۱۹

لبریز مضامین ____ اور

☆..... مولوی محمد سرفراز صاحب گکھڑوی کی ''عبارات اکابر'' و ''باب جنت''

وغیرہ تصانیف سے ان مصنفین کی اسلام دشمنی، انصاف کشی، ضد، ہٹ دھرمی اور دھاندلی صاف نظر آنے لگے گی۔ اللہ جل شانہ، ابنائے زمانہ کو سچی ہدایت نصیب فرمائے آمین۔

اکابر دیوبند نے اللہ اور رسول (جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی شان پر حملہ کیا۔ ____ ان مقدس بارگاہوں کے متعلق نازیبا اور گندے الفاظ لکھے ... اور گندے عقیدے شائع کیے... تو یہ امر دیوبندی حضرات کے نزدیک نہ تو قابل اعتراض ہے اور نہ اس کے خلاف وہ کسی کو ایک لفظ بھی کہنے کی اجازت دے سکتے ہیں بلکہ ان مغلظات کو اسلام کی روح ماننے اور ''تقویۃ الایمان'' ''سراج الایمان'' ''مصباح الایمان'' نیز ... ''حفظ الایمان'' منوانے پر مصر رہتے ہیں۔

اگر کوئی صاحبِ علم مسلمان عظمتِ خدا جل شانہ اور ناموسِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کرنا ضروری سمجھے اور ان کی کوئی بھی خلاف دین ودیانت بات زبان یا قلم پر لے آئے تو یہ حضرات کسی مرحلے پر بھی اس سے درگزر کرنے کے روا دار نہیں ہو سکتے.... گویا ان حضرات کے نزدیک اب یہ ضروری نہیں رہا کہ کوئی خدا کا بندہ یا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا امتی بن کر رہے ان کی طرف داری کرے بلکہ دارالعلوم دیوبند کے تیار کردہ اسلام کا اولین رکن یہ ہے کہ ایک مسلمان کو علمائے دیوبند کا ہمنوا ہونا چاہیے اور اس کے بعد خواہ وہ اللہ اور رسول کو علمائے دیوبند کی طرح گالیاں بھی دیتا پھرے تب بھی اس کے ان جیسے مسلمان ہونے میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ بس ایسے لوگ انہی کی طرح کے مسلمان شمار ہوں گے اور جو اس زمرے سے باہر رہے وہ مشرک قرار پائیں گے بدعتی کہلائیں گے اور کسی مرحلے پر بھی انھیں مسلمانوں میں شمار نہیں کیا جائے گا۔

جب علمائے دیوبند پورے خلوص اور کمال تقدس کے ساتھ کفر بیزی کفر خیزی ... اور کفر ریزی کر رہے تھے تو علمائے اسلام سے یہ جرم سرزد ہو گیا کہ انہوں نے ان

حضرات کے بالمقابل اللہ تعالیٰ جل شانہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ وآلہ واصحابہ وسلم کی شان کا دفاع کرنا شروع کردیا۔ ان دنوں علمائے اہل حق سے جس نے اس جرم کا سب سے بڑھ کر ارتکاب کیا وہ ہے امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بابرکات'... موصوف کو پروردگار عالم جل شانہ نے چودھویں صدی میں سرمایہء ملت کی نگہبانی پر مقرر فرمایا تھا اور اس صدی کا مجدد بنایا تھا اس لیے وہ بھی اپنی جگہ پر ''اس جرم'' کا ارتکاب کرنے پر مجبور اور مامور تھے۔

فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا یہ ایسا فعل ہے جس کے باعث علمائے دیوبند نے انھیں آج تک معاف نہیں کیا اور انہیں سبّ وشتم کا نشانہ بنا کر دیوبندی خواہ وہ عالم ہو یا جاہل وزیر ہو یا دربدر پھرنے والا فقیر بہرحال اساطین دیوبند کی بارگاہوں میں سرخرو ہونے کی کوشش ضرور کرتا ہے' خواہ اللہ تعالےٰ جل شانہ اسے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت میں شمار کرے یا نہ کرے ایماں کی دولت اس کے پاس رہے یا نہ رہے لیکن اکابر دیوبند کی محبت اور عقیدت اور امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی نفرت وعداوت کا دل میں ہونا ضروری ہے۔ ____ اسی ضرورت کے تحت ان حضرات کے لئے فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کو مطعون کرنا بہتان باندھنا اور ان پر الزامات عائد کرنا ایسا ہی ضروری ہو گیا ہے جیسا کہ روافض نے حضرات خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ تعالےٰ علیہم پر تبّرا کرنا اپنے دین کا رکن اعظم بنایا ہوا ہے، ____ چاہیئے تو یہ تھا کہ اکابر دیوبند' کفریہ عبارتیں نہ لکھتے کفریات سے باز آجاتے اور ان کی نشرواشاعت نہ کرتے اور جب وہ ایسا کر لیتے ہیں تو فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کو ان کی تکفیر کا شرعی فریضہ ادا ہی نہ کرنا پڑتا یعنی،

نہ وہ کفر کرتے، نہ تکفیر ہوتی
رضا کی خطا اس میں سرکار کیا ہے

گکھڑوی صاحب کی مزاج پرسی

جید اساطین دیوبند کی طرح ہر دیوبندی عالم کی دین و دیانت اور انصاف و صداقت سے ہمیشہ دشمنی رہی ہے۔ اسی دیو بندگی کے نشے سے چکنا چور ہو کر آج کل مولوی ابو الزاہد محمد سرفراز خاں صاحب صفدر گکھڑوی کچھ زیادہ ہی اچھل کود رہے ہیں۔ معلوم کچھ ایسا ہوتا ہے کہ موصوف دوسروں سے کچھ زیادہ ہی پی بیٹھے ہیں۔ ان کی علمائے اہلسنت اور خصوصاً اعلیٰ حضرت، مجدد دین وملت، امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ پر الزامات و بہتانات کی دھواں دھار بمباری کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موصوف تو اپنے اسلاف کے بھی کان کترتے جا رہے ہیں۔ گکھڑوی صاحب اگر اپنی تصانیف میں اہلسنت و جماعت پر ناجائز حملے نہ کرتے تو ہمیں کیا ضرورت پڑی تھی کہ انہیں خواہ مخواہ مخاطب کرتے لیکن موصوف کی ڈینگیں اور لن ترانیاں نظر انداز کرنے کے قابل نہیں ہیں مثلاً انہوں نے اپنی مخصوص ترنگ میں کس ٹھاٹ باٹ سے لکھا ہے:

''مولوی احمد رضا خاں (محدث بریلوی) کا مزاج نہایت جذباتی اور طبیعت بے حد غلو پسند اور متعصبانہ تھی۔ ان کی عبارات میں اس امر کا واضح ثبوت موجود ہے ___ اپنے مخالفین اور خصوصاً علماء دیوبند کی تکفیر میں جو طریق انہوں نے اختیار کیا ہے، عالم تو درکنار دنیا کا کوئی شریف انسان بھی اس کو اختیار نہیں کر سکتا کہ ان کی مراد اور نیت کے خلاف ان کی عبارات کا مطلب از خود تراشے اور بزور کشید کر کے ان پر کفر کا فتویٰ لگائے اور پھر ان کی تکفیر نہ کرنے والوں بلکہ شک کرنے والوں کو بھی کافر قرار دے حالانکہ اکابر علماء دیوبند چلا چلا کر کہتے رہے ہیں کہ جو مطلب تم نے بیان کیا ہے یا تم مراد لے رہے ہو ہماری ہرگز وہ مراد نہیں اور نہ ہم اس معنیٰ کو صحیح سمجھتے ہیں بلکہ ہم بھی اس کو کفر سمجھتے ہیں۔ انصاف اور دیانت کا تقاضا تو یہی تھا کہ خان صاحب (محدثِ بریلوی) اس کے بعد ان کی تکفیر سے باز آجاتے اور علمائے دیوبند سے معافی مانگ لیتے کہ

میں نے غلط سمجھا تھا اور میں اب اپنے سابق غلط فتویٰ سے رجوع کرتا ہوں لیکن خان صاحب (فاضل بریلوی) نے مرتے دم تک اپنی ضد نہیں چھوڑی اور اکابر علماء دیوبند کی ناروا تکفیر سے باز نہیں آئے۔ ان کی چند عبارات ملاحظہ کریں۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

''نمبر ۱ غلام احمد قادیانی اور رشید احمد اور جو اس کے پیرو ہوں جیسے خلیل احمد انبٹھوی اور اشرفعلی وغیرہ ان کے کفر میں کوئی شبہ نہیں، نہ شک کی مجال، بلکہ جو ان کے کفر میں شک کرے بلکہ کسی طرح کسی حال میں انہیں کافر کہنے میں توقف کرے اس کے کفر میں بھی شبہ نہیں۔''

(''حسام الحرمین'' ص ۱۳۱، ''فتاویٰ افریقہ'' ص ۱۰۹) ۳۷

اگر گکھڑوی صاحب یہ سمجھتے ہیں کہ وہ دھاندلی اور سینہ زوری سے اپنے اکابر کی کفریہ عبارتوں کو اسلامی ثابت کر لیں گے تو یہ ان کی بھول ہے کیونکہ جس طرح رات کبھی دن نہیں ہو سکتی اسی طرح کفر کبھی اسلام ثابت نہیں ہو سکتا۔

اگر علمائے دیوبند کو اپنی بے روریا اور غیر متعصب برٹش سرکار ابد قرار .. اور سراسر بت پرست گاندھوی سرکار سے وظیفوں اور نذرانوں کے بدلے اسلام دشمنی اور حق وصداقت کا منہ چڑانے کی ڈیوٹی ملی ہوئی ہے تو بفضلہٖ تعالیٰ اہل حق کو حق وصداقت کا علم بلند رکھنے نیز عظمتِ خداوندی اور ناموسِ مصطفوی کا دفاع ان حضرات کی ذمہ داری ہے جسے وہ قیامت تک ادا کرتے رہیں گے اور وہ اپنا فریضہ ادا کرنے سے کبھی نہیں رک سکتے خواہ ان کے راستے میں میدان کربلا آئے یا قلعہ گوالیار لہٰذا

ہاں چاہتے ہیں کہنا کچھ اپنی لے میں ہم بھی
نغمۂ نو روز رکھ دے اب سازِ لن ترانی

☆......☆......☆......☆

۳۷ ''عبارات اکابر''، مطبوعہ لاہور، بار اول ۱۳۹۲ھ، ص ۱۸ تا ۲۰

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

چل مرے خامہ بسم اللہ

اولاً

مجدد مائتہ حاضرہ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ کی علمائے ہند کے علاوہ علمائے حرمین طیبین نے تائید وتصدیق کی نیز ان حضرات کے پاکیزہ تاثرات اور اعزازو اکرام کے الفاظ ''فتاویٰ الحرمین'' ''حسام الحرمین'' ''الدولۃ المکیۃ'' ''الاجازات المتینہ'' اور''کفل الفقیہ'' وغیرہ کتب و رسائل میں موجود ہیں جن کی ایمان افروز ، خارجیت سوز جھنکار سے سارا عالم اسلام گونج رہا ہے ___ اگر اس میں ذرا بھی بناوٹ ہوتی تو علمائے حرمین کو یہ مطبوعہ کتابیں دکھا کر ان حضرات سے تردید کروائی جاسکتی تھی ___ جب مخالفین کسی تصدیق کرنے والے مکی یا مدنی عالم سے ایسا ایک بیان بھی حاصل نہیں کر سکے تو مبتدعین زمانہ کا فاضلِ بریلوی رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ کے خلاف شور مچانا کسی منصف مزاج کے نزدیک کوّے کی بے مقصد کائیں کائیں سے کتنا مختلف ہوسکتا ہے۔

ثانیاً

اکابر دیوبند نے خود کفریہ عبارتیں لکھیں.... خود انہیں سالہا سال تک شائع کرتے رہے.... علمائے اہلسنت کی جانب سے متواتر مواخذہ ہوتا رہا.... ردوّتردید میں ملک کے گوشے گوشے سے کتب و رسائل شائع ہوئے .... اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ بھی تحریری طور پر ان حضرات کو سمجھاتے اور کفریات کو برابر واضح کرتے رہے.... جب دیکھا کہ وہ اپنے کفریات پر مصر ہیں اور اس کے باوجود کہ وہ اپنی کسی عبارت میں کوئی اسلامی پہلو نہیں دکھا سکے، پھر بھی ان متنازعہ عبارتوں کو بدل کر اسلامی بنانے اور ان سے رجوع کرنے پر آمادہ نہیں ہیں تو مسلمانوں کو ان کے کفریات میں ملوث ہو کر ایمان کی دولت برباد کرنے سے بچانے کی خاطر اکابر دیوبند کی تکفیر کا شرعی فریضہ ادا کرنا پڑا۔ یہ سب کچھ

عظمتِ خداوندی اور ناموسِ مصطفوی کے دفاع میں اہل اسلام کی خیر خواہی کے لئے گیا۔

فاضل بریلوی رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ کا یہ اتنا بڑا ''جرم'' ہے کہ دیوبندی حضرات کسی مرحلے پر اسے معاف کرنے کے روادار نہیں ہو سکتے بلکہ اس کے باعث'' عبارات اکابر'' کے مصنف کو تو چودھویں صدی کا مجدّد اور سرمایہ ملت کا نگہبان' ایک شریف انسان ہی نظر نہیں آتا۔ اکابر دیو بند نے اللہ تعالےٰ جل شانہ اور رسول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو گالیاں دیں تو انہیں توبہ کرنے کی ضرورت نہیں تھی بلکہ جس نے یہ ثابت کیا کہ ان لوگوں نے اللہ تعالےٰ جل شانہ اور رسول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو گالیاں دے کر اپنے دین و ایمان کا بیڑہ غرق کرلیا ہےٗ اسے چاہیے تھا کہ علمائے دیوبند سے معافی مانگ کر نعوذ باللہ یہ عہد کر لیتا کہ

''آئندہ آپ اللہ(جل شانہ) و رسول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو جتنی چاہیں نعوذ باللہ گالیاں دیں لیکن میں نہیں بولوں گا۔
جتنے مسلمانوں کو چاہیں معاذ اللہ کفر کے سمندر میں ڈبو دیجئے لیکن میں آپ حضرات کے تقدس میں چھپے ہوئے کفریات کے پردے نہیں کھولوں گا''۔

اکابر دیوبند نے اللہ و رسول(جل شانہ و صلی اللہ علیہ وسلم) کو مغلظات سنائیں لیکن دیوبندی حضرات کے نزدیک وہ شریف انسان ہی نہیں بلکہ شرافت کے پیکر اور اسلام کے ایسے علمبردار تھے کہ اسلام قائم ہی ان حضرات کے دم قدم سے تھا ___ افسوس! جن حضرات نے انصاف و دیانت کا یوں سر بازار خون کر دیا ہو وہ چاہیں تو اللہ اور رسول (جل شانہ و صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان پر حملہ کرنے والوں کے سر پر بزرگی کا تاج رکھیں. اور چاہیں تو عظمتِ خداوندی وشانِ مصطفوی کا دفاع کرنے والوں کو ملزموں کے کٹہرے میں کھڑا کر دیں کیونکہ جو اپنے اَرۡبَاباً مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ کا ہو رہا اس نے ہر بات کو اسی زاویہ نظر سے دیکھنا ہے جبکہ ایک مسلمان کا زاویہ نظر اَلۡحُبُّ فِی اللّٰهِ وَالۡبُغۡضُ

فِــــی اللہِ ہوتا ہے.... یہ دونوں نظریے متضاد ہیں اور اجتماعِ ضدین محال ہوتا ہے۔ دریں حالات ؎

الٹا کار سب ہے کہ کیونکر بنے
الٹا یار الٹی بات الٹے ہم

جو حضرات دیوبندیت و بریلویت کے خول سے باہر نکل کر اور این و آں کی نفرت و محبت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے صرف اللہ جل شانہ کے بندے اور نبی آخر الزمان سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے امتی بن کر ان کفریہ عبارتوں کو بغور دیکھیں تو ہر منصف مزاج کو آفتاب نیمروز کی طرح یہی نظر آئے گا ع

وفا کے بھیس میں ''بیٹھے تھے پانچوں'' [illegible]

ثالثاً:

مصنف صاحب کا یہ کہنا ہے۔

''اکابر دیوبند چِلّا چِلّا کر کہتے اور لکھتے رہے ہیں کہ جو مطلب تم نے بیان کیا ہے یا جو تم مراد لے رہے ہو ہماری ہرگز وہ مراد نہیں۔''

گکھڑوی صاحب! ذرا ''عبارات اکابر'' کے مصنف سے کہیے تو سہی کہ وہ کفریہ عبارتیں اردو زبان کی ہیں، کوئی لاطینی یا عبرانی زبان کی نہیں ہیں کہ ان کے سمجھنے والے ہی نایاب ہوں ہر پڑھا انسان ان عبارتوں کا مفہوم آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔

علاوہ بریں وہ کوئی پہیلیاں یا بجھارتیں نہیں ہیں کہ گتھیاں سلجھانی پڑیں گی بلکہ سیدھی سادی عبارتیں ہیں اور ان عبارتوں کے وہی مفہوم و مطالب لیے جا سکیں گے جو ہر عاقل و منصف کے نزدیک ان عبارتوں سے نکل رہے ہیں۔

اگر کوئی حنظل کہے اور بتائے کہ ''میری مراد مالٹا ہے'' یا کوّا کھائے اور کبوتر بتائے تو ایسی شعبدہ بازی کسی عاقل کے نزدیک کب قابل قبول ہے؟.... ایسی مراد

کوئی چِلّا چِلّا کر بتائے یا دیواروں سے ٹکریں مار کر کہے پھر بھی نامراد ہی رہے گا کیونکہ مفہوم کا عبارت کے اندر ہونا ضروری ہے۔

اگر ان اکابرِ دیوبند کا مقصدِ حیات کا فرگری ہو کر نہیں رہ گیا تھا تو وہ عبارتیں آسمانی وحی نہیں تھیں کہ ان میں تبدیلی نہیں کی جا سکتی تھی بلکہ چند مولویوں کی عبارتیں تھیں اور فریق ثانی کا مطالبہ بھی یہی تھا کہ ''ان کا مفہوم کفریہ ہے لہٰذا انھیں بدل کر اسلامی بنا لیجئے''.. اگر نیت میں کھوٹ نہ ہوتا اور کسی کے ہاتھوں میں چوں قلم در دست کاتب نہ ہو گئے ہوتے تو چند لفظوں کی تبدیلی میں رکاوٹ کیا تھی؟.... ان عبارتوں کو خود یا مل جل کر تبدیل کر لیتے تو سارا قضیہ ہی ختم ہو جاتا اور ان مہربانوں کی بھڑکائی ہوئی فتنہ فساد کی آگ اسی وقت بجھ جاتی جس نے مسلمان کہلانے والوں کے خرمن اتحاد میں آگ لگائی ہوئی ہے اور مدعیان اسلام آج تک اہل سنت و جماعت کہلانے کے باوجود آپس میں دست و گریبان چلے آتے ہیں۔

اگر اکابر دیوبند ایسا کر لیتے اور اس کے باوجود مواخذہ کرنے والے باز نہ آتے تو ہر عاقل یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا کہ معترضین کی نیت میں کھوٹ ہے اور وہ مخالف برائے مخالفت کر رہے ہیں''... دنیا نے دیکھا کہ اکابر دیوبند مرتے وقت تک اپنی کفریہ عبارتوں کو اسلامی بنا لینے پر آمادہ نہیں ہوئے اور عمر بھر اختلاف کی آگ کو بھڑکاتے اور مسلمانوں کے خرمن اتحاد میں آگ ہی لگاتے رہے... دریں حالات کون یہ سمجھنے پر مجبور نہیں ہوگا کہ وہ حضرات ظاہری تقدس کے لبادے میں چھپ کر تخریب دین و افتراق بین المسلمین کے لیے وقف ہو کر رہ گئے تھے۔

رابعاً:

''عبارات اکابر'' کے مصنف نے جو لکھا ہے کہ:

فلاں صورت حال کے بعد خان صاحب بریلوی کو چاہیے تھا کہ علمائے دیوبند سے معافی مانگ لیتے اور اپنے فتوے سے رجوع کر لیتے۔

گکھڑوی صاحب! اپنے اونچی چوٹی کے مصنف کو بتا دیجئے کہ حضور والا! اگر آج بھی آپ اپنے اکابر کی کفریہ عبارتوں کو اسلامی ثابت کر دیں تو اختر شاہجہان پوری وعدہ کرتا ہے کہ وہ اخبارات ورسائل میں یہ اعلان شائع کروا دے گا کہ علمائے دیوبند کی تکفیر میں امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے غلطی واقع ہوگئی تھی..... اس کے برعکس مصنف صاحب اپنے اونچی چوٹی اور گاندھوی لنگوٹی کے سارے دیوبندی علماء کے تعاون سے بھی ان عبارتوں کو اسلامی ثابت نہ کرسکیں تو اپنے نانوتوی، گنگوہی، انبٹھوی اور تھانوی ''اَرْبَاباً مِّنْ دُوْنِ اللہِ'' کو مرتد مان کر مسلمان ہونا پڑے گا اور اخبارات ورسائل میں یہ اعلان شائع کروانا پڑے گا کہ:

''اپنے ان فلاں فلاں مولویوں کو ہم آج تک بزرگ مانتے رہے لیکن ہم پر واضح ہوگیا ہے کہ وہ چاروں تو اسلام و مسلمین کے پراسرار دشمن ہوکر اسلام کے دائرے سے برضاورغبت نکل گئے تھے۔''

گکھڑوی صاحب! اگر آپ کے بلند بانگ مصنف صاحب ایسی تحریر دینے کے لیے تیار ہوں تو جلد از جلد بسم اللہ کریں اور ٹھنڈے دل و دماغ سے، افہام وتفہیم کی خاطر، اس عاجز کے ساتھ تحریری گفتگو کا سلسلہ شروع کر دیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ دنیا دیکھ لے گی کہ آپ کے مصنف صاحب اور ان کی ساری دیوبندی برادری کے جملہ بلند بانگ دعاوی کے سارے جو ہر کھل جائیں گے حق و باطل ایسا کرنے سے میزانِ تحقیق و انصاف پر تل جائیں گے اور علمی دھاندلی کرنے والوں کو معلوم ہو جائے گا۔

فلک کو ابھی دل جلوں سے پڑا کام نہیں
جلا کے خاک نہ کر دوں تو داغ نام نہیں

گکھڑوی صاحب! شاید آپ کے مصنف صاحب نے یہ باطل سوز شعر آج تک سنا نہیں ہے۔

کلک رضا ہے خنجر خونخوار برق بار
اعداء سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

خامساً

گکھڑوی صاحب! ذرا ''عبارت اکابر'' کی مذکورہ پیش کردہ عبارت پھر ملاحظہ فرمائیے۔ اس عبارت کا خط کشیدہ حصہ موصوف نے ''حسام الحرمین'' صفحہ ۱۳۱ اور ''فتاوے افریقہ'' صفحہ ۱۰۹ سے نقل کیا ہے اور بتایا ہے کہ یہ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت ہے۔

جناب عالی!

ذرا ''حسام الحرمین'' اور ''فتاوٰی افریقہ'' میں اس عبارت کو ایک مرتبہ اور دیکھ لیجئے۔ اگر یہ عبارت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے بجائے علمائے مکہ مکرمہ سے محافظ کتب حرم اور اسلام کے بطل جلیل، علامہ سید اسمٰعیل بن سید خلیل مکی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ (المتوفی ۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء) کی تقریظ کے ان لفظوں کا ترجمہ ہو جن کے ذریعے موصوف نے اکابر دیوبند کے بارے میں حکم شرع بیان فرمایا تھا تو اپنے قبیلے کے اونچی چوٹی کے مصنف صاحب کو اس علمی خیانت کی دل کھول کر داد تو دے دینا، جو اہل حق کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جھوٹ بول رہے ہیں، مطلقاً اس کرتوت پر نہیں شرماتے اور نہ ارشاد خداوندی ''لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ'' کو ذرا بھی خطرے میں لاتے ہیں۔

گکھڑوی صاحب! کیا ایسا دروغ گو اور گندم نما جوفروش از روئے شرع مردود الشہادۃ اور ناقابل اعتبار نہیں ہوتا؟ ___ کیا حق وباطل کا فیصلہ کرنا ایسے ہی فنکاروں اور شعبدہ بازوں کا کام ہے؟ ___

سادساً

علامہ سید اسمٰعیل بن سید خلیل مکی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے اظہار حق سے معلوم نہیں

سومنات نجد کے ہر دیو کا بند بند کیوں کانپ اٹھتا ہے؟ ___ کیوں ان کی عبارتوں کو دوسروں کے سر منڈھنے کا فراڈ کیا جاتا ہے؟ حالانکہ علامہ موصوف تو حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے علمی فرزند تھے، جن کے ساتھ علمائے دیوبند اپنا روحانی رشتہ بڑے فخر سے ثابت کرنے میں کوشاں رہتے ہیں... کہیں وہ رشتہ ناطہ محض ہاتھی کے دکھانے والے دانت تو نہیں ورنہ خوف خدا اور شرم نبی کے باعث نہ سہی لیکن قبلہ حاجی صاحب کی علمی بارگاہ کا تحفہ سمجھ کر ہی علامہ موصوف کے فیصلے کو تسلیم کر لیتے... خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ حضرات علمائے دیوبند کے سامنے وہ کونسی مصلحت تھی جو ان کو حق کے قبول کرنے سے باز رکھے ہوئے تھی جس کے باعث ان مہربانوں میں یہی مردانگی اور دینداری رہ گئی تھی کہ جیتے جی حق کو باطل اور باطل کو حق بتاتے رہے، دریں حالات:۔

کہنے کو ان سے کہہ رہا ہوں حال دل مگر
ڈر ہے کہ شان ناز پہ شکوہ گراں نہ ہو

سابعاً

مصنف صاحب یہ بھی تاثر دے رہے ہیں کہ:

"اللہ اور رسول (جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو گالیاں دینے والے ان چاروں علمائے دیوبند کو صرف چند بریلوی علما ہی کافر سمجھتے ہیں اور ان کے نزدیک اکثر علمائے اہلسنت نے ان کی تکفیر نہیں کی اور توقف کرنے والے تو بیشمار تھے۔"

گکھڑوی صاحب! ذرا "عبارات اکابر" کے مصنّف کی عقل کے ناخن تو لیجئے۔علمائے پاک وہند کی تصدیقات پر مشتمل "الصوارم الہندیہ" نامی کتاب آپ نے یقیناً پڑھی ہو گی کیا وہ دو سو اڑسٹھ علمائے کرام بھی چند ہیں؟ حالانکہ ہم اس تعداد کو بفضلہٖ تعالیٰ کئی گنا بڑھا سکتے ہیں لیکن ہماری فہرست کے علماء تو سینکڑوں کی تعداد میں بھی چند ہی شمار ہوں گے

لہٰذا ہم مصنّف صاحب کی فہرست ہی دیکھنا چاہتے ہیں تا کہ ہمیں بھی معلوم ہو جائے کہ واقعی ہی تکفیر نہ کرنے والے علماء بیش تر اور توقف کرنے والے تو بیشمار نکل آئے ___ دیکھتے ہیں کہ مصنّف کی طرف سے ان بیشتر اور بے شمار علماء کی فہرستیں کب تک منظر عام پر آتی ہیں:

خیالِ خاطرِ احباب چاہیے ہر دم
انیس ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو

مصنف صاحب نے اپنی دوسری تصنیف میں مفتی احمد یار خاں بدیوانی گجراتی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۱۳۹۱ھ/ ۱۹۷۱ء) کو للکارتے ہوئے خوب جوانمردی دکھائی اور بیش خویش اپنے اکابر کا سارا قرض چکا دیا.... جو فرما دیا اسے حرف آخر سمجھ لیا۔ جتنے مغالطے دیئے انہیں "باب جنت" سمجھا.... جتنا آسمان کی طرف تھوکا اسے دوسروں کے منہ میں گرتا ہوا سمجھا.... جتنی چاند کی طرف دھول اڑائی، اسے تحقیق کا جوہر قرار دے کر سمجھ بیٹھے کہ آسمان میں تھگلی لگا دی ہے ___ اب ان کی ڈیڑھ گرہ کوئی کھول نہیں سکے گا۔

ان کی ایٹمی عبارت کے تیور تو ملاحظہ ہوں۔

"مفتی صاحب نے دیوبندی مظلوموں پر کفر وارتداد کا ظالمانہ نشتر چلاتے ہوئے بے دھڑک علمائے عرب وعجم کا نام استعمال کیا ہے۔یہ بھی مفتی صاحب کی انتہائی خیانت ہے۔ بات اصل میں یہ تھی کہ انگریز کے زمانے میں ایک خاص مصلحت کے پیش نظر مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے اکابر علمائے دیوبند کی عبارات کو قطع وبرید کر کے علمائے حجاز سے ان کے خلاف فتویٰ لیا اور "حسام الحرمین" کے نام سے وہ شائع کیا تھا لیکن جب اکابر علمائے دیوبند کو اس مکاری کا علم ہوا تو حضرت مولانا خلیل احمد سہار نپوری (انبیٹھوی) نے اپنے اور اپنے اکابر کے عقائد لکھ کر علمائے حرمین اور

شام و فلسطین وغیرہ کو بھیجے۔انہوں نے وہ پڑھ کر خان صاحب بریلوی پر صد
نفریں کی..... اور اکابر علمائے دیو بند کو پکا مسلمان اور سنی مسلمان کہا اور ان
اکابر کے عقائد اور علمائے حرمین وغیرہ کے فتویٰ کتاب ''المہند علی المفند'' میں
مذکور ہیں جو ۱۸ شوال ۱۳۲۵ھ سے مسلسل کئی بار طبع ہوئی اور اب صرف اردو
میں ''عقائد علمائے دیو بند'' کے نام سے متعدد مقامات سے وہ کتابچہ شائع
ہو چکا ہے اور اس کے بعد حرمین اور عرب وغیرہ ممالک کے کسی معتبر عالم
نے دیو بندیوں کی ہرگز تکفیر نہیں کی۔اگر مفتی صاحب میں دم خم ہے تو اس
کے بعد کے علمائے حرمین اور عرب کی ''المہند علی المفند'' کی طباعت کے
بعد کی تکفیر بتاتے اور اب بھی ہمت ہے تو بتا دیں۔'' [1]

گکھڑوی صاحب! آپ نے مصنّف ''بابِ جنت'' کے بلند بانگ دعاوی ملاحظہ
فرمائے..... ان کی ڈینگیاں اور لن ترانیاں سن لیں..... بس جو کچھ انہوں نے فرما دیا گویا وہ
ثابت ہو گیا کیونکہ ان کے ارشادات کو کسی ثبوت کی ضرورت بھی کیا ہے اور آخر لوح
محفوظ سے وہ کونسے دور رہتے ہیں کہ کسی خارجی ثبوت کی ضرورت پیش آئے .. بہر حال محض
احقاق حق اور ابطال باطل کی خاطر یہ فقیر اپنے رب قدیر اور اس کی حبیب بشیر و نذیر
(جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی تائید و اعانت کے بھروسے پر میدان تحقیق میں قدم
رکھتا اور یہ کہتا ہوا اپنے رہوار قلم کو اذن خرام دیتا ہے۔

غزل اس نے چھیڑی؛ مجھے ساز دینا
ذرا عمر رفتہ کو آواز دینا

گکھڑوی صاحب! آپ ذرا ''بابِ جنّت'' کے مصنّف کو بتا دیں کہ:
اے ساتھی! ابرہہ کے ہاتھی! وہ دیکھ خدائی فوج ظفر موج کا ایک

[1] ''باب جنت'' (مطبوعہ لاہور طبع اول) ص ۳۶

ابابیل (اختر شاہجہان پوری) آج آیاتِ محکمہ، سنّتِ قائمہ اور فریضۂ عادلہ
کی تین کنکریاں لے کر عین آنجناب معلّی القاب کی نجدی چندیا پر منڈھلا
رہا ہے۔اب حضور والا بھی کعصفٍ مّاکول ہونے کے لیے تیار ہو
جائیں۔پھر نہ کہنا کہ مجھے تو خبر نہ ہوئی۔''

اولاً

مصنّف صاحب غور تو فرمائیں کہ علمائے دیو بند نے خود ہی برضا و رغبت غیر
اسلامی روش اختیار کی کہ مسلمان کہلانے اور صاحبان جبہ و دستار ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ جل
شانہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں دیں..... خود ہی ان گالیوں اور
سراسر غیر اسلامی عقیدوں کو بڑے اہتمام سے شائع کرتے رہے۔___ان حالات میں علمائے
اہلسنت کے سمجھانے بجھانے خوف خدا' اور خطرہ روز جزاء یاد دلانے کے باوجود بھی ان
کفریہ عبارتوں کو اسلامی بنانا گوارہ نہ کیا... اور نہ جیتے جی ان کفریہ عبارتوں سے توبہ کی ...
اس پر علمائے عرب و عجم نے تو از راہ خیر خواہی صرف مسلمانوں کو خبردار کیا تھا کہ

''فلاں فلاں حضرات غیر اسلامی راستے پر گامزن ہو کر رہنما کی جگہ رہزنِ
دین و ایمان ہو گئے ہیں لہٰذا ان کے پیچھے لگ کر اپنے ایمان کی متاعِ
عزیز ضائع نہ کر بیٹھنا۔''

یہ اللہ تعالیٰ جل شانہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے
مسلمانوں کی خیر خواہی میں فرض عاید ہوتا تھا جو ان حضرات کو ادا کرنا چاہیئے تھا۔

''بابِ جنّت'' کے مصنّف کو شکایت ہے کہ مسلمانوں کو خبر دار کرنے والے علماء
حق نے اپنا شرعی فریضہ کیوں ادا کیا؟... ان کے اَرْبَاباً مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ کو سر بازار ننگا کیوں
کیا؟..... ان کے چہروں پر ظاہری تقدس کی پڑی ہوئی نقاب ہٹا کر ان پانچوں حضرات کے
مکروہ چہرے ساری دنیا کو کیوں دکھائے؟..... گویا اللہ تعالیٰ جل شانہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کو گالیاں دینا اور انہیں پورے اہتمام سے شائع کرنا (نعوذ باللہ) ترقی درجات کا زینہ تھا..... عظمت خداوندی اور ناموس مصطفوی پر (نعوذ باللہ) حملہ کرنے کا ان حضرات کو پیدائشی حق حاصل تھا اور ایسا کرنے سے ان کے نزدیک ان کے دین و ایمان کی صحت پر کوئی برا اثر نہیں پڑا بلکہ ان کی بزرگی کے آسمان میں گویا اور چار چاند لگ گئے۔

کاش! ''بابِ جنّت'' کے مصنّف نے اس تصادم کے دونوں فریقوں کا پہلے تعین کر لیا ہوتا تاکہ معاملے کو سمجھنے میں آسانی ہوتی آیئے ہم بتاتے ہیں کہ

اس تصادم کا فریق اول اکابر دیوبند ہیں جنہوں نے اللہ تعالےٰ جل شانہ اور رسول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شان پر ناپاک حملے کے۔

فریق ثانی اللہ و رسول (جل شانہ و صلی اللہ تعالے علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم) ہیں جن کی شان پر حملے ہوئے......

کیا مصنّف صاحب کلیجے پر ہاتھ رکھ کر بتانے کی جرات کریں گے کہ وہ فریقین میں سے کس کو ظالم سمجھتے ہیں؟..... کاش! دیوبندی حضرات یہ فیصلہ دنیا میں ہی کر لیں تو سب سے زیادہ خود ان کا اپنا بھلا ہوگا کہ وہ مفت میں عاقبت برباد کرنے کے وبال سے بچ جائیں گے واللہ ولی التوفیق

اگلا مرحلہ فریقین کی حمایت اور طرف داری کرنے والوں کا ہے۔ اکثر علمائے کرام (رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین) نے اللہ تعالےٰ جل شانہ اور رسول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا حمایتی بن کر حملہ آوروں سے مقابلہ کرنا اپنا اسلامی اور ایمانی فریضہ شمار کیا اور اس عظیم فرض کے ادا کرنے میں وہ اپنی پوری صلاحیتیں بروئے کار لے آئے..... جبکہ بعض صاحبان جبہ وہ بھی تھے اور ہیں کہ جنہوں نے عظمتِ خداوندی اور ناموسِ مصطفوی کو نظر انداز کرتے ہوئے اللہ تعالےٰ جل شانہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمنوں یعنی اپنے حملہ آوروں کا ساتھ دینا ضروری سمجھا... اللہ تعالےٰ جل شانہ اور رسول صلی اللہ تعالےٰ علیہ

وآلہ واصحابہ وسلم کے خلاف صف آراء ہونا منظور کر لیا لیکن اپنے اَرْبَاباً مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ کی حمایت سے دست بردار ہونا کسی مرحلے پر بھی پسند نہیں ہے۔

اس قضیئے کو صرف علمائے دیوبند اور امام احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ کا ٹکراؤ قرار دینا محض ایک مغالطہ ہے کیونکہ یہ اس المناک کتاب کا ایک باب تو ضرور ہے لیکن اس تصادم کی بنیاد تو یہی ہے کہ اکابر دیوبند نے عظمتِ خداوندی اور ناموسِ مصطفوی پر حملے کیے اور جب تک وہ دنیا میں زندہ رہے تو اپنی اس ظالمانہ اور غیر اسلامی روش سے ایک انچ بھی نہیں ہٹے۔اسی کے پیش نظر علمائے عرب وعجم نے ان حضرات کی تکفیر کا شرعی فریضہ ادا کیا تھا۔

اس حقیقت کو اگر مفتی احمد یار خاں رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ نوکِ قلم پر لے آئے تو انہوں نے کونسی خیانت کا مظاہرہ کیا؟..... مفتی صاحب یا کسی بھی سُنّی عالم کو علمائے دیوبند پر ظالمانہ نشتر چلانے کی نہ اس سے پہلے کوئی ضرورت تھی اور نہ آج ہے بلکہ انسانی ہمدردی کے تحت رونا تو اس بات کا ہے کہ اکابر دیوبند کو اپنی جانوں پر اتنا ظلم نہیں کرنا چاہیئے تھا کہ چند کھوٹے سکوں اور چند روزہ زندگی کے آرام وراحت کے بدلے کفر وارتداد کے کڑوے پیالے برضا ورغبت پی گئے اور ڈکار تک نہ لی..... کاش! وہ ایسا نہ کرتے کیونکہ اسی المیہ کے باعث اہلسنت کہلانے والے آپس میں دست وگریباں چلے آرہے ہیں اور ان حضرات کے پیچھے لگ کر ہزاروں لاکھوں مسلمان اپنے ایمان کی دولت کو برباد کر چکے ہیں

وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْم.

ثانیاً

مصنّف صاحب اس عبارت کے ذریعے یہ تاثر بھی دینا چاہتے ہیں کہ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے گویا حکومت کے ایماء پر علمائے دیوبند کی تکفیر کی تھی حالانکہ یہ مصنف صاحب کا ایسا الزام ہے جس کی صحت پر وہ اپنی ساری زندگی میں ایک دلیل بھی قائم

نہیں کر سکیں گے (۱)......

حقیقت یہ ہے کہ ان پانچوں حضرات کی تکفیر محض ان کی کفریہ عبارات اور غیر اسلامی عقائد و نظریات کے باعث ہوئی تھی۔ مصنف صاحب اس میں خواہ مخواہ سیاسی رنگ بھرنا چاہتے ہیں۔ اگر اس تکفیر میں حکومت وقت کا ذرا سا اشارہ بھی ہوتا تو برٹش گورنمنٹ کے خود کاشتہ پودا یعنی مرزا غلام احمد قادیانی کی ہرگز تکفیر نہ کی جاتی۔ اس تکفیر نے تو انگریزی حکومت کو اتنا نقصان پہنچایا کہ شاید ۱۸۵۷ء کے بعد کی پوری نوے سالہ تاریخ میں اسے اتنا نقصان سب مل کر نہ پہنچا سکے ہوں کہ اس کی پراسرار شطرنج کے مہرے مات ہو گئے..... اس کے وہ خود کاشتہ پودے جو تناور درخت ہو چکے تھے انہیں بریلی کے ایک مرد حق آگاہ نے جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا.... برٹش گورنمنٹ کے پراسرار جنرل ایجنٹوں کو ساری دنیا کے سامنے ننگا کر دکھایا .....

ثالثاً

ہو سکتا ہے کہ مصنف صاحب اس بات پر چیں بجبیں ہوں کہ اکابر دیوبند کو مرزا غلام احمد قادیانی کی طرح برٹش گورنمنٹ کے ایجنٹ کیوں کہہ دیا اور عین ممکن ہے کہ وہابی حضرات کے شبانہ روز غلط پروپیگنڈے کے باعث بعض قارئین بھی ہمارے اس بیان سے اتفاق نہ کریں... ایسے جملہ حضرات کی خدمت میں ہم خود علمائے دیوبند کی تصانیف ہی سے چند عبارتیں پیش کر کے قارئین کرام سے انصاف کے طلب گار ہوں گے۔ دیوبندی حضرات کی مشترکہ کوششوں سے تیار کی ہوئی مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کی سوانح حیات میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے متعلق ایک واقعہ یوں مرقوم ہے:

(۱) اس الزام کے بے سروپا ہونے اور امام اہل سنّت' مجدّدِ دین و ملّت' محدّثِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (وصال ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) کی مجاہدین جنگ آزادی سے محبت و عقیدت' نصرانیت کی شدید مذمت' پادریوں کی مخالفت' برطانوی حکام اور محبین نصاریٰ سے نفرت اور انگریزی تعلیم و تہذیب کی مذمت سے متعلق جاننے کے لئے پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کا زوردار مقالہ: "گناہ بے گناہی" (ناشر رضا اکیڈمی' لاہور) ملاحظہ فرمائیں (رفیق)

"ایک مرتبہ ایسا بھی اتفاق ہوا کہ حضرت امام ربانی (مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی) اپنے رفیق جانی مولانا قاسم العلوم (مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی) اور طبیب روحانی اعلیٰ حضرت حاجی صاحب و نیز حافظ ضامن صاحب کے ہمراہ تھے اور بندوقچیوں (حریت پسندوں) سے مقابلہ ہو گیا۔ یہ نبرد آزما جتھا اپنی سرکار کے مخالف باغیوں کے سامنے سے بھاگنے والا یا ہٹ جانے والا نہ تھا۔ اس لیے اٹل پہاڑ کی طرح پرّا جما کر ڈٹ گیا اور سرکار پر جانثاری کے لئے تیار ہو گیا۔ اللہ رے شجاعت و جوانمردی کہ جس ہولناک منظر سے شیر کا پتّہ پانی اور بہادر سے بہادر کا زہرہ آب ہو جائے' وہاں چند فقیر ہاتھوں میں تلواریں لیے جم غفیر بندوقچیوں کے سامنے ایسے جمے رہے گویا زمین نے پاؤں پکڑ لیے ہیں۔ چنانچہ آپ (گنگوہی صاحب) پر فیریں ہوئیں اور حضرت حافظ ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ زیر ناف گولی کھا کر شہید بھی ہوئے۔[۱]

گکھڑوی صاحب ذرا "بابِ جنّت" کے مصنف سے پوچھئے تو سہی کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں کیا یہ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے آباؤ اجداد یا اساتذہ و مشائخ حریت پسندوں سے مقابلہ کر رہے تھے یا مصنف کے وہ اپنے ہی اَرْبَاباً مِنْ دُوْنِ اللہِ تھے.... ؟

یہ اپنی انگریز سرکار کے مخالف باغیوں سے لڑنے والا اور اپنی برٹش سرکار پر جاں قربان کرنے والا گروہ بھلا کن افراد پر مشتمل تھا؟......

ذرا ملک و ملت کے ان پراسرار باغیوں' بدخواہوں اور جعفر بنگال و صادق دکن کے جانشینوں کے نام صفحہ دل پر لکھ لیجئے تاکہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آئے۔

۱ "تذکرۃ الرشید" حصہ اول مطبوعہ کراچی' ص ۷۴' ۷۵

گکھڑوی صاحب! ذرا ''بابِ جنّت'' کے مصنّف سے اتنی اپیل تو کر دیجئے۔

رہزنوں اور رہبروں کو غور سے پہچان کر
مولوی جی منصفی کرنا خدا کو مان کر

گکھڑوی صاحب! ''بابِ جنّت'' کے مصنّف کو بتا دیجئے کہ اگر انہوں نے اس تکفیر کے خاکے میں رنگ بھرنا ہی تھا تو انصاف و دیانت سے کام لے کر یوں بھرنا چاہیے تھا:۔

''انگریزوں نے اپنی سیاسی مصلحت کے تحت وظیفوں اور نذرانوں سے مالامال کر کے قادیانی و نانوتوی، گنگوہی و انبٹھوی اور تھانوی صاحب سے کفریہ عبارتیں لکھوائیں... مقدس شجر اسلام میں غیر اسلامی عقائد و نظریات کی قلمیں لگوائیں... جن کے باعث ایک جانب ... مسلمان اپنے ایمان کی دولت سے محروم ہونے لگے اور دوسری جانب... آپس میں سر پھٹول ہونے کے باعث اجتماعی قوت کمزور ہو گئی اور یوں برٹش گورنمنٹ نے اپنے ان پراسرار ایجنٹوں کے ذریعے اپنا سیاسی مقصد پورا کیا۔

اگر مصنّف صاحب ایسا لکھتے تو ان کا بیان حقیقت پر مبنی ہوتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ موصوف کو انصاف و دیانت سے اتنا لگاؤ نہیں جتنا اپنے اَرْبَاباً مِّنْ دُوْنِ اللہِ کی بارگاہوں میں نذرانہ عقیدت پیش کرنے سے سروکار ہے۔

گکھڑوی صاحب! آپ ''بابِ جنّت'' کے مصنف کو ان کے امام ربانی یعنی مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی آنجہانی کے بارے میں ان کے سوانح نگار مولوی عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی کا یہ فیصلہ کن اور واضح بیان تو سنا دیں جو میرٹھی صاحب نے گنگوہی صاحب اینڈ کمپنی کے بارے میں بقلم خود لکھا ہے:

''جیسا کہ آپ حضرات (گنگوہی صاحب اینڈ کمپنی) اپنی مہربان سرکار

کے دلی خیر خواہ تھے۔ تازیست خیر خواہ ہی ثابت رہے''۔ ۴

گکھڑوی صاحب آپ نے مصنّف ''بابِ جنّت'' کے اَرْبَاباً مِّنْ دُوْنِ اللہِ کا حال ملاحظہ فرما لیا۔ لگے ہاتھوں مصنّف صاحب سے اتنا تو پوچھ لیجئے کہ حضور والا!

☆ انگریز جیسے اسلام کے ازلی دشمنوں، مسلمانوں کے بدخواہوں کو کونسے غدارانِ ملک و ملت اپنی مہربان سرکار کہتے رہے......

☆ وہ کونسے لصوص دین تھے جو برٹش گورنمنٹ کے دلی خیر خواہ بن کر رہے؟

☆ ان گندم نما جو فروش بدبختوں کے نام کیا ہیں جو مرتے دم تک انگریزی حکومت کی خیر خواہی میں ثابت قدم رہے تھے؟....

قلم چور مصنف صاحب کے منہ سے کچھ تو نکلوایئے کہ انگریز کا تازیست دلی خیر خواہ رہنے والا احمد رضا خاں بریلوی تھا یا گنگوہی صاحب اینڈ کمپنی؟

..... اگر مصنف صاحب کی ابھی تسلی نہ ہوئی ہو تو انہیں سرکار گنگوہیت مآب کا اپنے متعلق یہ ذاتی بیان بھی سنا دیجئے:۔

''جب میں حقیقت میں سرکار کا فرماں بردار ہوں تو جھوٹے الزام سے میرا بال بھی بیکا نہ ہو گا اور اگر مارا گیا تو سرکار مالک ہے۔ اسے اختیار ہے جو چاہے کرے''۔ ۵

گکھڑوی صاحب! دیوبندی فوج کے جرنیل صاحب نے واشگاف لفظوں میں اپنی پوزیشن واضح کر دی۔ صاف بتا دیا کہ

میں تو برٹش گورنمنٹ کا فرماں بردار اور دلی خیر خواہ (ایجنٹ) ہوں، ہم تو اپنی مہربان برٹش سرکار کے حضور یوں ہیں جیسے مردہ غسال کے

---

۴ ''تذکرۃ الرشید'' حصہ اول مطبوعہ کراچی ص۷۹

۵ ''تذکرۃ الرشید'' حصہ اول، مطبوعہ کراچی ص۸۰

سامنے یا قلم کاتب کے ہاتھ میں۔ ____ مردے اور قلم کی کوئی مرضی نہیں ہوتی بلکہ مرضی اور اختیار کام کرتا ہے غسال اور کاتب کا' وہ ہماری مہربان انگریزی سرکار ابدقرار ہے"۔

کاش کوئی "بابِ جنّت" کے مصنّف کو اس وقت یہ شعر سنا دے۔

وہ شیفتہ کہ دھوم تھی حضرت کے زہد کی
میں کیا بتاؤں رات مجھے کس کے گھر ملے

گکھڑوی صاحب کیسے واشگاف الفاظ میں گنگوہی صاحب نے یہ وضاحت فرما دی تھی کہ میں حقیقت میں برٹش سرکار کا فرماں بردار ہوں اس کے باوجود اگر آپ کے سامنے کوئی انہیں برٹش گورنمنٹ کا مخالف بتائے اسے لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ سنا دینا ____

سرِ دست یہ بھی واضح کر دیا جائے کہ قیام پاکستان سے پہلے دیوبندی حضرات کا ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بارے میں نظریہ کیا تھا۔ اس سلسلے میں گنگوہی صاحب کے سوانح نگار مولوی عاشق الٰہی میرٹھی نے اپنی دیوبندی برادری کی ترجمانی کا فریضہ یوں ادا کیا ہے:-

"جن کے سروں پر موت کھیل رہی تھی انہوں نے کمپنی کے امن و عافیت کا زمانہ قدر کی نظر سے نہ دیکھا اور اپنی رحم دل گورنمنٹ کا سامنے بغاوت کا علم قائم کیا"۔ ۶

گکھڑوی صاحب! بے ذوق لوگوں کا تو ذکر ہی کیا لیکن کسی صاحب ذوق سے پوچھنا کہ اپنی رحم دل گورنمنٹ کمپنی کے امن و عافیت کا زمانہ ان لفظوں کے اندر معانی کے جو اتھاہ سمندر ٹھاٹھیں مار رہے ہیں' ان کا لحاظ رکھتے ہوئے انگریز بہادر

۶ "تذکرۃ الرشید" حصہ اول' مطبوعہ کراچی' ۷۳

کے ان بچاریوں کو برٹش حکومت کا مخالف اور ان کے مخالفوں کو خواہ مخواہ بغیر کسی ثبوت کے برٹش گورنمنٹ کا ایجنٹ بتانے سے مصنف صاحب کو کچھ تو شرم آ جانی چاہیے تھی......

راسخ العقیدہ مسلمانوں کو اگرچہ انگریزوں نے اپنے ظلم و جور کی چکی میں پیس رکھا تھا'.... ایسٹ انڈیا کمپنی اگرچہ نواب سراج الدولہ اور سلطان ٹیپو شہید جیسے ملت اسلامیہ کے سپوتوں کی قاتل سہی لیکن جعفر و صادق کی ڈگر پر چلنے والوں کے لیے تو رحم دل گورنمنٹ ہی تھی اور اس کا دور حکومت ایسے غداروں' ملت اسلامیہ کے بدخواہوں کے لیے تو امن و عافیت ہی کا زمانہ تھا......

کاش! چند روزہ زندگی کے آرام و راحت اور لقمہء تر کے عوض وہ حضرات اپنے دین و ایمان کا سودا نہ کرتے اور مسلمانوں میں فتنہ و فساد کی ایسی آگ نہ لگاتے جو تا حال بجھنے میں نہیں آئی بلکہ وقت کے ساتھ اور بھڑکتی جا رہی ہے.... پاکستان کو قائم ہوئے اتنی مدت گزر گئی لیکن کسی حکومت نے اس آگ کو بجھانے اور کنوئیں میں پڑے ہوئے اس کتے کو نکال کر کنوئیں کا پانی پاک کرنے کی مطلقاً کوشش نہیں کی.... بہرحال دین فروشی کے اس دور میں بھی فضاؤں کے اندر یہ آواز گونج رہی تھی ۔

اے طائر لاہوتی' اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

گکھڑوی صاحب! "بابِ جنّت" کے مصنّف کو یہ واقعہ بھی سنا دیجئے کہ ان کے مجدّد دین وملت اور حکیم الامّت یعنی مولوی اشرفعلی صاحب تھانوی (المتوفی ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) سے ان کے کسی معتقد نے سوال کیا کہ "اگر آپ کی حکومت ہو جائے تو آپ انگریزوں سے کیسا سلوک کریں گے؟...." تھانوی صاحب کا تاریخی جواب آج تک ان لفظوں میں موجود ہے:

"میں نے کہا محکوم بنا کر رکھیں گے کیونکہ جب خدا نے حکومت دی تو محکوم

بنا کر ہی رکھیں گے۔ مگر ساتھ ہی اس کے نہایت راحت و آرام سے رکھا
جائے گا' اس لیے کہ انہوں نے ہمیں آرام پہنچایا ہے'' ۷

تھانوی صاحب کے ان لفظوں میں کہ......

''انہوں نے ہمیں آرام پہنچایا ہے''

حقیقت نفس الامری کا کیسا واضح اعتراف ہے..... دوسری جانب برٹش گورنمنٹ
کے نمک حلال ہونے اور شکر گزاری کا ثبوت پیش کرنے کی خاطر یہ وضاحت بھی فرما دی کہ

''آج ہم محکوم سہی لیکن بالفرض ہماری حکومت ہو جائے تو ہم اپنے ان
انگریز محسنوں' کرم فرماؤں کو بھولیں گے نہیں بلکہ انہیں ہماری عملداری
کے اندر نہایت آرام و راحت سے رکھا جائے گا''

کیا موصوف کے اس ذاتی اعتراف کے بعد بھی کسی ثبوت کی ضرورت رہ جاتی ہے کہ
تھانوی صاحب برٹش گورنمنٹ کے لیے وقف ہو کر رہ گئے تھے یا نہیں۔ موصوف کے اس
آرام کی کہانی کو سابق صدر دیوبند یعنی علامہ شبیر احمد عثمانی (المتوفی ۱۳۶۹ھ/۱۹۴۹ء) کی زبانی
سنیے جبکہ ۷ دسمبر ۱۹۴۵ء کو علمائے دیوبند کی ایک خاص میٹنگ ہوئی کہ کانگریسی اور مسلم لیگی علمائے
دیوبند میں مصالحت کروائی جائے..... اس موقع پر طرفین کے دیوبندی اکابر کی موجودگی
میں علامہ عثمانی صاحب نے یہ حیرت انگیز انکشاف فرمایا جس کی کوئی بڑے سے بڑا دیوبندی عالم
بھی تردید نہ کر سکا..... موصوف نے فرمایا تھا:۔

''دیکھئے مولانا اشرفعلی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے اور آپ کے مسلم
بزرگ و پیشوا تھے۔ ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ
ان کو چھ سو روپے ماہوار حکومت کی جانب سے دیئے جاتے تھے۔ اس
کے ساتھ ہی وہ یہ بھی کہتے تھے کہ گو مولانا تھانوی کو اس کا علم نہ تھا کہ

۷ ''الافاضات الیومیہ'' حصہ چہارم' ص ۶۹۷

روپیہ حکومت دیتی ہے' مگر حکومت ایسے عنوان سے دیتی تھی کہ ان کو اس
کا شبہ بھی نہ گزرتا تھا''۔ ۸

گکھڑوی صاحب! چھ (۶۰۰) سو روپیہ ماہوار ملنے کی تو کسی سے تردید نہ ہو سکی۔
رہی عثمانی صاحب کی یہ توجیہہ کی

''تھانوی صاحب کو اس نذرانے کا علم نہ تھا یا انہیں اس کا شبہ بھی نہ گزرتا
تھا......''

تو جن حضرات کا آج بھی یہ خیال ہو ان سے پوچھیے تو سہی کہ

اگر آپ کے تھانوی صاحب کو انگریز حکومت کے وظیفے کا علم نہ ہوتا تو
دوران ملفوظات یہ کیسے فرماتے کہ'' ہماری اگر حکومت ہو جائے تو انگریزوں
کو نہایت راحت و آرام سے رکھا جائے گا کیونکہ انہوں نے ہمیں آرام
پہنچایا ہے''۔

علاوہ بریں اگر برطانوی نذرانوں اور برٹش حکومت کی دیگر عنایات سے تھانوی
صاحب بے خبر ہوتے اور ان کا نہیں شبہ بھی نہ گزرا ہوتا تو کفریہ عبارت کیوں لکھتے؟..... اگر سہواً
ایسا ہو جاتا تو علمائے اہلسنت کے سمجھانے بجھانے کے باوجود ہر گز کفر پر قائم رہنے کا عزم
بالجزم نہ کرتے۔___ دریں حالات بے خبر ہونے اور شبہ تک نہ گزرنے کی بات محض تھانوی
صاحب کے ظاہری تقدس کا بھرم رکھنے کی خاطر ہے۔ لہٰذا ان کے معتقدین کو ڈنکے کی چوٹ بتا
دیجئے کہ ان کے مسلم بزرگ اور پیشوا کو برٹش گورنمنٹ کی عنایات و وظائف کا پورا پورا علم تھا اور
انہوں نے وہ انتہائی المناک یعنی کفریہ ڈرامہ برٹش حکومت کے ہاتھوں میں چوں قلم در
دست کاتب ہو کر ہی کیا تھا' جس کا باعث انگریز حکومت اور تھانوی صاحب دونوں اپنی جگہ
مطمئن تھے کیونکہ_____ ؎

دیوبند کے مذکورہ بالا اجلاس میں مشہور دیوبندی گاندھوی عالم اور کانگرس کی پراسرار ذیلی شاخ
یعنی جمیعۃ العلماء ہند کے ناظم اعلیٰ مولوی حفظ الرحمان صاحب سیوہاروی (المتوفی ۱۳۸۲ھ

مچھلی نے ڈھیل پائی ہے، لقمے پہ شاد ہے
صیاد مطمئن ہے کہ کانٹا نگل گئی

۸ ''مکالمۃ الصدرین'' مطبوعہ لاہور' ص ۱۶

/ ۱۹۶۲ء) نے تبلیغی جماعت کے بانی مولوی الیاس صاحب کاندھلوی (المتوفی ۱۳۶۳ھ/ ۱۹۴۴ء) کے بارے میں علیٰ رؤوس الاشہاد ایک المناک انکشاف بھی فرمایا تھا جو مولوی طاہر احمد قاسمی دیوبندی کے لفظوں میں ملاحظہ ہو:۔

"اس ضمن میں مولانا حفظ الرحمٰن (سیوہاروی) صاحب نے کہا کہ مولانا الیاس صاحب (کاندھلوی) رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی تحریک کو بھی ابتداء حکومت کی طرف سے بذریعہ حاجی رشید صاحب کچھ روپیہ ملتا تھا پھر بند ہو گیا۔"[9]

گکھڑوی صاحب! دیوبندی حضرات کے حکیم الامت جناب تھانوی صاحب (م ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء) اور ان کے نزدیک صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی یاد تازہ کر دینے والے اور تبلیغی جماعت کے بانی جناب کاندھلوی صاحب (۱۳۶۳ھ/۱۹۴۴ء) کے تقدس کی جو تصویر آپ کے سامنے آئی ہے اس کے پیش نظر "باب جنت" کے مصنف کو یہ شعر تو سنا دیجئے۔

چھوتا نہیں شراب کو بھی بے وضو کیے
قالب مرے میں روح کسی پارسا کی ہے

موجودہ دیوبندی علماء کہا کرتے ہیں کہ:

"مانا ہمارے اکثر کانگریسی اکابر نے قیام پاکستان کے راستے میں رکاوٹیں

---

[9] "مکالمۃ الصدرین" مطبوعہ لاہور ص ۱۳

نوٹ: یہ وہی تبلیغی جماعت ہے جس کا بھارت میں مرکز بستی نظام الدین' دہلی اور پاکستان میں رائے ونڈ' لاہور ہے۔ اس کے بانی الیاس کاندھلوی دیوبندی (م ۱۳۶۳ھ/۱۹۴۴ء) قیام پاکستان (۱۴ اگست ۱۹۴۷ء) سے قبل وفات پا چکے تھے۔

تبلیغی جماعت اور اس کے بانی کے متعلق مزید معلومات کے لیے درج ذیل تصانیف ملاحظہ فرمائیں:

(۱) مشعل راہ — علامہ عبدالحکیم خاں اختر شاہجہانپوری
(۲) تبلیغی جماعت (حقائق و معلومات) — مولانا ارشد القادری صاحب
(۳) تبلیغی جماعت کی حقیقت — شیخ الاسلام ابوالحسن زید فاروقی مجددی
(۴) تبلیغی جماعت سے اختلاف کیوں؟ — مولانا ضیاء اللہ قادری صاحب
(۵) تبلیغی جماعت کے کارنامے — علامہ فیض احمد اویسی صاحب
(۶) تبلیغی جماعت کا شناختی کارڈ — علامہ فیض احمد اویسی صاحب
(۷) تبلیغی جماعت کی حقیقت — علامہ فیض احمد اویسی صاحب
(۸) تبلیغی جماعت علما دیوبند کی نظر میں — مولانا نواب دین گولڑوی صاحب

(رفیق)

ڈالیں ... تحریک پاکستان کو کمزور کرنے پر ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ اپنی تمام تر صلاحیتیں بت پرستوں کے قدموں پر نچھاور کیں.... اور بت پرست نوازی کے بین الاقوامی ریکارڈ بھی قائم کیے لیکن ہمارے دو چار عالم ایسے بھی تو ہیں جنہوں نے پاکستان کی تحریک میں بھرپور حصہ لیا اور ہمارے علامہ عثمانی نے جمعیۃ الاسلام اسی لئے قائم کی تھی۔"

اس امر کا ہمیں بھی اعتراف ہے کہ واقعی چند دیوبندی علماء نے مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی کی قیادت میں تحریک پاکستان کے اندر حصہ لیا تھا لیکن اس مرحلے پر یہ دیکھنا ہو گا کہ انہوں نے حصہ کیوں لیا تھا؟..... اپنے سارے بت پرست نواز ٹولے کو چھوڑ کر چند دیوبندی مولوی قیام پاکستان کے حامی کیوں بنے؟..... اس کا جواب مذکورہ اجلاس میں اکثر علمائے دیوبند کی موجودگی میں مولوی حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی نے علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب کو یوں دیا تھا جس کی وہ قطعاً تردید نہیں کر سکے تھے:

"مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کی تقریر کا خلاصہ یہ تھا کہ کلکتہ میں جمعیۃ العلمائے اسلام حکومت کی مالی امداد اور اس کے ایماء سے قائم ہوئی ہے۔ مولانا آزاد سبحانی جمعیۃ العلماء کے سلسلہ میں دہلی آئے اور حکیم دلبر حسن صاحب کے یہاں قیام کیا، جن کی نسبت عام طور پر لوگوں کو معلوم ہے کہ وہ سرکاری آدمی ہیں۔ مولانا آزاد سبحانی صاحب اسی قیام کے دوران میں پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ آف انڈیا کے ایک مسلمان اعلیٰ عہدیدار سے ملے جن کا نام بھی قدرے شبہ کے ساتھ بتلایا گیا اور مولانا آزاد نے یہ خیال ظاہر کیا کہ ہم جمعیۃ العلماء ہند کے اقتدار کو توڑنے کے لیے ایک علماء کی جمعیت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ گفتگو کے بعد طے ہوا کہ گورنمنٹ ان کو کافی امداد اس مقصد کی لئے دے گی اور اس کی ایک قسط مولانا آزاد سبحانی صاحب کے حوالے بھی کر دی گئی۔ اس روپیہ سے کلکتہ میں کام شروع کیا گیا۔

مولوی حفظ الرحمٰن صاحب نے کہا کہ یہ اس قدر یقینی روایت ہے کہ اگر

آپ اطمینان فرمانا چاہیں تو ہم اطمینان کرواسکتے ہیں۔'' ۱۰

گکھڑوی صاحب! اب تو ''بابِ جنّت'' کے مصنّف پر کائناتِ دیوبندیت کے چودہ طبق روشن ہوگئے ہیں؟

☆ برٹش گورنمنٹ کے ہوئے تو وظیفوں اور نذرانوں کی خاطر دین و ایمان فروخت کردیا۔

☆ ہندو پرستی اور زنار دوستی کا نشہ چڑھا تو لقمہ تر کے لیے (۱) ....

---

۱۰ ''مکالمۃ الصدرین'' مرتبہ مولوی طاہر احمد قاسمی ص ۱۱ تا ۱۳

۱ ان حضرات کی زنّار دوستی، ہنود نوازی اور گاندھویت کی اگر جھلکیاں دیکھنی ہوں تو مندرجہ ذیل مآخذ کی طرف رجوع کیجیے

۱) ''مشعل راہ'' — مولانا عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری
۲) ''تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم'' — پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
۳) ''تنقیدات و تعاقبات'' — پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
۴) ''جعفران ایں زمان'' — محمد صادق قصوری نقشبندی
۵) ''تحریک پاکستان اور دیوبندیوں کا کردار'' — حاجی نواب الدین گولڑوی
۶) ''مخالفین پاکستان'' — مولانا محمد ضیاء اللہ قادری
۷) ''النور'' — پروفیسر سید سلیمان اشرف بہاری
۸) ''الرشاد'' — پروفیسر سید سلیمان اشرف بہاری
۹) ''کانگریسی مسلمان اور حقائق قرآن'' — مفتی شاہ مصباح الحسن سید
۱۰) ''اکابرین دیوبند کا گٹھ جوڑ'' — محمد صفدر علی صابر
۱۱) ''ہندوؤں سے ترک موالات'' — منشی تاج الدین احمد تاج
۱۲) ''افکار و سیاسیات علماء دیوبند'' — مولانا محمد شریف نوری
۱۳) ''تعارف علماء دیوبند'' — مولانا محمد شفیع اوکاڑوی
۱۴) ''گاندھی سے اندرا گاندھی تک'' — مولانا محمد جلال الدین قادری
۱۵) ''ابوالکلام آزاد کی تاریخی شکست'' — مولانا محمد جلال الدین قادری
۱۶) ''کھلی چٹھی بنام جمعیۃ العلماء و مجلس احرار اسلام'' — مولانا محمد جلال الدین قادری
۱۷) ''پاک و ہند کی چند اسلامی تحریکیں اور علمائے حق'' — مولانا خلیل اشرف اعظمی
۱۸) ''دارالعلوم دیوبند کے ۱۰۰ سال'' — مختار جاوید صاحب
۱۹) ''پاکستان اور کانگریسی علماء کا کردار'' — مولانا ضیاء الحامد نقشبندی
۲۰) ''انگریز اور پاکستان کے حامی و مخالف علماء کا بیان'' — مولانا حاجی ابوداؤد محمد صادق صاحب (رفیق)

اور مسلم لیگ کی ہمنوائی کا دم بھرا تو صرف پیٹ شریف کی خاطر.... گویا ان حضرات کے پاس دین و ایمان ہی ایک زائد از ضرورت چیز تھی جس کو چند سکوں اور چند روزہ زندگی کے آرام و راحت کے بدلے جو خریدنا چاہتا وہ خرید سکتا تھا یعنی ؎

ایمان بیچنے پہ ہیں وہ سب تلے ہوئے
لیکن خرید ہو جو علی گڑھ کے بھاؤ سے

گکھڑوی صاحب! لگے ہاتھوں ''بابِ جنّت'' کے مصنّف کو یہ بتا دیجئے کہ برٹش گورنمنٹ نے اپنے مقصد کے علماء کی کھیپ دہلی کالج سے مولوی مملوک علی نانوتوی (المتوفی ۱۲۶۷ھ/ ۱۸۵۱ء) کی سرکردگی میں تیار کروائی تھی۔ حکومت کی مشینری کے جتنے پرزے اس ورکشاپ سے ڈھل کر تیار ہو جاتے انہیں برٹش حکومت جہاں مناسب سمجھتی فٹ کردیا کرتی تھی.... جب ان میں سے چند حضرات انگریزوں کی سرکاری ملازمت سے فارغ ہوئے تو انہیں بیکار نہ رہنے دیا بلکہ ان کے ذریعے علی گڑھ کالج کی طرح دہلی کالج کی دوسری شاخ مدرسہء دیوبند کے نام سے کھلے میدان میں ایک انار کے درخت کے نیچے قائم کردی تاکہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آئے ___ ملک کے اندر اس وقت بھی ہزاروں دینی مدارس موجود تھے لیکن کھلے میدان میں انار کے درخت کے نیچے قائم ہونے والا مدرسہ دیکھتے ہی دیکھتے جامعہ ازہر کے بعد دنیا کا سب سے بڑا دینی مدرسہ کس طرح ہوگیا... اہل قلم حضرات کو اس کا تجزیہ کرنا ہوگا اور ان اسباب و علل کو منظر عام پر لانا ہوگا جن کا باعث یہ مدرسہ قطرہ سے دریا بن گیا ہے۔

گکھڑوی صاحب! ''بابِ جنّت'' کے مصنّف کو یہ بھی بتا دیجئے کہ مدرسہ دیوبند کے بانیوں میں مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی (المتوفی ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۷۹ء) اور حاجی عابد حسین صاحب کے علاوہ دیوبندی حضرات کے شیخ الہند مولوی محمود الحسن صاحب (المتوفی ۱۳۳۹ھ/

۱۹۲۰ء) کے والد مولوی ذوالفقار علی دیوبندی (المتوفی ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء) بھی تھے... یہ پہلے بریلی کالج میں پروفیسر تھے اور اس کے بعد ڈپٹی انسپکٹر مدارس کے عہدے پر فائز ہوئے۔ موصوف اس سرکاری عہدے سے ریٹائر ہو کر مدرسہ دیوبند کے قیام کی تجویز میں شامل ہو گئے تھے جس کے قائم کرنے کا متواتر کئی حضرات کو الہام ہو رہا تھا۔

اسی طرح علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی (المتوفی ۱۳۶۹ھ/۱۹۴۹ء) کے والد مولوی فضل الرحمٰن صاحب کا شمار بھی اس مدرسے کے بانیوں اور چلانے والوں میں ہے۔ یہ صاحب بریلی میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس تھے اور اسی سرکاری عہدے سے ریٹائر ہو کر بانیان مدرسہ دیوبند میں شامل ہو گئے تھے۔ ان جملہ حضرات کو پے در پے ''الہام'' ہو رہا تھا کہ (۱)

جلد از جلد ایک دینی مدرسہ قائم کرو' خواہ وہ انار کے درخت کے نیچے ہی کیوں نہ ہو۔ بس قائم کرنا تمہارا کام اور اسے بام فلک تک پہنچا دینا .. ہمارا کام ہو گا۔ ذرا تم قائم کر کے دیکھو تو سہی کہ...

ہمارا کام ہو جائے ' تمہارا نام ہو جائے
تمنا مختصر سی ہے مگر تمہید طولانی

اس مدرسے کا سب سے پہلے صدر مدرس جن صاحب کو مقرر فرمایا گیا وہ دہلی کالج کی .. برطانوی ورکشاپ کے جنرل منیجر مولوی مملوک علی نانوتوی کے صاحبزادے مولوی محمد یعقوب نانوتوی (المتوفی ۱۳۰۱ھ/۱۸۸۳ء) تھے۔ یہ صاحب شروع میں اجمیر کالج کے اندر تدریسی فرائض انجام دیتے رہے اور اس کے بعد بنارس' بریلی اور سہارن پور میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس تھے۔ اسی سرکاری عہدے سے ریٹائرڈ ہونے کے بعد اور انگریزوں کی سرکاری ملازمت سے فارغ ہونے پر یہی سوچا گیا کہ:

۱ ''بیس بڑے مسلمان'' مولوی عبدالرشید ارشد ص ۲۴' ۲۵' ۲۹ ملاحظہ کیجئے (رفیق)

' الہامی مدرسے کے لیے ان سے بہتر اور مدرس کون مل سکتا ہے'

لہٰذا کھلے میدان میں قائم ہونے والے مدرسہء دیوبند کا پہلا مدرس ایک اتنا بڑا سرکاری افسر ہوا... معلوم ہونا چاہئے کہ متحدہ ہندوستان کے باشندے ان دنوں ڈپٹی انسپکٹر مدارس کے سرکاری عہدے پر فائز ہونے والوں کو کالے پادری کہا کرتے تھے۔

جب برٹش گورنمنٹ نے اپنے تربیت یافتہ افراد سے مدرسۂ دیو بند قائم کروا لیا تو کچھ عرصہ کے بعد ایک خاص معتمد مسٹر پامر کے ذریعے معائنہ کروایا گیا تاکہ یہ جائزہ لیا جائے کہ جس مقصد کی خاطر یہ مدرسہ قائم کروایا تھا وہ حاصل ہو رہا ہے یا نہیں چنانچہ معائنہ کرنے والے مسٹر پامر کی کہانی پروفیسر محمد ایوب قادری دیوبندی کی زبانی سنیئے:-

''اس مدرسے نے یوماً فیوماً ترقی کی ۔ ۳۱ جنوری ۱۸۷۵ء بروز یکشنبہ لیفٹیننٹ گورنر کے ایک خفیہ معتمد انگریز مسمی پامر نے اس مدرسہ کو دیکھا تو اس نے نہایت اچھے خیالات کا اظہار کیا۔ اس کے معائنے کی چند سطور درج ذیل ہیں:

جو کام بڑے بڑے کالجوں میں ہزاروں روپے کے صرف سے ہوتا ہے وہ یہاں کوڑیوں میں ہو رہا ہے۔ جو کام پرنسپل ہزاروں روپیہ تنخواہ لے کر کرتا ہے وہ یہاں ایک مولوی چالیس روپے ماہانہ پر کر رہا ہے۔ یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں بلکہ ممد و معاون سرکار ہے۔ یہاں کے تعلیم یافتہ لوگ ایسے آزاد اور نیک چلن ہیں کہ ایک کو دوسرے سے کچھ واسطہ نہیں۔ کوئی فن ضروری ایسا نہیں جو یہاں تعلیم نہ ہوتا ہو۔

صاحب!

مسلمانوں کے لیے اس سے بہتر کوئی تعلیم اور تعلیم گاہ نہیں ہو سکتی اور میں

تو یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ غیر مسلمان بھی یہاں تعلیم پاوے تو خالی نفع سے نہیں'' [1]

گکھڑوی صاحب! ''بابِ جنّت'' کے مصنّف کو اب تو سمجھا دیجئے کہ

☆..... جو مدرسہ کالے پادریوں نے قائم کیا ....

☆..... جس کے بارے میں خود انگریزوں نے اعتراف کیا کہ یہ مدرسہ ممد و معاون سرکار ہے یعنی برٹش گورنمنٹ کے استحکام اور جڑیں مضبوط کرنے میں کوشاں رہتا ہے ....

☆..... جس کے اکابر نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں انگریزوں کی بھرپور حمایت کی ....

---

[1] ''مولانا محمد احسن نانوتوی'' مطبوعہ کراچی ۱۹۶۹ء ص ۲۱۷، ۲۱۸

نوٹ: مخالفین کے اکابر کی انگریز نوازی اور برطانوی وظیفہ خوری کی تفصیلات دیکھنی ہوں تو درج ذیل مآخذ ملاحظہ کیجیے:

(۱) ''مشعل راہ'' علامہ عبدالحکیم خاں اختر شاہجہانپوری
(۲) ''فیضان امام ربانی'' علامہ عبدالحکیم خاں اختر شاہجہانپوری
(۳) ''حقائق تحریک بالاکوٹ'' شاہ حسین گردیزی
(۴) ''سید احمد شہید کی اصلی تصویر'' وحید احمد مسعود
(۵) ''سید احمد کے فسانہ جہاد کی حقیقت'' سید نور محمد قادری
(۶) ''امتیاز حق'' راجہ غلام محمد مرحوم
(۷) ''شیشے کے گھر'' علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری
(۸) ''البریلویہ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ'' علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری
(۹) ''رائے بریلی سے بالاکوٹ تک'' پروفیسر محمد احسان الحق
(۱۰) ''مخالفین پاکستان'' علامہ محمد ضیاء اللہ قادری
(۱۱) ''خون کے آنسو'' (دو حصے) علامہ مشتاق احمد نظامی
(۱۲) ''گناہ بے گناہی'' پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
(۱۳) ''اتہامات عبدالرزاق ملیح آبادی پر ایک نظر'' مولانا ابوداؤد محمد صادق
(۱۵) ''سید احمد رائے بریلوی: انگریز دشمن یا انگریز دوست''؟ مولانا نوشاد عالم چشتی
(۱۶) ''تاریخ محاسبہ تقویۃ الایمان'' مولانا نوشاد عالم چشتی

(رفیق)

☆..... اپنی تمام ہمدردیاں ایسٹ انڈیا کمپنی سے وابستہ رکھیں ....

☆..... بلکہ انگریز کی حمایت میں حریت پسندوں سے برسرِ پیکار بھی ہوئے ....

☆..... جنہوں نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے عہد حکومت کو امن و عافیت کا زمانہ بتایا ....

☆..... جو اپنے آپ کو برٹش سرکار کا وفادار بتاتے اور منواتے رہے ....

☆..... جو خود یہ اعلان کرتے رہے کہ اگر ہماری حکومت ہو جائے تو ہم انگریزوں کو نہایت آرام و راحت سے رکھیں گے کیونکہ انہوں نے ہمیں آرام پہنچایا ہے ....

☆..... جو انگریزوں سے ہزاروں روپیہ سالانہ بطور نذرانہ وصول کر کے تخریب دین و افتراق بین المسلمین کا ظالمانہ کھیل کھیلتے رہے ....

ایسے لصوص دین کا محاسبہ کرنے والا اور مسلمانوں کو ان کے شرّ سے بچنے کی تلقین کرنے والا تو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کی طرح اپنے دور میں مسلمانوں کا سب سے بڑا خیر خواہ اور سرمایہ ملت کا نگہبان تھا (۱) .....

کیا اسلامیان ہند کے اس عظیم الشان محسن یعنی امام احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے دشمنی رکھنا، ان پر جھوٹے الزام عائد کرنا محسن کشی کی بدترین مثال اور حق و صداقت کے خلاف محاذ بنانا ہے یا نہیں؟.....

گکھڑوی صاحب! لگے ہاتھوں ''باب جنت'' کے مصنف سے یہ بھی پوچھ لیجے کہ رہنماؤں کو راہزن اور راہزنوں کو رہنما بتانا 'بابِ جنّت' ہے یا بابِ جہنّم؟

---

(۱) اس موضوع پر غلام مصطفےٰ مجدّدی (ایم اے) کی کتاب ''مجدّد الف ثانی اور اعلیٰ حضرت'' (ناشر: مرکزی مجلس رضا لاہور، اگست ۱۹۹۶ء) لائق مطالعہ ہے جس میں امام ربانی، مجدد الف ثانی اور امام اہل سنت، مجدد دین و ملت رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہما کی مشترکہ اقدار و افکار و تعلیمات کو خوب اجاگر کیا گیا ہے۔ (رفیق)

وہ رضا کے نیزہ کی مار ہے کہ عدو کے سینہ میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے، یہ وار وار سے پار ہے

رابعاً

''بابِ جنّت'' کے مصنّف نے بڑے طمطراق سے یہ بھی لکھا ہے:

'' مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے اکابر علمائے دیوبند کی عبارات کو قطع برید کر کے علمائے حجاز سے ان کے خلاف فتویٰ لیا تھا۔''

گکھڑوی صاحب! ذرا اس تیس مار خاں مصنّف کو بتا دیجئے کہ مجدد مائتہ حاضرہ رحمتہ اللہ تعالٰے علیہ نے علمائے حرمین کے سامنے اکابر دیوبند کی صرف عبارتیں ہی پیش نہیں کی تھیں بلکہ ان کی متعلقہ کتابیں بھی پیش کر دی تھیں بلکہ ''براہین قاطعہ'' کے متعدد نسخے تو وہاں ۱۳۰۴ھ اور خصوصاً ۱۳۰۷ھ سے موجود تھے جبکہ ''تقدیس الوکیل'' پر تقاریظ لکھی گئی تھیں...... نیز علمائے حرمین قبل ازیں فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ سے آشنا تھے کیونکہ ۱۳۱۷ھ میں ان حضرات نے آپ کے رسالہ ''فتاویٰ الحرمین برجف ندوۃ المین'' پر تقریظیں لکھی تھیں اور اسی وقت سے آپ کے علمی تبحر اور درجہ امامت کے باعث ان میں سے متعدد حضرات آپ کے شیدائی اور زیارت کیلئے سراپا اشتیاق ہوئے بیٹھے تھے۔

بالفرض یہ کچھ بھی نہ ہوتا تو بقول مصنّف صاحب جب اعلیٰ حضرت، محدث بریلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اکابر دیوبند کی عبارتیں قطع و بریدِ کر کے علمائے مکہ کی خدمت میں پیش کیں اور وہ حضرات فاضل بریلوی رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ کے فتوٰے کی تائید میں دھوم دھام سے تقریظیں لکھ رہے تو دیگر اکابر دیوبند کے ساتھ انبٹھوی صاحب کی گردن بھی تو تیغ تکفیر سے کٹ رہی تھی اور انبٹھوی صاحب مکہ مکرمہ میں بنفس نفیس موجود تھے، یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے لیکن سامنے ہو کر ایک لفظ بھی کہنے کی جرات نہ ہوئی۔ اگر اعلیٰ حضرت، محدث بریلوی رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ نے قطع و برید کی تھی تو انبٹھوی صاحب کیوں منہ چھپا رہے تھے؟.... خدا لگتی

کہنا، نتیجہ کیا سامنے آتا ہے.... سچا آدمی منہ چھپاتا ہے یا جھوٹا؟......

جناب عالی!

اگر اکابر دیوبند کی عبارتوں میں امام احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ نے ذرا بھی قطع و برید سے کام لیا ہوتا اور مولوی خلیل احمد صاحب انبٹھوی کو اس سے بہتر موقع زندگی میں اور کب ملتا؟ وہ ایک لمحہ توقف کیے بغیر علمائے مکہ مکرمہ کے سامنے اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ کی قطع و برید کو ظاہر کر کے پوری دیوبندی قوم کا قرضہ چکا دیتے کیونکہ ایسی حالت میں علمائے مکہ مکرمہ کی نگاہوں میں فاضل بریلوی رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ ایک کوڑی کے بھی نہ رہتے بلکہ وہ متحدہ ہندوستان میں آ کر اہل علم کو بھی منہ نہ دکھا سکتے۔

ایسا کیوں ہوتا جبکہ یہ محض الزام تراشی اور بہتان بندی ہے جبکہ صورت حال اس کے سراسر برعکس ہے جس کے باعث علمائے مکہ مکرمہ سے منہ چھپا کر انبٹھوی صاحب ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ کو راتوں رات مکہ معظمہ سے ایسے بھاگے کہ جدّہ جا کر دم لیا جیسا کہ قاضی مکہ مکرمہ اور سابق مفتی احناف شیخ صالح کمال مکی رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ کے مکتوب گرامی سے واضح کیا جا چکا ہے۔ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ علیہ علمائے مکہ مکرمہ کے درمیان ۲۴ صفر ۱۳۲۴ھ تک یوں جلوہ افروز رہے جیسے چودھویں کا چاند تاروں کے جھرمٹ میں(۱) شاید مصنف صاحب کے نزدیک حق کا یہی خاصا ہو گا کہ وہ باطل کے سامنے آنے سے ڈرے اور موقع ملے تو راہ فرار اختیار کر جائے اور ہو سکتا ہے کہ ان کے نزدیک ''جَآءَ الْحَقُّ زَھَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ

---

(۱) ۲۷ ذوالحجہ شریف ۱۳۲۳ ہجری قدسی سے ۲۴ صفر المظفر ۱۳۲۴ ہجری قدسی تک کی مدّت قریب دو ماہ ہے، حیرت ہے کہ اس عرصے میں دیو بندیوں کے ''فخر محدثین'' انبٹھوی صاحب کو علماء حرمین شریفین کے سامنے امام اہل سنت، محدث بریلوی رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ کی ''علمی گرفت'' کی جرات و ہمت نہ ہو سکی۔

۲۵ صفر المظفر ۱۳۲۴ ہجری قدسی سے امام اہل سنّت، مجدّدِ دین وملّت، الشّاہ احمد خاں محدّثِ بریلوی رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ علمائے حرمین طیبین کی بارگاہوں سے سرخرو ہو کر اپنے وطن کی جانب عازم سفر ہو چکے... اور ٹھیک سولہ سال بعد، ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ ہجری قدسی/۱۹۲۱ء بروز جمعتہ المبارک، فریضہ تجدید سر انجام دے کر اپنے پروردگار جل شانہ کے حضور حاضر ہوئے...... (رفیق)

"الْبَاطِلَ كَانَ ذَهُوْقًا" کا بھی یہی مفہوم ہو۔ ؎

مولوی دین میں کہہ بھاگ خدا لگتی کچھ
مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

خامساً

مصنف صاحب نے یہ بھی لکھا ہے۔:

جب اکابر علمائے دیوبند کو اس مکاری کا علم ہوا تو حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری (انبٹھوی) نے اپنے اور اپنے اکابر کے عقائد لکھ کر علمائے حرمین و شام و فلسطین وغیرہ کو بھیجے۔ انہوں نے وہ پڑھ کر خاں صاحب بریلوی پر صد نفرین کی۔

گکھڑوی صاحب! "بابِ جنّت" کے مصنف کی اس جب پر تو مارے خوشی کے شیطان بھی جھومنے لگا ہو گا۔ گویا امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے فتوٰے پر جب مکہ معظمہ کے علمائے کرام تقریظیں لکھ رہے تھے تو اس وقت وہاں گویا مولوی خلیل احمد صاحب انبٹھوی تو تھے ہی نہیں بلکہ انبٹھہ سے کوئی چھلاوہ گیا ہوا تھا یا انبٹھوی صاحب کا ہمزاد؟.... ایسے ہی مواقع پر تو کہتے ہیں کہ "چہ دلاور است وزدے کہ بکف چراغ دارد ... شاید عارف رومؒ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے ایسے ہی فنکاروں کے بارے میں فرمایا ہے: ؎

چوں قلم دردست غدّارے بود
لاجرم منصور بر دارے بود

گکھڑوی صاحب! ذرا مصنّف صاحب کی عقل کے ناخن تو لیجئے کہ جس مقدس سرزمین پر اللہ تعالےٰ جل شانہ کے حرم میں حق و باطل کا فیصلہ ہو رہا تھا۔ دیگر اکابر دیوبند کے ساتھ خود انبٹھوی صاحب کی گردن تیغ تکفیر سے کٹ رہی تھی، وہاں علمائے مکہ مکرمہ سے کسی ایک

کے روبرو ہونے اور اکابر دیوبند کی کفریہ عبارات کی صفائی یا کم از کم اپنی ہی عبارت کے بارے میں ایک لفظ تک کہنے کی جرات نہ ہوئی۔ کہتے کیا جب کسی عبارت میں اسلامی معنیٰ کی رمق تک نہیں ہے۔ ان صاف صریح کفریہ عبارتوں میں چونکہ اسلامی پہلو کا نشان تک نہیں اس لئے انبٹھوی صاحب بیچارے لب کشائی کی جرات کس برتے پہ کرتے؟ لہٰذا چھپنے میں خیریت سمجھی ورنہ کفریات سے توبہ کرنی پڑتی اور یہ منظور نہیں تھی کیونکہ انگریزی وظیفے بند ہو جاتے اور چند روزہ زندگی نہایت آرام و راحت سے نہ گزرتی اسی لیے راتوں رات مکہ مکرمہ سے ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ کو دم دبا کر بھاگ آئے۔

یہاں آنے پر برادری کے اکابر جمع ہوئے۔ سر جوڑ کر بیٹھے کہ اس ذلت و رسوائی کا داغ مٹانے' اہل حق کے خلاف شور مچانے' حق کو باطل اور باطل کو حق بتانے' برٹش حکومت سے پوری طرح یاری نبھانے اور بے خبر لوگوں کو اپنا بھرم دکھانے کی خاطر گھر میں بیٹھ کر "المہند" لکھنے کا منصوبہ بنایا کہ اپنے تو ہر بات پر اندھے مقلد ہو کر آمین کہتے ہی رہتے ہیں.... دوسرے بے خبر لوگوں کی آنکھوں میں پوری جرات سے دھول ڈال دی جائے۔ لہٰذا انبٹھوی صاحب نے کفر فروشوں کے مشورے سے اس شعبدے کو یوں مرتب کیا۔

۱)۔ کام چلانے کے لیے متعلقہ و غیر متعلقہ پچیس سوالات خود گھڑے اور تاثر دیا کہ گویا علمائے حرمین شریفین نے ان سے پوچھا ہے......

۲)۔ ان سوالوں کے اپنے مذہب اور اپنے اکابر کی تصریحات کے خلاف جواب لکھے تاکہ دیکھنے والے عربی علماء کو یہی تاثر ملے کہ یہ بیچارے شاید سنی حنفی ہی ہوں گے اور ان مسکینوں پر کسی نے ظلم کیا ہے کہ انہیں سنی نہیں مانتے بلکہ اسلام سے خارج بتاتے اور کافر و مرتد کہتے ہیں۔

۳)۔ یہ غیر متعلقہ سوال جواب کا پلندہ غیر متعلقہ آدمیوں کے ہاتھوں ان ہندی علماء تک پہنچایا گیا جو منافقین مدینہ کی طرح علمائے مکہ مکرمہ کے درمیان تقیہ کی آڑ میں گزارا کر

رہے تھے۔

۴)۔ منور علی اینڈ کمپنی کا جب کوئی مخصوم یا ناہب الحرم وغیرہ ایسے عربی یا پردیسی عالم کو دیکھا جو کفر فروشوں اور ان کی تکفیر کے معاملے سے بے خبر ہوتا تو سوال و جواب کا وہ پلندہ اس کے سامنے رکھ کر دو چار لفظ لکھوا لیے جاتے اور اسے مغتنمات سے شمار کر لیا جاتا کیونکہ اس بھری دنیا میں صورت حال سے کوئی بھی باخبر عالم قطعاً اکابر دیوبند کی تائید کرنے کے لیے تیار نہیں تھا بلکہ کافر گری کے اس علی الاعلان کاروبار اور ملت اسلامیہ کی بے کسی پر سرد آہیں بھرتے اور خون کے آنسو بہاتے تھے......

گکھڑوی صاحب! باطل خواہ کتنا ہی زور کیوں نہ باندھ لے وقتی طور پر خواہ کتنی ہی تندوتیز آندھی کیوں نہ چلا لے لیکن آخر کار ایک روز اسے منہ چھپانا پڑتا ہے حق کے سامنے ٹھہرنے کی جرات نہیں رہتی بلکہ دم دبا کر بھاگنا ہوتا ہے.... رہی باطل پرستوں کی کائیں کائیں تو اس سے آج تک یہود ونصاریٰ، ہنود و مجوس اور کیمونسٹ تک بھی باز نہیں آئے۔ ان میں سے ہر جماعت حقّانیت کی مدّعی ہے اور اپنے ماسوا کو بھٹکے ہوئے قرار دیتی ہے لیکن ان کے مزعومہ دلائل بھی حق و صداقت سے ایسے ہی دور ہوتے ہیں جیسے ''المہند'' کی جعلسازی، دریں حالات ''بابِ جنّت'' کے مصنف سے پوچھتے تو سہی:-

۱)۔ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی تائید کرنے والے کسی مکی یا مدنی عالم نے یہ اعتراف کر لیا ہے کہ فاضل بریلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ہمیں دھوکا دیا تھا؟

۲)۔ تصدیق کرنے والے کسی عالم نے ایسی کوئی تحریر دی کہ حکم تکفیر میں ہم سے غلطی ہوگئی ہے؟ .....

۳)۔ کیا فاضل بریلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی تائید کرنے والے کسی عالم نے ''المہند'' کی تصدیق و تائید کی ہے؟ .....

۴)۔ اپنی باقی بائیس سالہ زندگی میں کیا انبٹھوی صاحب تائید کرنے والے کسی مکی یا مدنی

عالم سے اپنی حمایت اور فاضل بریلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلاف ایک عبارت بھی حاصل کر سکے؟......

۵)۔ ان کا ''المہند'' پڑھ کر خاں صاحب بریلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ پر صد نفریں کرنا تو بہت دُور کی بات ہے، کیا تصدیق کرنے والے کسی بھی عالم کی ایسی ایک عبارت دکھائی جا سکتی ہے جس کے اندر اس نے فاضل بریلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ پر نفریں کی ہو؟

هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ

اگر مصنف صاحب ایسی ایک بھی تحریر نہ دکھا سکیں اور ہم انہیں ڈنکے کی چوٹ سنائے دیتے ہیں کہ وہ اپنی ساری زندگی میں ایسی ایک بھی تحریر نہ دکھا سکیں گے اور نہ ان کا کوئی ہمنوا و ہم خیال ہی دکھا سکے گا تو ان حالات میں غور کرنا چاہیے کہ ''المہند'' کی اس شعبدہ بازی کا ''حسام الحرمین'' پر کیا اثر پڑا؟... کیا ''حسام الحرمین'' کی چمک دمک ذرا بھی متاثر ہوئی؟.... کیا اس کی صداقت وحقّانیت پر کوئی برا اثر پڑا؟___ نہیں اور ہرگز نہیں تو ان حالات میں ہم ''باب جنّت'' کے مصنّف اور جملہ دیوبندی علماء سے ان کے بھلے کی خاطر عرض گزار ہیں کہ:

خدا کے بندو! حق کی مخالفت اور باطل کی حمایت سے باز آ جانا چاہیے کیونکہ دارین کی بھلائی اسی میں ہے.... کسی کے پیچھے خواہ مخواہ لگ کر اپنی عاقبت برباد کر لینا 'ابدی عذاب خریدنا' جہنم کا ایندھن بننا آخر کہاں کی عقلمندی اور کونسا نفع بخش سودا ہے؟.....

انہیں کی محفل سنوارتا ہوں چراغ میرا ہے رات ان کی
انہیں کے مطلب کی کہہ رہا ہوں، زبان میری ہے، بات ان کی

سادساً

''باب جنّت'' کے مصنف نے یہ بھی لکھا ہے:-

"اس (المہند) کے بعد حرمین اور عرب وغیرہ ممالک کے کسی معتبر عالم
نے دیوبندیوں کی ہرگز تکفیر نہیں کی۔ اگر ہے مفتی صاحب (احمد یار خاں
بدایونی گجراتی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) میں دم تو اس کے بعد کے علماء عرب
کے دو چار فتوے وہ ہمیں دکھادیں مفتی صاحب کا فریضہ تھا کہ علمائے
حرمین اور عرب کی "المہند علی المفند" کی طباعت کے بعد کی تکفیر بتاتے
اور اب بھی ہمت ہے تو بتا دیں"

گکھڑوی صاحب! ذرا مصنّف صاحب کو بتایئے تو سہی کہ جب "المہند" کی شعبدہ بازی کا "حسام الحرمین" پر ذرا بھی اثر نہیں پڑا تو وہ ایسے مجموعہ تلبیسات کا کس وجہ سے فخریہ ذکر کر رہے ہیں؟.... وہ ایسی رسوائے زمانہ تصنیف کا نام لیتے ہوئے شرماتے کیوں نہیں؟ .... جب "حسام الحرمین" کی تقریظیں اسی چمک دمک کے ساتھ موجود ہیں تو علمائے حرمین مزید فتوے کس لیے جاری کرتے ؟ ....

اگر مصنّف صاحب کا یہ خیال ہے کہ "المہند" کی طباعت کے بعد علمائے حرمین شریفین نے اللہ و رسول (جل شانہ و صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو گالیاں دینے والے ان علمائے دیوبند کو کافر کہنا چھوڑ دیا تھا اور انہیں مسلمان جاننے لگے تھے جس کے باعث ان کے نزدیک ایسی کوئی عبارت نہیں دکھائی جا سکتی کہ "المہند" کے بعد بھی علمائے حرمین نے علمائے دیوبند کو کافر سمجھا اور کہا ہو تو مصنّف صاحب کی یہ خوش فہمی ہے اور انہیں کان کھول کر سن لینا چاہیے کہ بفضلہٖ تعالیٰ اہلسنّت و جماعت میں ایسی عبارتیں دکھانے کا دم خم ہے اور رہے گا انشاء اللہ تعالیٰ ....

گکھڑوی صاحب! لگے ہاتھوں مصنّف صاحب سے اتنا پوچھ لیجئے کہ اگر "الھند" کی طباعت سے بعد کی ایسی دو چار عبارتیں یا دو چار فتوے دکھا دیئے جائیں تو وہ عظمت خداوندی اور شان مصطفوی پر حملہ آور ہونے والے اپنے اکابر کو علمائے حرمینؒ کی طرح ..

کافر و مرتد مان لیں گے؟.... اگر مصنّف صاحب تحریری طور پر ایسا وعدہ کرلیں تو ہم ان کے اس مبارک ارادے کے پیش نظر مطلوبہ تعداد سے زیادہ عبارتیں اور فتوے بھی دکھانے کے لیے تیار ہو جائیں گے۔ اب دیکھتے ہیں کہ مصنف صاحب کی انصاف پسندی کا اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے؟.... انصاف کی طرف آتے ہیں یا گنگوہی صاحب کی قبر پر رَبِّ اَرِنی پکارنے جاتے ہیں۔ [۱۲]

دیکھیئے اس بحر کی تہ سے اچھلتا ہے کیا
گنبد نیلوفری رنگ بدلتا ہے کیا

سابعاً

اگر علمائے حرمین کے سامنے علمائے دیوبند کی عبارتیں قطع و برید کر کے پیش کی گئی تھیں اور انہوں نے بغیر تحقیق کیے' آنکھیں بند کر کے تائید و حمایت میں تقریظیں لکھ دیں کہ واقعی فلاں فلاں حضرات کافر و مرتد ہیں .. تو اس صورت میں علمائے حرمین کے تقویٰ و طہارت اور ان کے فتوؤں کی کیا قیمت رہ جاتی ہے؟.... آخر ان مقدس ہستیوں کو کس خوشی میں علمائے دیوبند پر قیاس کیا جارہا ہے؟.... کیا وہ حضرات دین و دیانت اور رسم المفتی سے اتنے عاری تھے کہ تکفیر جیسے نازک ترین مرحلے پر بھی انہوں نے ذاتی طور پر تحقیق کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہ کی اور محض کسی کے کہنے پر دوسروں کو کافر و مرتد قرار دے دیا؟ ....

مصنف صاحب! ایک روز آپ نے بھی مرنا ہے اور اپنے پیدا کرنے والے جلّ شانہ کی بارگاہ میں حاضر بھی ہونا ہے۔ وہاں اگر ان حضرات نے آپ کو گریبان سے پکڑا اور بارگاہ رب العالمین جل مجدہ سے انصاف کے طلب گار ہوئے تو وہاں بھی سب کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کا "المہند" جیسا کوئی شعبدہ آپ حضرات نے ایجاد فرما لیا ہے؟

---

۱۲ دیوبندی حضرات کے شیخ الہند' مولوی محمود الحسن صاحب نے اپنے پیر جناب گنگوہی صاحب کا مرثیہ لکھتے ہوئے کہا ہے

تمہاری تربت انور کو دے کر طور سے تشبیہ
پکارا بار بار اَرِنی' مری دیکھی بھی نادانی

جب سر محشر وہ پوچھیں گے بلا کے سامنے

کیا جوابِ جرم دو گے تم خدا کے سامنے

ثامناً

مجدد مائۃ حاضرہ امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ کے فتویٰ تکفیر کی ۱۳۲۳ھ میں علمائے حرمین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے خود انبٹھوی صاحب کی موجودگی میں تصدیق و تائید فرمائی اور تقریظیں لکھیں۔ اگر ان عبارتوں میں قطع و برید کی گئی ہوتی تو انبٹھوی صاحب کو سانپ نہیں سونگھ گیا تھا کہ اس کارگزاری کے خلاف بولنے سے مجبور ہو گئے تھے... چلیے اس وقت نہ سہی کہ شرما گئے ہوں گے.... تو اس کے بعد وہ بائیس سال اور تھانوی صاحب انتالیس سال زندہ رہے۔ اتنے عرصے میں علمائے حرمین سے اس قطع و برید کے بارے میں کوئی تحریر کیوں حاصل نہ کی؟... کیا ہر منصف مزاج کو یہ صاف نظر نہیں آتا کہ علمائے دیوبند نے اپنے بڑوں کا بھرم رکھنے اور جہلا کو ورغلانے کے لیے یہ بے پر کی اڑائی ہوئی ہے جس کی حقیقت بس یہی ہے کہ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ

تاسعاً

چلیے یہ دونوں حضرات حرمین شریفین تک نہ گئے تو امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ تعالیٰ اللہ علیہ کا وصال ۱۳۴۰ھ میں ہوا تھا۔ ان سولہ سترہ سالوں میں انبٹھوی صاحب یا تھانوی صاحب کم از کم ایک مرتبہ تو اس محمدی کچھار کے شیر کو منہ دکھاتے' رو برو ہونے کی جرات کرتے اور جو قطع و برید کی گئی تھی' اسے میدان مناظرہ میں آ کر ظاہر کرتے ___ کم از کم ہمیں اس بات کا آج تک کوئی ثبوت نہیں مل سکا کہ ان دونوں حضرات نے جیتے جی کبھی ایسی جرات کا کوئی مظاہرہ کیا ہو۔

عاشراً

چلئے مردانگی کی بھی جانے دیجئے کیا ان دونوں حضرات نے گھر میں بیٹھ کر

کسی گوشے میں چھپ کر' اپنی کسی کتاب کے اندر یہ ثابت کر دیا ہے کہ امام احمد رضا خاں بریلوی (رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ) نے اکابر کی فلاں عبارت میں یہ قطع و برید کر دی تھی؟ ... عبارت کا مطلب تو یہ تھا اور کاٹ چھانٹ کر کے وہ بنا دیا... یقیناً دونوں حضرات اپنی زندگی میں ایسا ایک بھی ثبوت فراہم نہیں کر سکے۔ ہاں ان کے پجاری حق پر پردہ ڈالنے اور جہلا کو بہکانے کی خاطر اسی وقت سے بے پر کی اڑاتے چلے آ رہے ہیں۔ دریں حالات۔

کسے خبر تھی کہ لے کر چراغ مصطفوی

جہاں میں آگ لگاتی پھرے گی بولہبی

دیوبندی ڈرامہ

مولوی اشرفعلی تھانوی صاحب نے ایک سائل کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے:-

''پھر یہ کہ آپ (حضور) کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔

اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے' ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے سے مخفی ہے تو چاہیے سب کو عالم الغیب کہا جائے پھر اگر زید اس کا التزام کرے کہ ہاں میں سب کو عالم الغیب کہوں گا تو پھر علم غیب کو منجملہ کمالات نبویہ کیوں شمار کیا جاتا ہے؟ جس امر میں مومن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالات نبوت سے کب ہو سکتا ہے؟ اور التزام نہ کیا جائے تو نبی اور غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے اور اگر تمام علوم غیب مراد ہیں اس طرح کہ اس کی ایک فرد بھی خارج نہ

رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی و عقلی سے ثابت ہے ۱۳

تھانوی صاحب نے اس عبارت میں نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی شان اقدس پر شرمناک و ایمان سوز حملہ کرتے ہوئے انتہائی گندی گالی دی ہے۔ شان رسالت میں موصوف کی یہ انتہائی گستاخانہ عبارت دیکھ کر پورے ملک کے علمائے کرام سراپا احتجاج بن گئے ... تھانوی صاحب کو خوف خدا اور خطرہ روز جزاء سے لاکھ ڈرایا لیکن موصوف کے کان پر جوں تک نہ چلی۔ ____ جہاں اس عبارت کا کوئی اسلامی محمل بتانے سے عاجز رہے ... وہاں توبہ کرنے اور اسے بدل کر اسلامی بنا لینے کی جانب ایک قدم بھی نہ بڑھایا۔ ____ گھر میں بیٹھ کر جیتے جی اس فتنے کی آگ کو بھڑکاتے رہے اور عوام کی آنکھوں میں دھول ڈالنے کے لیے میدان میں پالتو بٹیرے چھوڑ دیئے تھے جو اہل علم حضرات سے برسرپیکار ہوکر چونچیں لڑاتے رہتے تھے۔

مذکورہ بٹیروں کا پہلا ڈرامہ پیش کرنے سے پہلے مذکورہ عبارت کے بارے میں ہم یہ وضاحت کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ اس عبارت میں تھانوی صاحب نے علم غیب کی دو قسمیں بیان کی ہیں۔

(۱) ... بعض غیب (۲) ... کل غیب

کل غیب کے متعلق تھانوی صاحب نے لکھ دیا کہ اس کا بطلان دلیل نقلی و عقلی سے ثابت ہے۔ لہٰذا حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے لیے کل غیب ثابت کرنا تو باطل ہو گیا۔ اب حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے لیے ثابت رہا تو بعض غیب۔ اب تھانوی صاحب نے حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے لئے جو بعض غیب خود مانا، اس کے متعلق صاف کہہ دیا کہ:

اس میں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی کوئی تخصیص نہیں ہے
کیونکہ ایسا علم غیب تو بچوں، پاگلوں اور جانوروں کو بھی حاصل ہوتا ہے۔

۱۳ "حفظ الایمان" مطبوعہ نامی پریس لاہور، ص ۱۶

یہ ہے اس گستاخانہ، ایمان سوز اور کفریہ عبارت کا وہ صریح مفاد جو ہر منصف مزاج قاری کے ذہن میں آتا ہے، اور عبارت سے یہی مفہوم برآمد ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ جو کچھ بیان کیا جاتا ہے وہ کفر پر پردہ ڈالنے کا خارجی دھندہ اور عوام الناس کو شکار کرنے کا پراسرار پھندہ ہے، جس کے لئے تھانوی صاحب نے برٹش حکومت کے خرچ پر پہلوان پال رکھے تھے جو علمائے اہل حق سے کشتی لڑنے اور عوام الناس کی آنکھوں میں دھول ڈالنے کے لیے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ مذکورہ پہلوانوں کے پاکستان میں آج کل جانشین "عبارات اکابر" کے مصنّف صاحب ہیں۔ موصوف نے "حفظ الایمان" کی عبارت کو بے غبار اور اسلامی ثابت کرنے کی غرض سے مذکورہ عبارت میں وارد لفظ ایسا کے "امیر اللغات" جلد دوم صفحہ ۳۰۲ سے تین معانی پیش کر کے لکھا ہے:۔

"لفظ ایسا سے اس قسم کا یا اس قدر یا اتنا کوئی معنیٰ مراد لیں۔ اس کے پیش نظر حضرت تھانوی کی مذکورہ عبارت بالکل بے غبار اور بے داغ ہے اور انہوں نے معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہرگز کوئی توہین نہیں کی"۔ ۱۴

"عبارات اکابر" کے مصنّف کا دعویٰ ہے کہ

تھانوی صاحب کی عبارات کے لفظ ایسا کا ان تینوں میں سے جو معنیٰ بھی لیا جائے تو اس کے مطابق "حفظ الایمان" کی عبارات بے غبار اور بے داغ ثابت ہو جاتی ہے اور ثابت ہو جاتا ہے کہ تھانوی صاحب نے حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی ہرگز توہین نہیں کی۔

موصوف نے ان معانی کے باعث عبارت کے بے غبار ہونے کی دلیل تو ایک بھی پیش نہیں کی بلکہ صرف بے غبار ہونے کا دعوٰی کر دیا ہے۔ ہاں اتنا ضرور کیا

۱۴ "عبارات اکابر" ص ۲۱۷، ۲۱۸

کہ مولوی محمد منظور نعمانی دیو بندی کے ''امیر اللغات'' والے مغالطے کو'' فیصلہ کن مناظرہ'' سے ''عبارات اکابر'' میں نقل کرنے کا جو جوہر دکھا دیا اور حکم فرما دیا کہ

ساری دنیا ''حفظ الایمان'' کی عبارت کو آنکھیں بند کر کے بے غبار تسلیم کر لے اور جو ایسا نہ کرے وہ بریلوی ہے..... دشمن دین و ایمان ہے ہٹ دھرم ہے.... انگریز کا پٹھو ہے .....

موصوف کے اس بے دلیل دعوٰے کے باعث پیش کردہ تینوں معانی کے لحاظ سے مذکورہ عبارت کے فوٹو پیش کرتے ہیں:۔

فوٹو نمبر۱

اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کی ہی کیا تخصیص ہے اس قسم کا علم غیب تو زیدوعمرو بلکہ ہرصبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔

فوٹو نمبر۲

اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کی ہی کیا تخصیص ہے اسقدر علم غیب تو زیدوعمرو بلکہ ہرصبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔

فوٹو نمبر۳

اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کی ہی کیا تخصیص ہے اتنا علم غیب تو زیدوعمرو بلکہ ہرصبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔

گکھڑوی صاحب! ''عبارات اکابر'' کے مصنّف کے پیش کردہ تینوں معانی کی رُو سے تھانوی صاحب کی کفریہ عبارات کا مفہوم یوں سامنے آتا ہے:۔

۱)۔ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کو جو علم حاصل تھا اس قسم کا علم غیب تو بچّوں، پاگلوں اور جانوروں کو بھی حاصل تھا۔

۲)۔ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کو جو علم حاصل تھا اس قدر علم غیب تو بچّوں، پاگلوں اور جانوروں کو بھی حاصل تھا۔

۳)۔ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کو جو علم حاصل تھا اتنا علم غیب تو بچّوں، پاگلوں اور جانوروں کو بھی حاصل تھا

جب ''عبارات اکابر'' کے مصنّف نے تھانوی صاحب کی کفریہ عبارات کے مفہوم کو اور بھی واضح کر دیا کہ:

حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو جو علم غیب حاصل تھا اس قسم کا،اس قدر اور اتنا علم غیب تو بچّوں، پاگلوں کو بلکہ جانوروں کو بھی حاصل ہے۔

اور اس وضاحت کے بعد تھانوی صاحب کا کفر ہر معمولی پڑھے لکھے شخص کو بھی آفتاب نیمروز کی طرح واضح نظر آنے لگا کہ قسم، مقدار اور گنتی میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاک علم کو نعوذ باللہ بچّوں، پاگلوں اور جانوروں کے علم جیسا بتا کر تھانوی صاحب نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بدترین اور انتہائی گندی گالی دی ہے۔

گکھڑوی صاحب ''عبارات اکابر'' کے مصنف سے کہیے تو سہی کہ ایسی گندی گالی دے کر بھی اگر ان کے نزدیک تھانوی صاحب نے بارگاہ رسالت کی توہین نہیں کی بلکہ عبارت بے غبار اور بے داغ ہوگئی ہے تو بندہ خدا اتنا ہی بتا دیا جائے کہ جب آپ کے نزدیک اللہ جل شانہ اور رسول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو گالیاں دینا بھی کفر نہیں اور ایسا کرنے سے ایمان کی صحت پر کوئی برا اثر نہیں پڑتا بلکہ روحانی درجات میں ترقی ہوتی ہے تو دارالعلوم دیو بند کی فضاؤں میں پلنے والوں کے نزدیک کفر اور کون سے جانور کا نام ہے؟۔

معلوم کچھ ایسا ہوتا ہے کہ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى

اَبۡصَارِهِمۡ غِشَاوَةٌ کے باعث ان صاف صریح وضاحتوں کو بھی سمجھنے سے یہ حضرات مجبور ومعذور ہیں کیونکہ مَنۡ یُّضۡلِلۡهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ ۔یہی وجہ ہے کہ اللہ جل شانہ اور رسول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کو ننگی گالیاں بھی دیتے ہیں اور یہ بھی سمجھتے ہیں کہ اللہ جل شانہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کا ذرا بھی ارتکاب نہیں کیا۔لہٰذا ہماری لاکھ وضاحتیں بھی نہ ہونے کے برابر ہو کر رہ جائیں گی۔دریں حالات یہی مناسب نظر آتا ہے کہ جن حضرات کو انہوں نے اَرۡبَاباً مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ بنا کر اپنے دلوں اور دماغوں پر مسلط کیا ہوا ہے' یہی الفاظ ان حضرات کی شان میں جاری کر کے پوچھا جائے کہ ان لفظوں سے آپ کے اَرۡبَاباً مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ کی توہین تو نہیں ہوتی؟___ اگر کوئی آپ کے اکابر کی شان میں یہی کہے تو آپ برا منانے کا حق بھی نہیں رکھتے کیونکہ ان لفظوں کے اندر آپ کے نزدیک توہین کا تو شائبہ بھی نہیں ہے۔

خیر آپ حضرات مولوی اشرفعلی صاحب تھانوی کو حکیم الامّت اور مجدّدِ دین وملت کہتے ہیں کیا دین کا کل علم حاصل ہونے کی بنا پر انہیں ایسا کہا جاتا ہے یا بعض علوم دینیہ کے باعث ؟ کل علوم دینیہ کے حصول کا تو غالباً کوئی دیوبندی عالم بھی ان کے لیے دعوٰی نہیں کرے گا لہٰذا نتیجہ نکلے گا کہ تھانوی صاحب کو بعض علوم دینیہ کے حصول کی وجہ سے حکیم الاُمّت اور مجدّدِ دین وملّت کہا جاتا ہے___ دریں حالات زید اس سلسلے میں علمائے دیوبند سے یوں سوال کرتا ہے۔

فوٹو نمبر ۴

اگر بعض علوم دینیہ مراد ہیں تو اس میں تھانوی صاحب کی ہی کیا تخصیص ہے؟ اس قسم کے علوم دینیہ تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لیے بھی حاصل ہیں۔

فوٹو نمبر ۵

اگر بعض علوم دینیہ مراد ہیں تو اس میں تھانوی صاحب کی ہی کیا تخصیص ہے؟ اس

قدر علوم دینیہ تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لیے بھی حاصل ہیں۔

فوٹو نمبر ۶

اگر بعض علوم دینیہ مراد ہیں تو اس میں تھانوی صاحب کی ہی کیا تخصیص ہے؟ اتنے علوم دینیہ تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لیے بھی حاصل ہیں۔

کیا ان عبارات کے اندر "عبارات اکابر" کے مصنّف صاحب کو تھانوی صاحب کی توہین نظر نہیں آتی جبکہ ان کے متعلق کہا جا رہا ہے کہ تھانوی صاحب کو جو بعض علوم دینیہ حاصل ہیں تو اس قسم کے' اس قدر اور اتنے علوم دینیہ تو بچوں' پاگلوں اور جانوروں کو بھی حاصل ہیں۔

یقیناً یہ عبارتیں گستاخانہ ہیں اور تینوں میں سے جو عبارت بھی کوئی تھانوی صاحب کے متعلق لکھے اس کے بارے میں یہی کہا جائے گا کہ وہ تھانوی صاحب کی توہین کر رہا ہے.... ممکن ہے کہ مصنّف صاحب شان رسالت کی توہین کو چھپانے اور تھانوی کے کفر پر پردہ ڈالنے کی غرض سے کہہ دیں کہ "ہم ان تینوں عبارتوں میں تھانوی صاحب کی کوئی توہین محسوس نہیں کرتے"۔ تو زید ان سے کہہ سکتا ہے کہ دریں حالات آپ حضرات اپنے اکابر کے متعلق یہ کیوں نہیں لکھتے.

۱۔ ہمارے مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کا علم گدھے جیسا تھا۔

۲۔ ہمارے مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کا علم کتّے جیسا تھا۔

۳۔ ہمارے مولانا خلیل احمد صاحب انبٹھوی کا علم کوّے جیسا تھا۔

۴۔ ہمارے مولانا اشرفعلی صاحب تھانوی کا علم الّو جیسا تھا۔

آخر کیا وجہ ہے کہ علمائے دیوبند نے اپنے اکابر کے متعلق ایسا کبھی نہیں لکھا اور نہ کبھی

ایسا لکھنے پر آمادہ ہو سکتے ہیں۔ بات صاف ہے کہ اپنے ممدوحین کے متعلق کوئی بھی ایسا نہیں لکھ سکتا اور انہیں بزرگوں کی سراسر توہین سمجھے گا۔ اگر کائنات ارضی وسماوی کے سب سے بڑے ممدوح اور سراپا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم بھی ان حضرات کے نزدیک ممدوح ہوتے اور ان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے ساتھ عقیدت کا ذرا بھی رشتہ ہوتا تو اپنے ہر بڑے سے بڑے کی محبت وعقیدت کو محبوب پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے پاک قدموں پر قربان کر دیتے کیونکہ دوسرا جو بھی قابل احترام ہے تو ان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی غلامی کے باعث ہے۔ مخلوق میں دائرہ عقیدت کے مرکز ومحور محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ہیں۔ ؎

بمصطفےٰ برساں خویش را کہ دین ہمہ اوست
اگر باو نرسیدی تمام بولہبی ست

گکھڑوی صاحب! وضاحت کے باعث بات کچھ طویل ہو گئی۔ بہر حال "عبارات اکابر" کے مصنف نے بتایا تھا کہ "حفظ الایمان" کی مذکورہ عبارت میں واقع لفظ ایسا کے تین معانی ہیں جن میں سے ایک اتنا ہے۔ یعنی تھانوی صاحب کا لفظ ایسا .... یہاں.... اتنا کے معنیٰ میں ہے اور اس صورت میں انہوں نے عبارت کو بے غبار اور بے داغ بتا کر کہہ دیا کہ تھانوی صاحب نے اس طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی ہرگز توہین نہیں کی یعنی ایسا کو اگر اتنا کے معنیٰ میں شمار کیا جائے تو عبارت میں ان کے نزدیک توہین کا شائبہ نہیں رہتا۔

مناسب نظر آتا ہے کہ "عبارات اکابر" کے مصنف کو اب دیوبندی سپریم کورٹ میں پہنچا دیا جائے۔ چنانچہ تھانوی صاحب کے کفر پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہوئے اسی لفظ ایسا کی بحث میں دار العلوم دیوبند کے سابق صدر، جناب حسین احمد صاحب ٹانڈوی نے یوں لکھا ہے:۔

اس سے بھی قطع نظر کریں تو جناب یہ تو ملاحظہ کیجئے کہ حضرت مولانا (تھانوی) عبارت میں لفظ ایسا فرما رہے، اگر لفظ اتنا ہوتا تو اس وقت البتہ یہ احتمال ہوتا کہ معاذ اللہ حضور علیہ السلام کے علم کو اور چیزوں کے علم کے برابر کر دیا۔ یہ محض جہالت نہیں تو اور کیا ہے۔" [۱۵]

گکھڑوی صاحب! "عبارات اکابر" کے مصنف نے تو بتایا تھا کہ "حفظ الایمان" کی عبارت میں لفظ ایسا کو اگر اتنا کے معنی میں لیا جائے تو عبارت بے غبار اور بے داغ ہو جاتی ہے نیز اس میں توہین شان رسالت کا شائبہ بھی نہیں رہتا۔ اس کے مقابلے میں جناب ٹانڈوی صاحب بتا رہے ہیں کہ لفظ ایسا کو اگر اتنا کے معنیٰ میں لیا جائے تب توہین شان رسالت ہے ____ دریں حالات صدر دیوبند کے اس فیصلے کی رو سے تھانوی صاحب کے ساتھ "عبارات اکابر" کا مصنّف بھی شاتمِ رسول ہوا یا نہیں؟ کیونکہ وہ لفظ ایسا کو اتنا کے معنیٰ میں بتا رہے ہیں۔ ____ ساتھ ہی ٹانڈوی صاحب نے اس توجیہہ کے کرنے والوں کو دار العلوم دیوبند سے جہالت کی سند بھیجی ہے "عباراتِ اکابر" کے مصنّف کو چاہیے کہ اس سند کو سنبھال کر رکھیں تا کہ یہ بوقتِ ضرورت قبر وحشر میں کام آئے۔

کیوں گکھڑوی صاحب!

دن کو کہیے رات تو وہ رات ہو سکتی نہیں
جھوٹ پردے میں بھی سچی بات ہو سکتی نہیں

دوسرا ڈرامہ

مدرسہ دیوبند کے سابق ناظم تعلیمات مولوی مرتضیٰ حسن صاحب دربھنگی نے "حفظ الایمان" کی مذکورہ کفریہ عبارت کو بے غبار اور اسلامی ثابت کرنے کی غرض سے اسی لفظ ایسا کے بارے میں دوسری توجیہہ یوں پیش کی ہے:۔

[۱۵] "الشہاب الثاقب" مطبوعہ دیوبند ص ۱۰۲

''اگر تکفیر کی تشبیہ علم نبوی بعلم زیدوعمرو ہے تو یہ اسی پر موقوف ہے کہ لفظ ایسا تشبیہ کے لیے ہو حالانکہ یہ یہاں غلط ہے اور علاوہ غلط ہونے کے محتاج ہے حذف کلام بلکہ مسخ کلام کا'' ۱۶

اسی لفظ ایسا پر اپنی تحقیق کا نچوڑ پیش کرتے ہوئے مولوی محمد منظور سنبھلی، ایڈیٹر ''الفرقان'' لکھنو نے لکھا ہے:۔

''حفظ الایمان'' کی اس عبارت میں ایسا تشبیہ کے لیے نہیں بلکہ وہ یہاں بدوں تشبیہ کے اتنا کے معنیٰ میں ہے۔'' ۱۷

دربھنگی اور سنبھلی صاحبان کی تحقیق یہ ہے ''حفظ الایمان'' کی اس عبارت میں اگر لفظ ایسا تشبیہ کے لیے ہوتا تو عبارت یقیناً کفریہ ہوتی کیونکہ اس حالت میں اس کے اندر توہین شان رسالت ہوتی۔ دونوں حضرات اس بات پر متفق ہیں کہ لفظ ایسا یہاں تشبیہ کے لئے نہیں بلکہ اتنا کے معنیٰ میں ہے۔

اب تیسرے حمایتی جناب حسین احمد صاحب ٹانڈوی کی تحقیق ملاحظہ فرمائی جائے:

''اس سے بھی قطع نظر کریں تو لفظ ایسا کلمہ تشبیہ کا ہے۔'' ۱۸

گکھڑوی صاحب!

اب ''عبارات اکابر'' کے مصنف سے پوچھئے کہ

☆...... تھانوی صاحب کی صفائی کے وکیلوں میں سے اگر ٹانڈوی صاحب کو سچا سمجھا جائے تو تھانوی صاحب کے ساتھ دربھنگی اور سنبھلی صاحبان بھی شاتمِ رسول قرار پاکر کفر کے سمندر میں ڈوب جاتے ہیں

۱۶ ''توضیح البیان'' مطبوعہ لاہور، ص۱۴

۱۷ ''فتح بریلی کا دلکش نظارہ'' ص۳۴

۱۸ ''الشہاب الثاقب'' مطبوعہ دیوبند، ص۱۰۳

☆...... اگر دربھنگی اور سنبھلی صاحبان کی توجیہات کو درست قرار دیا جائے تو اس حالت میں تھانوی صاحب کے ساتھ ٹانڈوی صاحب بھی کفر کے سمندر میں ڈوبے ہوئے نظر آنے لگتے ہیں۔

☆...... رہے بیچارے تھانوی صاحب تو آپ ان کے کسی بھی وکیل صاحب کی تاویل کا سہارا لیں لیکن پھر بھی باقی وکیلوں کی توجیہات کے باعث انہیں کفر کے سمندر سے کسی صورت نکلنا نصیب نہیں ہوتا... آخر کوئی وقت ایسا بھی آیا ہوگا کہ تھانوی صاحب کے یہ وکیل وحمایتی اندھیر کوٹھڑی میں سر جوڑ کر بیٹھے ہوں گے اور یقیناً انہوں نے کہا ہوگا۔

بڑی ہمّت سے ہر اک ڈالتا ان پر رہا پردہ
مگر پردوں سے حضرت کا تو سارا کھل گیا پردہ

گکھڑوی صاحب! ''عباراتِ اکابر'' کے مصنّف سے کہئے کہ وہ از راہِ ہمدردی یا عقیدت تھانوی صاحب کے ان حمایت کرنے والوں اور وکیلوں کی اس جوتم پیزار اور سر پھٹول کا کوئی معقول اور شرعی فیصلہ کر کے تو دکھائیں۔ کوئی صورت بتائیں تو سہی کہ فلاں وکیل کی تاویل سے تھانوی صاحب کفر کے سمندر سے نکل آئے ہیں؟ کیا صورت حال یہی سامنے نہیں آئی کہ تھانوی صاحب کو کفر سے بچانے کی دھن میں خود بھی کفر کے سمندر میں جا ڈوبے اور آخر میں مصنّف صاحب نے بھی برضا و رغبت اپنے آپ کو منجدھار میں جا ڈبویا... کیوں نہ ہو جب کہ اللہ جل جلالہ اور رسول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے دشنامیوں یعنی عظمت خداوندی اور ناموس مصطفوی کو بازیچہ اطفال بنانے والے کی حمایت یہی رنگ لایا کرتی ہے۔ ___ خدا تعالیٰ جل شانہ سے لڑائی مول لینے کا نتیجہ یہی نہیں تو اور کیا ہے؟ ___ اسلام اب بھی ان حضرات سے پکار پکار کر یہی کہہ رہا ہے۔

بمژگان سیہ کر دی ہزاراں رخنہ در دینم
بیا کر چشم بیمارت ہزاراں زخم برچینم

تیسرا ڈرامہ

مولوی حسین احمد صاحب ٹانڈوی نے مذکورہ عبارتِ ''حفظ الایمان'' کی صفائی میں تیسری تاویل وتوجیہہ یہ پیش کی ہے۔

''اس جگہ یہ ہرگز ممکن نہیں کہ مقدار علم مغیبات میں تشبیہہ مقصود ہو کیونکہ خود تھانوی صاحب ہی فرماتے ہیں کہ جملہ علوم لازمہ نبوت آپ (حضور) کو حاصل ہے' [19]

مولوی مرتضیٰ حسن صاحب دربھنگی، سابق ناظم تعلیمات دار العلوم دیوبند نے اس سلسلے میں اپنی تحقیقات کا دریا بہاتے ہوئے فرمایا ہے۔:

''حفظ الایمان'' میں اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب بعطائے الٰہی حاصل ہے۔'' [20]

تیسرے حمایتی مولوی محمد منظور سنبھلی نے تھانوی صاحب کی بگڑی یوں بنانے کی کوشش فرمائی ہے:-

''تمام کائنات حتّٰی کہ نباتات و جمادات کو بھی مطلق بعض غیوب کا علم حاصل اور یہی ''حفظ الایمان'' کی عبارت کا پہلا اہم جزو ہے۔'' [21]

تھانوی صاحب کے یہ تینوں حمایتی اس تاویل وتوجیہہ میں متفق ہیں کہ سرور کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو مطلق بعض علوم غیبیہ حاصل تھے۔ جملہ علوم لازمہ نبوت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو بعطائے الٰہی جل شانہ حاصل تھے حتّٰی کہ نہ صرف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے لئے بلکہ جمادات ونباتات تک کے لیے علم غیب

[19] ''الشہاب الثاقب'' مطبوعہ دیوبند، ص ۱۰۴

[20] ''توضیح البیان'' مطبوعہ لاہور، ص ۵

[21] ''فتح بریلی کا دلکش نظارہ'' ص ۸۱

کا حصول تسلیم کر رہے ہیں۔ گویا اپنے آپ کو مسلمان منوانے پر آئے ہیں تو پوری ہی گائے کھائیں گے' اب ان تینوں حمایتی حضرات کو ایک طرف رکھیے۔ مناظرہ مونگیر کی روئداد مسماۃ ''نصرت آسمانی'' ملاحظہ فرمایئے اور تھانوی صاحب کے مذکورہ تینوں وکیلوں کو دیوبندیوں کے امام اہلسنّت مولوی عبدالشکور صاحب لکھنوی کی توپ کے سامنے کھڑا کیجئے... لکھنوی صاحب نے تھانوی صاحب کے مذکورہ تینوں وکیلوں کا تھانوی صاحب کی وکالت کرتے ہوئے یوں منہ چڑھایا ہے:

''جس صفت کو ہم مانتے ہیں اس کو رذیل چیز سے تشبیہ دینا یقیناً توہین ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا میں صفت علم غیب ہم نہیں مانتے اور جو مانے اس کو منع کرتے ہیں' لہٰذا علم غیب کی کسی شق کو رذیل چیز میں بیان کرنا ہرگز توہین نہیں ہوسکتی۔'' [22]

گھڑوی صاحب! آپ نے تھانوی صاحب کے وکیلوں کی بھانت بھانت کی بولیاں سن لیں لہٰذا اب ''عبارات اکابر'' کے مصنّف سے مطالبہ تو کیجئے کہ وہ تھانوی صاحب کے ان چاروں وکیلوں کی تاویلات وتوجیہات کو سامنے رکھ کر ''حفظ الایمان'' کی عبارت کو بے غبار اور بے داغ ثابت کر کے تو دکھائیں۔ چاروں کی تاویلات کو سامنے رکھ کر تھانوی صاحب کو کفر کے سمندر سے باہر تو دکھائیں۔ جب چاروں وکیلوں کی دُوراز کار تاویلیں اور صفائی کے متضاد بیانات منظر عام پر آئے تو تھانوی صاحب کے جملہ عقیدت مندوں نے ہمّت بسیار کے باوجود اپنی ناکامی ونامرادی کا سر جوڑ کر یوں ماتم نہ کیا ہوگا۔

جتنے قلعے بنائے تھے، مسمار ہو گئے
رسوائے زمانہ سربازار ہو گئے

بندۂ خدا!

[22] '' نصرت آسمانی' ص ۲۷

جب نہ ساری عمر میں تھانوی صاحب اپنی کفریہ عبارت کو اسلامی ثابت کر سکے۔ اور نہ ان کا کوئی حمایتی اور وکیل اسے بے غبار اور بے داغ ثابت کر سکا بلکہ ہر حمایتی نے بھی بالواسطہ تھانوی صاحب کی تکفیر پر مہر تصدیق ہی ثبت کی ہے۔دریں حالات ہم کلمہ گوئی کا لحاظ کرتے ہوئے ''عبارات اکابر'' کو یہ خیر خواہانہ دعوت دیتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ جل شانہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے دشمنوں کی حمایت سے دست بردار ہو کر توبہ کر لیں اور دائرہ اسلام میں آجائیں کیونکہ اسی میں دارین کی بھلائی ہے۔اپنے استادوں یا پیروں کی ناجائز حمایت میں اللہ تعالیٰ جل شانہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی دشمنی مول لینا اپنے ہاتھوں اپنی عاقبت برباد کرنا آخر کہاں کی دانشمندی ہے؟ ؎

من آنچہ شرط بلاغ ست باتوی گویم
تو خواہ ازسخنم پند گیرو خواہ ملال

کافر بنانا

''عبارات اکابر'' کے مصنّف نے اکابر دیو بند کی صفائی پیش کرتے ہوئے مجدد مائتہ حاضرہ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ پر یہ مضحکہ خیز الزام بھی عائد کیا ہے :

۱) "انہوں (علمائے دیو بند) نے معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہرگز کوئی توہین نہیں کی اور نہ ان کے وہم میں بھی اس کا خیال گذرا ہے مگر خاں صاحب (محدّثِ بریلوی) بلا وجہ ان کو کافر بنانے پرادھار کھائے بیٹھے ہیں۔" ۲۳

۲) "مگر خاں صاحب (محدّثِ بریلوی) کا مشن ہی ان کو کافر بنانے کا تھا۔" ۲۴

۳) "حالانکہ شرعاً اور اخلاقاً ان (فاضلِ بریلوی) کا فریضہ تھا کہ اپنے اس ناروا

۲۳ ''عبارات اکابر'' مطبوعہ اشرف پریس لاہور' ۱۳۹۲ھ ص ۲۱۸
۲۴ ''عبارات اکابر'' مطبوعہ لاہور' ص ۲۱۹

فتوے سے رجوع کر لیتے مگر انہوں (محدّثِ بریلوی) نے ایسا نہیں کیا کیونکہ ان کا مشن ہی یہ تھا کہ دیگر اکابر علمائے دیو بند سمیت حضرت تھانوی کو بہر قیمت کافر بنانا ہے۔" ۲۵

جہاں تک مذکورہ بیانات کی پہلی شق کا تعلق ہے تو وہ بالکل درست ہے کہ واقعی اکابر دیو بند نے راہ کفر اختیار کر لی تھی کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ جل شانہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو صاف وصریح گالیاں دیں۔ ان کفریہ عبارتوں کو جیتے جی بدل کر اسلامی نہیں بنایا۔ مرتے دم تک اس ظالمانہ روش سے توبہ نہیں کی۔ اور جب تک دنیا میں رہے تو مقدس شجر اسلام کے اندر غیر اسلامی عقائد ونظریات کی قلمیں ہی لگاتے رہے۔ اور یہ بات ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہے۔

رہا مصنّف صاحب کا دوسرا دعوٰی کہ اکابر دیو بند کو مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ نے کافر بنایا تھا کیونکہ ان رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ کا مشن ہی انہیں کافر بنانا تھا اور وہ انہیں کافر بنانے پر ادھار کھائے بیٹھے تھے۔ تو اس مرحلے پر ہم اپنی کوتاہ علمی کا صاف لفظوں میں اعتراف کرتے ہیں۔ ہمیں آج تک ایک بھی ثبوت ایسا نہیں مل سکا کہ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ نے اکابر دیو بند کے پاس جاکر یا انہیں اپنے پاس بلا کر یا کسی کی معرفت ان سے کہا ہو کہ:

آپ حضرات اسلام کو چھوڑ کر کافر ہو جائیں' کفر کے سمندر میں چھلانگ لگا دیں اور یوں اپنے آپ کو جہنّم کا ایندھن بنالیں۔

اسی طرح یہ بھی ہماری علمی تنگ دامانی ہے کہ امام احمد رضا خاں بریلوی صاحب رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ جب بہر قیمت تھانوی صاحب کو کافر بنانے پر تلے ہوئے تھے تو انہوں نے کتنی قیمت ادا کر کے تھانوی صاحب کو کافر بنایا تھا؟.... ممکن ہے'' عبارات اکابر'' کے مصنّف کے علم

۲۵ ''عباراتِ اکابر'' مطبوعہ اشرف پریس لاہور' ۱۳۹۲ء ص ۲۲۳

میں یہ بات ہو کہ تھانوی صاحب ایمان کی قیمت کیا تھی؟ اور انہوں نے اپنے ایمان کو کتنے داموں میں فروخت کیا تھا؟... اگر وہ ہمیں بھی بتا دیں تو ان کی عالمانہ نوازش ہو گی۔

گکھڑوی صاحب! تینوں عبارتیں آپ بھی بغور ملاحظہ فرمالیں۔ آخر ''عبارات اکابر'' کے مصنّف صاحب یقیناً اتنے جاہل تو ہرگز نہیں ہوں گے کہ وہ بنانے اور بتانے کا فرق نہ جانتے ہوں۔ لہٰذا انہوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ سمجھ سوچ کر لکھا ہوگا۔ موصوف کی تینوں عبارتوں کا ماحصل یہی تو ہوا کہ ہمارے اکابر دیوبند کافر تو ضرور ہو گئے تھے لیکن انہیں مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے کافر بنایا تھا کیونکہ وہ انہیں کافر بنانے پر تلے ہوئے تھے۔

گکھڑوی صاحب! آپ ''عباراتِ اکابر'' کے مصنّف کو حقیقت نفس الامری سے مطلع فرما دیں کہ ان پانچوں حضرات کو امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یا اہل حق کے کسی بھی عالم نے کافر نہیں بنایا کیونکہ وہ جملہ حضرات رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم تو کافروں کو مسلمان بنانے پر من جانب اللہ مامور تھے۔ ہاں ان پانچوں حضرات کو کافر بنایا تو انگریز کے وظیفوں، نذرانوں اور لقمہ ترنے، خود ان حضرات کی حرص و ہوا اور پیٹ پرستی نے .... نیز خوفِ خدا اور خطرۂ روزِ جزا سے عاری ہونے نے جس کے باعث ان پانچوں حضرات نے مقدس شجر اسلام کے اندر غیر اسلامی عقائد ونظریات کی قلمیں لگا کر اپنی ایمان جیسی متاع عزیز کو اپنے ہاتھوں ضائع کر دیا تھا.... امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور اہل حق کے ہر صاحب نظر نے تو ازراہِ خیر خواہی مسلمانوں کو صرف یہ بتایا تھا کہ ان پانچوں میں سے کسی کے پیچھے لگ کر اسے اپنا رہنما اور پیشواء بنا کر تم بھی اپنی عاقبت برباد نہ کر لینا اپنے ایمان کی دولت سے محروم نہ ہو جانا۔

خود ان حضرات کے پیرومرشد، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی سمجھا بجھا کر دیکھ لیا تھا۔ انہوں نے رفعِ نزع کی خاطر اپنا عقیدہ و عمل لکھوا کر ''فیصلہ ہفت مسئلہ'' کے نام سے بھیجا تو اپنے پیرومرشد کے فیصلے کی جملہ کاپیوں کو بصد عقیدت و

احترام اور پوری نیاز مندی سے نذرِ آتش کرنے کا گنگوہی فیصلہ صادر ہو گیا تھا۔ کیا قبلہ حاجی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مشن بھی کافر بنانا تو نہیں ہو گیا تھا؟... اسی طرح سارے ملک کے علمائے کرام سراپا احتجاج تھے کیونکہ ان کے پروردگار جل شانہ کی تقدیس اور حبیب کردگار، احمد مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی عظمت پر چند مولوی کہلانے والے ناپاک حملے کر کے ان کے قلب وجگر کو چھلنی کر رہے تھے.... ان کی ایمانی غیرت کو للکار رہے تھے.... جملہ اہل علم حضرات نے سمجھایا بجھایا لیکن چند لوگوں نے پیٹ پرستی کے باعث کسی کی نہ سنی... برٹش گورنمنٹ کی پراسرار حمایت کے باعث سارے ملک کے احتجاج کو ٹھکراتے رہے... اور یوں ملت اسلامیہ کو اپنی دین فروشی کے باعث تڑپاتے رہے اور جاتے وقت اسلامیان ہند پر چند جدید فرقوں کا بوجھ لاد گئے ......

معافی مانگتے

''عبارات اکابر'' کے مصنف نے عبارت ''حفظ الایمان'' کی مختلف انداز میں صفائی بیان کرتے ہوئے بھول بھلیاں کی سیر کے خوب مزے لوٹے ہیں .... علمائے اہلسنّت کو دل کھول کر بے نقط سنائی ہیں اور اپنی چلتی، خوب سینہ زوری اور دھینگا مشتی کا مظاہرہ کیا ہے۔ حالانکہ موصوف سے تھانوی صاحب کا کفر بال برابر بھی ہٹایا نہیں جا سکا لیکن کس مزے سے یہ جرنیلی اور مضحکہ خیز حکم صادر فرما رہے ہیں:

> ''خاں صاحب (محدّثِ بریلوی) کا پہلا تو یہ فریضہ تھا کہ تکفیر جیسے سنگین قدم کے اٹھانے سے پہلے حضرت تھانوی صاحب سے ان کی مراد دریافت کر لیتے۔ اگر ان کی مراد سے توہین کا ادنیٰ سا احتمال بھی نکلتا تو بلاشبہ ان کی تکفیر کرتے بلکہ یوں کہتے کہ تھانوی ڈبل کافر ہے۔
>
> اور دوسرے درجے پر ان کا یہ فریضہ تھا کہ جب حضرت تھانوی نے اپنی مراد بیان کر دی اور اس پہلو اور اس مطلب و مراد کو کفر کہا جس

کو لے کر خاں صاحب (محدّثِ بریلوی) ان کی بلاوجہ تکفیر کر رہے ہیں تو
خاں صاحب (فاضل بریلوی) کے لیے مناسب تھا کہ وہ اپنے اس
ظالمانہ فتویٰ سے رجوع کرتے اور اخبارات و اشتہارات میں اسے شائع
کرتے کہ:

میں نے تھانوی صاحب کی عبارت سے جو مراد سمجھی ہے تھانوی صاحب
خود بھی اسے کفر کہہ رہے ہیں اس لیے میں اپنے اس فتویٰ سے رجوع
کرتا ہوں اور تھانوی صاحب اور ان کے معتقدین سے معافی کا خواستگار
ہوں۔" ۲۶

گکھڑوی صاحب! آپ بغیر کسی جھجک کے "عبارات اکابر" کے مصنّف سے یہ فرما دیں کہ
تھانوی صاحب نے جو اپنی مراد ظاہر کی اگر ان کا کوئی معتقد اسے اسلامی ثابت کر سکے ....
یا اس کفریہ عبارت کے اندر اس کے علاوہ ایک بھی اسلامی پہلو ثابت کر دے تو اختر شا
ہجہان پوری وعدہ کرتا ہے کہ وہ اخبارات واشتہارات کے ذریعے یہ اعلان کر دے گا کہ تھانوی
صاحب کی تکفیر میں غلطی ہو گئی تھی اور تھانوی صاحب کے معتقدین سے معافی بھی مانگ لے
گا... اس کے بالمقابل اگر وہ تھانوی صاحب کی عبارت میں کوئی اسلامی پہلو ثابت نہ کر سکیں
تو اپنے چاروں اَرْبَاباً مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کو کافر و مرتد مان کر اللہ تعالیٰ جل شانہ سے معافی مانگنے
اور توبہ کرنے کے لیے تیار ہو جائیں گے؟.... اگر جواب اثبات میں ہے تو تحریری وعدہ کر کے
افہام و تفہیم کی غرض سے سلامت روی کے ساتھ تحریری گفتگو شروع کر دی جائے۔ تحریروں کی
روشنی میں حقیقت چھن کر خود ہی سامنے آ جائے گی۔ کیا یہ بہتر نہیں کہ افہام و تفہیم کے ذریعے
اس المناک اختلاف کے کُتّے کو کنوئیں سے نکال کر باہر پھینک دیا جائے۔ ہم "عباراتِ اکابر"
کے مصنّف کے تحریری وعدے کا آج سے ہی انتظار شروع کر دیتے ہیں:۔

---

۲۶ "عباراتِ اکابر" مطبوعہ لاہور ص ۲۱۹

نہ خنجر اٹھے گا، نہ تلوار ان سے
یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

گکھڑوی صاحب! "عباراتِ اکابر" کے مصنّف کی ساری لن ترانیوں کا انتہائی
معقول جواب ہو گیا یا نہیں؟......

اب آپ انہیں یہ بھی بتا دیں کہ حضور والا!
آپ تجاہل عارفانہ سے کام لے رہے ہیں کیونکہ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ
تعالےٰ علیہ نے ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء میں "المعتمد المستند" کے اندر جب پانچ حضرات کی تکفیر کا شرعی
فریضہ ادا کیا تھا تو اس وقت

☆.... "حفظ الایمان" کی عبارت کو منظر عام پر آئے ایک سال،
☆.... گنگوہی صاحب کے فتوٰے کذبِ وقوعی کو بارہ ۱۲ سال،
☆.... "براہین قاطعہ" کو سولہ ۱۶ سال ——— اور
☆.... "تحذیر الناس" کو پورے تیس ۳۰ سال ہو چکے تھے۔

اس عرصے میں ردو تردید کا بازار خوب گرم رہا اور فریقین کی جانب سے
سینکڑوں کتب و رسائل اور اشتہارات منظر عام پر آئے.......

یہاں تک کہ بریلی شریف سے ساری کفریہ عبارتوں کا مجموعی رد شائع ہوا اور اس میں
سے بیس سوال منتخب کر کے ایک وفد کے ذریعے تھانوی صاحب کے پاس بھیجے گئے کہ
"ان کا اپنے قلم سے جواب دیجئے"....

اس پر دیوبندی حضرات کے مجدّدِ دین و ملت نے "مجدّدانہ شان" دکھاتے ہوئے
اراکین وفد سے فرمایا:۔

"ایک نہ، ہزار نہ، معاف کیجئے میں اس فن میں جاہل ہوں اور
میرے اساتذہ بھی جاہل ہیں۔ جو شخص تم سے دریافت کرے اسے

ہدایت کرو طبیب کا کام نسخہ لکھ دینا ہے، یہ نہیں کہ مریض کی گردن پر
چھری رکھ دے کہ تو پی لے تم اپنی امّت میں سب کو داخل کر لو۔ میں
جو کچھ کہہ چکا ہوں کہوں گا۔ مجھے معقول بھی کر دیجئے تو وہی کہے جاؤں
گا۔ مجھے معاف کیجئے، آپ جیتے میں ہارا" ۲۷

جب تھانوی صاحب نے یوں جان چھڑائی اور تحریری جواب مطلقاً نہ دیا تو

☆..... آستانہ عالیہ بریلی شریف کی جانب سے وہی سوالات ان کے پاس بذریعہ رجسٹری بھیجے گئے۔ موصوف نے رجسٹری واپس کر دی......

☆..... تیسری مرتبہ چھاپ کر رسالہ "ظفر الدین الجید" (۱۳۲۳ھ) کی صورت میں ان کے سامنے پیش کئے لیکن دیوبندیوں کے حکیم الامّت اور مجددِ دین و ملت کا منہ ذرا نہ کھلا اور نہ قلم حرکت میں آیا......

☆..... چوتھی مرتبہ رسالہ "بطش غیب" (۱۳۲۳ھ) کی صورت میں تھانوی صاحب کو جواب دینے کی جانب متوجہ کیا اور دیگر تمام علمائے دیوبند کو دعوت دی کہ اپنے ان کفریات کے بارے میں بولیے اگر آپ کے پاس ان خرافات کی تاویلیں ہیں تو ان تاویلات کے چہرے کھولیے ان علمی و ایمانی مطالبوں کا جواب سرکار کے پالتو پٹھوروں نے گالیوں اور مغالطوں سے دیا جب کہ حکیم الامت سے شیخ الہند تک کہلانے والوں پر خاموشی اور خود فراموشی کا عالم طاری رہا یعنی وہی یا مظہر العجائب کہ جواب مع مجیب غائب ....

گکھڑوی صاحب! غور تو فرمایئے کہ ان حالات میں جواب کس کے گھر سے یا کونسے بازار سے منگوایا جاتا؟ .... اب ذرا مصنّف صاحب سے پوچھیے تو سہی کہ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ تعالٰے علیہ نے کیا تھانوی صاحب سے کچھ پوچھا ہی نہیں تھا؟ ....

---

۲۷ "وقعات السنان" مطبوعہ لاہور ص ۶۷

نوٹ: غوثیہ بک ڈپو مرید کے نے اکتوبر ۱۹۹۹ء میں "وقعات السنان الی حلق بسط البنان" کا نیا ایڈیشن شائع فرمایا۔ (رفیق)

بندۂ خدا!

ایک مولوی کہلاتے ہوئے کیا مصنّف صاحب کو عالم آشکار میں ایسا سفید جھوٹ زیب دیتا ہے؟ .... جواب نہ دیں تھانوی صاحب،.... خاموش رہنے کی قسم کھائیں دیوبندیوں کے حکیم الامّت صاحب.... اپنے اوپر سے کفر کا الزام ہٹانے کی جانب ایک قدم بھی نہ بڑھائیں مصنّف کے مجدّد دین و ملت صاحب .... اور مورد الزام قرار پائیں ان کے نزدیک امام احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ تعالٰے علیہ.... کیا سر بازار انصاف کا یوں خون کر کے اور حقائق کا منہ چڑا کر دیانت و صداقت کے تقاضے پورے کیے جا رہے ہیں؟ ...

گکھڑوی صاحب! جب جواب مانگنے پر تھانوی صاحب نے اراکین وفد سے برملا کہہ دیا کہ:

"جواب دینے سے میرا ایک دفعہ نہیں ہزار بار انکار ہے۔ ___ میں ہرگز جواب نہیں دوں گا مجھ پر ثابت بھی ہو جائے کہ میں غلطی پر ہوں تب بھی جواب نہیں دوں گا... میں روحانی مریض سہی لیکن ایمانی دوائی پینے سے میرا صاف انکار ہے کیونکہ جس کمبل کو میں پکڑ بیٹھا ہوں اسے چھوڑنے کی اب لاکھ کوشش بھی کروں تب بھی وہ کمبل مجھے نہیں چھوڑے گا۔ ___ اب میری مرضی کا دخل ختم ہو چکا ہے کیونکہ میں کسی کے ہاتھوں میں اب چوں قلم دردست کاتب ہو کر رہ گیا ہوں۔ چونکہ میں تخریب دین و افتراق بین المسلمین پر مامور ہوں لہٰذا جیتے جی باطل پر قائم رہوں گا اور اسی کو حق و صداقت بتاتا رہوں گا۔ اور بس۔

گکھڑوی صاحب! ملاحظہ فرمایا آپ نے مصنّف صاحب کا آنکھیں بند کرنا کہ تھانوی صاحب سے تو کچھ کہا ہی نہیں گیا تھا۔ ___ ان سے تو پوچھا ہی کچھ نہ تھا۔ ___ سینکڑوں واقعات اور رسائل و اشتہارات کے مضمون چھوڑتے ہوئے ذرا انہیں مجدّد

مانۂ حاضرہ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا وہ مکتوبِ گرامی تو سنا دیجئے جو
انہوں نے اسی نزع کو رفع کرنے کی خاطر ۱۳۲۹ھ میں تھانوی صاحب کے لیے بھیجا تھا۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆......

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نَحۡمَدُهٗ وَ نُصَلِّيۡ عَلٰى رَسُوۡلِهِ الۡكَرِيۡمِ

اَلسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الۡهُدٰى ۔

فقیر بارگاہ عزیز قدیر عزّ جلالہ تو مدّتوں سے آپ کو دعوت دے رہا ہے۔

اب حسب معاہدہ و قرار داد مراد آباد پھر محرک ہے کہ آپ کو سولات و مواخذات ''حسّام الحرمین'' کی جوابدہی کو آمادہ ہوں۔

میں اور آپ جو کچھ کہیں. لکھ کر کہیں اور سنا دیں ا ور وہ دستخطی پرچہ اسی وقت فریق مقابل کو دیتے جائیں کہ فریقین میں سے کسی کو کہہ کر بدلنے کی گنجائش نہ رہے۔

معاہدے میں ۲۷ صفر مناظرہ کے لیے مقرر ہوئی ہے آج ۱۵ کو اس کی خبر مجھ کو ملی. گیارہ روز کی مہلت کافی ہے۔ وہاں بات ہی کتنی ہے؟

اسی قدر کہ یہ کلمات شان اقدس حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم میں توہین ہیں یا نہیں؟ یہ بعونہ تعالیٰ دومنٹ میں اہل ایمان پر ظاہر ہوسکتا ہے لہٰذا فقیر اس عظیم ذو العرش کی قدرت و رحمت پر توکل کر کے یہی ۲۷ صفر روز جان افروز دو شنبہ اس کے لئے مقرر کرتا ہے۔ آپ فوراً قبول کی تحریر مہری دستخطی روانہ کریں اور ۲۷ صفر کی صبح مراد آباد میں ہوں.....اور آپ بالذّات اس امر اعظم کو طے کریں۔

اپنے دل کی جیسی آپ بتا سکیں گے وکیل کیا بتائے گا؟ عاقل، بالغ،

مستطیع، غیر محذورہ کی توکیل کیوں منظور ہو؟ معہذا یہ معاملہ کفر و اسلام کا ہے، کفر و اسلام میں وکالت کیسی؟ اگر آپ خود کسی طرح سامنے نہیں آسکتے تو وکیل ہی کا سہارا ڈھونڈ ھیے تو یہی لکھ دیجئے' اتنا تو حسب معاہدہ آپ کو لکھنا ہی ہوگا کہ وہ آپ کا وکیل مطلق ہے۔ اس کا تمام ساختہ و پرداختہ، قبول سکوت، نکول، عدول سب آپ کا ہے___

اور اس قدر اور بھی ضرور لکھنا ہو گا کہ اگر بعون العزیز المقتدر عز جلالہ آپ کا وکیل مغلوب یا معترف یا ساکت یا فار ہوا تو کفر سے توبہ علی الاعلان آپ کو کرنی اور چھاپنی ہو گی کہ توبہ میں وکالت ناممکن ہے اور علانیہ کی توبہ علانیہ لازم۔

میں عرض کرتا ہوں کہ آخر بار آپ ہی سر رہتا ہے کہ توبہ کرنی ہوئی تو آپ ہی پوچھے جائیں گے۔ پھر آپ خود ہی اس دفع اختلاف کی ہمت کیوں نہ کریں؟ کیا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرنے کو آپ تھے اور بات بنانے دوسرا آئے؟

لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

آپ برسوں سے ساکت اور آپ کے حواری رفع خجالت کی سعی بے حاصل کرتے ہیں آخر تابکے؟ یہ اخیر دعوت ہے اس پر بھی آپ سامنے نہ آئے تو الحمد اللہ میں فرض ہدایت ادا کر چکا آئندہ کسی کے غوغہ پر التفات نہ ہوگا منوا دینا میرا کام نہیں۔ اللہ عزّ وجلّ کی قدرت میں ہے۔

وَاللّٰهُ يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ وَصَلَّى اللّٰهُ

تَعَالٰی عَلٰی سَیِّدِ نَا وَ مَوْلَا نَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِهٖ وَصَحْبِهٖ
اَجْمَعِیْنَ وَالْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

۱۵ صفر المظفر ۱۳۲۹ھ فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ۲۸
چہار شنبہ

☆......☆......☆......☆......

گکھڑوی صاحب! ذرا "عباراتِ اکابر" کے مصنّف سے کہیے کہ وہ مذکورہ بالا خط کے ہر فقرے میں اصلی وجعلی مجدّد کا فرق دیکھ لیں۔ نیز پوچھیے کہ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ نے تھانوی صاحب سے پوچھنے میں کونسی کسر اٹھا رہی تھی؟ لیکن تھانوی صاحب کو مرتے دم تک لب کشائی کی جرات نہ ہوئی.... دعوت کے جواب میں قرار داد مُراد آباد کی رُو سے جہاں مُراد آباد جانے اور مجددِ برحق، محدّثِ بریلوی کے سامنے پہنچنے کی جرات نہ ہوئی وُہاں گھر کے اندر بیٹھ کر بھی کوئی معقول اور اسلامی توجیہ تازیست بیان نہ کر سکے۔

جب تھانوی صاحب نے اپنی صفائی میں چورقی "بسط البنان" لکھی تو سب کو معلوم ہو گیا کہ ان کے پلے "حفظ الایمان" کی صفائی میں کچھ بھی نہیں ہے ورنہ ان دور ازکار اور نامعقول تاویلات کا سہارا کیوں لیا جاتا؟.. تھانوی صاحب نے "حفظ الایمان" کی صفائی میں جو کچھ "بسط البنان" کے اندر لکھا اس کے پرخچے شہزادۂ اعلیٰ حضرت، مفتیِ اعظم ہند، مولانا

۲۸ "مجدّدِ اسلام" مطبوعہ انڈیا، ص ۱۸۴ تا ۱۸۶

(ب) مذکورہ مکتوب پہلے رسالہ "دافع الفساد عن مراد آباد" میں چھپا تھا۔

(ج) بعد ازیں "ابحاث اخیرہ" (۱۳۲۸ھ) کی اگلی اشاعت میں بطور ضمیمہ شائع کیا گیا تاکہ ریکارڈ درست رہے

(د) "ابحاث اخیرہ" (۱۳۲۸ھ) کو "رسائل رضویہ" جلد دوم (طبع ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء، ناشر مکتبہ حامدیہ، لاہور) مع اس مکتوب شامل کیا گیا ملاحظہ فرمائیں اس کے صفحہ ۴۸۷ تا ۵۰۲۔

(ر) حال ہی میں اسے مسلم کتابوی، لاہور نے رسالہ کی صورت میں پھر شائع کیا ہے۔ (رفیق)

مصطفٰے رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ تعالٰے علیہ نے "وقعات السنان" لکھ کر اڑائے اور مسئلہ علم غیب پر جتنا منہ کھولا تھا اسے "ادخال السنان" لکھ کر ہمیشہ کے لیے بند کر دیا... "وقعات السنان" کے اندر تھانوی صاحب سے ایک سوبتّیس سوال کئے تھے کہ ان کا نمبروار جواب دیجیے... ۱۳۳۰ھ سے ۱۳۶۲ھ تک بتّیس ۳۲ سالوں میں تھانوی صاحب سے ایک سوال کا جواب بھی نہ ہو سکا اور نہ تھانوی صاحب کا کوئی بڑے سے بڑا حمایتی ان کا جواب دے کر اپنے مجدّدِ دین وملت کی بگڑی بنا سکا۔ (ا)

حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفٰے رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ تعالٰے علیہ نے تھانوی صاحب پر اتمامِ حُجّت کرتے ہوئے یہ اعلان بھی فرمایا تھا:۔

> "اس ایمانی معاہدہ کی طرف آپ کو دعوت ہے، جس کی ابتدا ہم خود کریں۔ہم سچے دل سے اقرار کرتے ہیں کہ اگر آپ نے ان سب سوالات کا جدا جدا معقول جواب لکھ دیا، جس میں نہ اڑان گھائی ہو.. نہ نمبر کترانا، نہ مکابرہ ڈھٹائی ہو نہ دھوکے دے کر عوام کو چندرانہ تو ہم صاف اعلان کر دیں گے کہ خفض الایمان پر تکفیر غلط تھی اور اگر آپ ایماناً سمجھ لیں کہ الزام لا جواب ہے تو خدا کو مان کر انصافاً قبول دیں کہ واقعی "حفظ الایمان" میں آپ نے کفر لکھا ہے۔ اب مسلمان ہوتے ہیں میں سچ کہتا ہوں کہ اس

(ا) تھانوی صاحب نے "تغیر العنوان" لکھ کر نیا پردہ ڈالنا چاہا تو شیر بیشہء اہل سنّت، مولانا حشمت علی لکھنوی رحمتہ اللہ تعالٰے علیہ (المتوفی ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۸ء) نے "قہر واجد دیان بر ہمشیر "بسط البنان" لکھ کر پر زور تردید کی۔ یہ رد کئی بار شائع ہوا۔ (رفیق)

میں آپ کی کچھ بھد نہ ہوگی بلکہ ہر عاقل کے نزدیک وقعت بڑھ جائے گی۔'' (''وقعات السنان'' ص ۷۰'۷۱) ۲۹

گکھڑوی صاحب! ''عبارات اکابر'' کے مصنّف سے پوچھتے چلیے کہ تھانوی صاحب سے کچھ پوچھا گیا تھا یا نہیں؟..... مصنّف صاحب بھی در حقیقت مجبور ہیں کہ اُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ کی طرح وہ اپنے تھانوی صاحب کی محبت وعقیدت سے سرشار ہیں۔ ان کے دماغ میں صرف ایک ہی دھن سمائی ہے کہ تھانوی صاحب نے خواہ کچھ بھی کیا لیکن امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کو ان سے معافی مانگ لینی چاہیے تھی۔..... وہ اپنے اَرْبَاباً مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ پر تنقید کرنے کا کسی کو بھی حق دینے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

چلیے یہ بات ۱۳۳۰ھ کی تھی ۱۳۴۵ھ میں ایک صاحب دل اور بااثر مسلمان ... جمال بھائی قاسم بھائی نے کوشش کی کہ

اختلاف کا یہ کتّا کنوئیں سے نکالنا بہت ضروری ہے اور مولوی خلیل احمد صاحب انبٹھوی اور مولوی اشرفعلی صاحب تھانوی کی زندگی میں اس تصفیے کی اُمیّد ہو سکتی ہے کیونکہ چاروں اکابر دیوبند سے یہ دونوں حضرات ابھی بقید حیات ہیں۔ اپنی عبارتوں کی جو توجیہ یہ بتا سکتے ہیں وہ دوسرے سے مقصود نہیں اور اور نہ اس پر اُس درجہ اعتماد کہ شاید قائل کی یہ مراد نہ ہو۔

مولوی خلیل احمد صاحب انبٹھوی ان دنوں عرب میں تھے۔ وہیں ان کے پاس دعوت مناظرہ بھیجی گئی اور ہندوستان آنے کے مصارف کو ادا کرنے کا وعدہ بھی کیا لیکن موصوف نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تھانوی صاحب سے کہا گیا کہ:

---

۲۹ ''وقعات السنان'' مطبوعہ لاہور ص ۷۰'۷۱

(ب) ''وقعات السنان الی حلق بسط البنان'' (ناشر غوثیہ بک ڈپو' مریدکے) طبع اکتوبر ۱۹۹۹ء کی تازہ اشاعت کے صفحہ ۷۸ پر ملاحظہ فرمائیں (رفیق)

اپنی زندگی میں سامنے آ کر آپ ہی یہ اختلاف مٹانے کی جانب کوئی قدم بڑھا دیں۔

اس پر موصوف تو خاموش رہے اور ان کے حواریوں نے علمائے اہل سنّت پر ملک کے گوشے گوشے سے گالیوں کی بارش برسانی شروع کر دی۔ آخر شہزادۂ اعلیٰ حضرت حجّۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ (المتوفی ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) نے مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کے پاس یہ گرامی نامہ بھیجا:۔

بخدمت وسیع المناقب جناب مولوی اشرف علی صاحب ہداہ اللہ تعالیٰ

اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی۔

فقیر ایک فیصلہ کن مناظرہ کے لیے آپ سے ہر طرح تیّار ہے۔ مسلمانانِ پادرہ کی آواز پر فوڑا فوراً پادرہ چلیے اور تاریخ' وقت روانگی سے سیٹھ صاحب اور فقیر کو مطلع کیجئے۔ میں بابرکاب منتظر جواب ہوں۔ جھوٹے حیلے بہانے نہ بنایئے فوراً اپنی مہری و دستخطی تحریر بذریعہ رجسٹری بھیجئے اور پادرہ نہ جانا ہو' وہاں کچھ زیادہ مصیبت کا سامنا ہو تو جہاں آپ کو زیادہ آسانی ہو وہاں انتظام کرایئے۔ ایک ہفتہ کی مہلت ہے۔

مناظرہ سے انکار عجز کا اقرار اور سکوت فرار پر قرار ہوگا۔ خبر شرط است۔

گدائے سجادہ رضویہ

فقیر محمد حامد رضا قادری بریلوی غفرلہ ۳۰

اس دعوت مناظرہ کا حشر بھی وہی ہوا جو تھانوی صاحب شروع سے کرتے آرہے تھے کہ مکمل خاموشی کی ٹھان لی گویا ہاں اور نہ دونوں کو جواب ___ نہ مردمیدان اور خیرخواہ اسلام ومسلمین بن کر مناظرہ کرنے گئے اور نہ انکار کیا .... مولوی مرتضیٰ حسن صاحب دربھنگی کئی روز سے اچھلتے پھرتے تھے کہ میں تھانوی صاحب کا وکیل ہوں' جب تھانوی صاحب سے اس

توکیل کی تصدیق چاہی تو وہ مہر بلب ہوگئے ____ در بھنگی صاحب سے وکالت نامہ دکھانے کا مطالبہ ہوا تو ان کے پاس وکیل مطلق بنانے کی مطلقاً کوئی تحریر تھانوی صاحب کی مہری دستخطی سرے سے تھی ہی نہیں ۔ یہ ہے تھانوی صاحب اور ان کے چیلے چانٹوں کی اسلام دوستی اور حق و صداقت سے لگاؤ جس کے باعث امام احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ ہی نہیں بلکہ اس دور کے ہر صاحب ایمان کو مصنّف صاحب کے نزدیک ان کے تھانوی صاحب سے معافی مانگ لینی چاہیے تھی کیونکہ دنیا میں ایسی پر اسرار ہستیاں کہیں صدیوں بعد جا کر پیدا ہوتی ہیں جن کا وجود مرنے کے بعد بھی ملت اسلامیہ کے لئے مستقل درد سر ہو کر رہ جاتا ہے۔

خیر جانے دیجئے مصنّف صاحب تو یہی فرمائیں گے کہ تھانوی صاحب سے ان کی مُراد پوچھی ہی کب گئی تھی۔

اس کے سات سال بعد ۱۳۵۲ھ میں انجمن حزب الاحناف، لاہور کے سالانہ جلسے ہو رہے تھے۔ ضروری سمجھا گیا کہ چاروں اکابر دیوبند سے تھانوی صاحب ابھی بقید حیات ہیں۔ اگر وہ بنفس نفیس تشریف لا کر اس امر کا علمی تصفیہ کرلیں تو اسلامیان ہند کی بہت بڑی پریشانی دُور ہوجائے۔ تھانوی صاحب کے لاہوری معتقدین نے بھی اس رائے سے اتّفاق کیا اور قرار یہ پایا کہ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ کے خلف اکبر مولانا حامد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ اور تھانوی صاحب کے درمیان مناظرہ ہو ... اگر فریقین میں سے کسی کو اشدّ مجبوری و معذوری کا سامنا ہو جائے تو وہ کسی کو اپنا وکیلِ مطلق مقرّر کردے کہ جس کی فتح و شکست مؤکل کی شمار ہوگی... چنانچہ حزب الاحناف لاہور کی جانب سے تھانوی صاحب کو ۲۵ نومبر ۱۹۳۳ء کو دن کے دس بجے یہ جوابی تار ارسال کیا گیا۔

۳۰ ماہنامہ ''السواد الاعظم'' (مراد آباد) بابت ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ

جناب مولوی اشرف علی صاحب !

تھانہ بھون، ضلع مظفر نگر

حزب الاحناف کے جلسے ہو رہے ہیں علمائے اہلسنت کے تمام اکابر کا اجتماع ہے۔ اس بہتر موقع پر آپ تشریف لاکر ''حفظ الایمان'' ''براہین قاطعہ'' ''تحذیر الناس'' کی عبارات کے متعلق تصفیہ کرلیں تاکہ تمام ہندوستان کی پریشان کن جنگ کا خاتمہ ہو جائے۔ ____ اس موقع پر تکلیف سفر گوارا کرنا آپ پر لازم ہے۔ تار کے ذریعے سے تشریف آوری کے وقت سے اطلاع دیجئے۔ آپ کا سیکنڈ کلاس کا کرایہ تشریف لانے پر پیش کیا جائے گا اور ہر ممکن آسائش پہنچائی جائے گی۔ ۳۱

تھانوی صاحب جب اس تار کا جواب بھی حسبِ عادت ہضم فرما گئے تو ان کے لاہوری معتقدین کو بھی بڑا صدمہ پہنچا کہ ہمارے مجدّدِ دین و ملت صاحب کو یہ ہو کیا گیا ہے۔ تھانوی صاحب کو اپنی اور اپنے اکابر کی کفریہ عبارتوں میں اسلامی پہلو کی کوئی رمق بھی نظر آتی تو ضرور اہل حق کے سامنے آتے۔ سامنے آنے میں انہیں رسوائی کے سوا اور کچھ نظر آتا نہیں تھا اس لیے نہ انہوں نے کبھی روبرو ہونا تھا اور نہ ہوئے ، ... ہاں اپنے چند چیلے چانٹے اور سرکاری خرچ پر پالے ہوئے پٹھورے بھیج دیئے تھے جن کی موجودگی میں فریقین نے مناظرہ کے لئے ۱۵ شوال ۱۳۵۲ھ کا روز مقرر کیا اور قبلہ ابو البرکات سید احمد، ناظم انجمن حزب الاحناف، لاہور نے تھانوی صاحب کے نام اطلاع کا خط بھیجا جس کے آخری چند جملے یہ ہیں:۔

''کاش ! ہماری مخلصانہ معروض قبول فرما کر آپ لاہور تشریف لے آتے اور عبارات ''حفظ الایمان'' ''براہین قاطعہ'' ''تحذیر الناس'' کے متعلق اکابر اہلسنت سے (جو جلسہ میں رونق افروز تھے) فیصلہ کن مناظرہ ہو کر

۳۱ ''آخری قطعی فیصلہ کن لاہور کا مناظرہ''، مطبوعہ لاہور، ص ۶،۵

تصفیہ ہو جاتا اور فریقین سے حقارت و منافرت کا سلسلہ منقطع ہو کر اس عالمگیر مذہبی جنگ کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو جاتا۔

ہمیں آپ کے اس موقع پر سکوت و بے اعتنائی اختیار کرنے کا نہ صرف افسوس بلکہ بے حد رنج ہے۔ خیر اب چونکہ آپ کے معتقدین و عمائدین شہر لاہور نیز جناب محترم سردار محمد خان صاحب، ناظم جمعیت الاحناف نے مولوی محمد منظور صاحب سنبھلی اور مولوی ابوالقاسم صاحب اور مولوی محمد اسمٰعیل صاحب اور مولوی عبدالحنان صاحب لاہوری کے سامنے ان کے مشورہ سے فیصلہ کن مناظرہ کے لئے ۱۵ شوال ۱۳۵۲ھ کا دن مقرر فرما کر فریقین کے اتفاق سے اپنے دستخطوں سے ہمیں تحریر عطا فرمادی ہے، جو عنقریب شائع کر دی جائے گی۔

ہم امید کرتے ہیں کہ اس تاریخ پر آپ بنفس نفیس لاہور قدم رنجہ فرما کر فیصلہ کن مناظرہ کر کے ہمیشہ کے لئے فریقین میں صلح و آشتی اور محبت و اتحاد کی بنیاد قائم کر دیں گے۔

فقط

جواب کا منتظر

فقیر قادری ابوالبرکات سیّد احمد ۔ ۳۲

گکھڑوی صاحب! مولانا حامد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کئی روز پہلے ہی لاہور تشریف لے آئے تھے اور اہلسنت کے اکثر علمائے کرام بھی تشریف فرما ہوئے لیکن ''عبارات اکابر'' کے مصنّف سے پوچھیے کہ:

۳۲ ''آخری قطعی فیصلہ کن لاہور کا مناظرہ'' مطبوعہ لاہور، ص ۶

نوٹ: اس فکری تصادم کے حوالہ سے کئی کتب و رسائل شائع کئے گئے جن میں سے چند کے اسماء اس کتاب میں مذکور و مسطور ہیں، ان کے علاوہ بھی کئی رسائل تھے مثلاً ''ظفرالدین الجید'' (۱۳۲۳ھ) ''بطش غیب'' (۱۳۲۳ھ) ''ظفر الدین الطیب'' ''العذاب البئیس'' ''نیاز نامہ'' ''کشف راز'' ''کین کش پنجہ پیچ بر ایڈیٹر اے اپج'' ''بارش سنگی برقضائے در بھنگی'' ''پیکان جانگداز بر جان مکذبان بے نیاز'' ''الکاوی فی العاوی والغاوی'' (۱۳۳۰ھ) القمع القاصم للداسم القاسم (۱۳۳۰ھ) ''اشد الباس علیٰ عابد الخناس'' (۱۳۲۸ھ) ''نور الفرقان بین جند الالٰہ واحزاب الشیطان'' (۱۳۳۰ھ) ''الموت الاحمر علیٰ کل انجس اکفر'' (۱۳۳۷ھ) ''رادا المہند علی النہیق الانہق المفند'' (۱۳۴۵ھ) ''موت کا پیغام، دیو بندیوں کے نام'' ''افتائے حرمین کا تازہ عطیہ'' (۱۳۲۸ھ) ''پردہ دری امرتسری'' (۱۳۲۶ھ) وغیرہ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ان پرانی تاریخی تصنیفات و اشتہارات کی اشاعت نو کی جائے انہیں جدید انداز میں مرتب کیا جائے یا ان کی بہترین عکسی نقول چھاپی جائیں تاکہ گراں قدر تاریخی ریکارڈ محفوظ رکھا جا سکے نیز ان کی روشنی میں نئی کتب و رسائل تصنیف و تالیف کیے جائیں اور مبتدعین کے نئے مغالطوں کے بروقت کماحقہ پردے چاک کئے جا سکیں۔ (رفیق)

☆ تھانوی صاحب اپنے تھانہ بھون کی زمین سے کیوں چمٹ گئے تھے؟

☆ کیوں لاہور آنے اور تصفیہ کر لینے کی ضرورت محسوس نہ فرمائی؟

☆ ساتھ ہی یہ بھی دریافت کر لیجئے کہ تشریف نہ لانے کی صورت میں کسی کو اپنا وکیل مطلق بنا کر کیوں نہ بھیجا؟

☆ رفع اختلاف ودفع نزاع کی خاطر نہ خود تشریف لانا اور نہ کسی کو وکیل مطلق بنانا، آخر اس ستم ظریفی کا جیتے جی سلسلہ جاری رکھنا، کس وجہ سے تھا؟

صورت حال واضح ہے کہ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور ان کے خلفاء رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم تھانوی صاحب کو آخری دم تک لب کشائی کی دعوت دیتے رہے، ... روبرو ہو کر کہنے اور سننے کے لیے بلاتے رہے لیکن تھانوی صاحب اس دنیا کو خیر باد کہہ گئے لیکن کبھی علمائے اہلسنّت کے سامنے آنے کی جرات نہیں کی۔

گکھڑوی صاحب! ''عبارات اکابر'' کے مصنّف سے پھر پوچھیے کہ حضور والا! امام احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور ان کے خلفاء رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم نے تھانوی صاحب سے عبارتِ ''حفظ الایمان'' کے سلسلے میں کبھی کچھ پوچھا تھا یا نہیں؟ ____ خیر وہ انکار کریں یا اقرار لیکن اس کتاب کو پڑھنے والے قارئین کو ضرور یہ شعر یاد آ گیا ہوگا:۔

کل تلک حجام سب کا مونڈتا پھرتا تھا سر
آج اس کوچے میں اس کی بھی حجامت ہو گئی

تکفیر بند کرو

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے عقیدہ خاتمیت میں نانوتوی صاحب کی طرح ترمیم کی ____ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخانہ عبارتیں لکھیں ____ اور سب پر طرّہ یہ کہ نبوت کا دعویٰ کر دیا جس کے باعث وہ کافر و مرتد ہو کر اسلام کے دائرے سے باہر نکل گئے۔ انہیں کافر سمجھنا ہر واقف مسلمان پر لازم ہے کیونکہ جو انہیں کافر نہ سمجھے یا کافر و

دجّال کہنے میں توقف کرے وہ خود بھی کافر ہے۔ یہ ایسی بات ہے جس پر مسلمان کہلانے والے ہر فرقے کے علماء متفق ہیں کہ کافر کو کافر سمجھنا ضروری ہے اور جو اسے کافر نہ سمجھے یا کافر کہنے میں توقف کرے وہ خود کافر ہے ___ اسی طرح مسلمان کو مسلمان سمجھنا بھی ضروری ہے اور جو اسے کافر سمجھے" یا کافر کہے تو وہ خود کافر ہو جاتا ہے۔ یہ بھی ایسی بات ہے جس پر تقریباً تمام علماء متفق ہیں۔(۱)

تکفیر بند کرو یا کسی کو کافر نہ کہو کے نعرے لگانا' سیاسی چال ہے جس کا دین سے کوئی تعلق واسطہ نہیں کیونکہ اسلام کے دائرے میں آنے اور اس سے نکلنے کے راستے کھلے ہوئے ہیں۔ ... جس طرح کوئی یہودی' عیسائی' ہندو' یا سکّھ آج مسلمان ہو جائے تو اسے ضرور مسلمان کہا جائے گا اور اس کی پچھلی غیر اسلامی زندگی کو اب نہیں دیکھا جائے گا۔... اسی طرح جو مسلمان کہلاتے ہوئے کوئی کفریہ عقیدہ مرزائے قادیان کی طرح اختیار کر لے تو اسے ضرور کافر سمجھا اور کہا جائے گا۔ اب اس کی پہلی زندگی' اس کے باقی عقائد و نظریات اور اسلام کے مطابق اس کے دیگر اقوال و افعال کو نہیں دیکھا جائے گا۔ جب تک وہ اپنی کفریہ بات سے توبہ نہ کرے' اسے ضرور کافر سمجھنا چاہیے اور جب تک کسی سے کوئی کفریہ بات واقع نہ ہو اس وقت تک اسے مسلمان سمجھنا چاہیے۔

کسی کو کافر نہ کہو کا نعرہ لگانے والے درحقیقت اسلام اور کفر کا امتیاز اٹھانا ... اور ایمان کی خصوصیت کو مٹانا چاہتے ہیں حالانکہ وہ خود بھی اسلام کا دعویٰ کرنے والے ہزاروں افراد کو کافر' مشرک کہتے ہیں۔ خود دیوبندی حضرات ہی کو لیجئے کہ ان کے نزدیک جو باتیں کفر و شرک ہیں اور جن کاموں کے کرنے والوں کو وہ کافر و مشرک شمار کرتے ہیں' اگر اس فہرست کو سامنے رکھا جائے تو یہی معلوم ہوگا کہ ابتدائے آفرینش سے آج تک اس دنیا میں کوئی

(۱) اس مسئلہ کی جامع علمی تحقیق" الکوکبۃ الشہابیہ فی کفریات ابی الوہابیہ" (مطبوعہ مراد آباد' بھارت) صفحہ ۵۶ ـ ۵۷ پر ملاحظہ فرمائیں۔ (رفیق)

مسلمان پیدا ہی نہیں ہوا اور نہ قیامت تک ایسا پیدا ہو سکتا ہے جس کو دیوبندی معیار کے مطابق مسلمان کہا جا سکے (۲) دریں حالات یہ نعرہ بازی ایک سیاسی مغالطہ اور دھاندلی سے زیادہ کچھ نہیں۔

کافر کو کافر کہنے سے بظاہر کسی مسلمان کو کچھ ملتا نہیں ہے لیکن اس کا کفر واضح ہو جانے پر اہلِ علم کے لیے ضروری ہو جاتا ہے کہ اس کا کفر ظاہر کریں اور مسلمانوں کو اس کے شرّ سے بچائیں تاکہ بے خبری میں اس کے پیچھے لگ کر وہ اپنے ایمان کی دولت ضائع نہ کر بیٹھیں۔

اسلام اور مسلمانوں کی خیرخواہی میں راہِ کفر اختیار کرنے والوں کو ظاہر کرنا' اور مسلمانوں کو ان کے پیچھے لگنے سے روکنا صاحبانِ علم کے لیے ایسے مواقع پر ضروری ہو جاتا ہے۔۔ اس مضرت کے لحاظ سے کافروں کو تین طبقوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:۔

۱)۔ پہلا طبقہ کھلے کافروں' غیر مسلموں کا ہے جو اپنے آپ کو یہودی' عیسائی' ہندو اور سکّھ وغیرہ کہتے ہیں۔ عام مسلمان بھی ان کے بہکانے سے اسلام کو نہیں چھوڑتے اور ان کی چکنی چپڑی باتوں میں نہیں آتے۔ اِلّا مَاشَاءَ اللّٰہِ

۲)۔ دوسرا طبقہ ان جاہل مسلمانوں کا ہے جن میں سے کوئی فرد اپنی جہالت کے باعث ایسا عقیدہ رکھے جس کے باعث وہ اسلام کے دائرے سے نکل گیا ہو. اس کی مضرت بھی اتنی زیادہ نہیں کیونکہ اس کی جہالت کے باعث دوسرے مسلمان کب اس کے پیچھے لگنا پسند کریں گے؟ ______

(۲) ان حضرات کی تکفیر مسلمین کی خصلت اور مسلمانوں کو بات بے بات کافر و مشرک بتانے کی عادت کے نمونے ملاحظہ کرنے ہوں تو دیکھئے:

۱۔ " ردشہاب ثاقب" (مطبوعہ لاہور) صفحہ ۱۶۱ـ۱۶۴

۲۔ " مشعل راہ " (مطبوعہ لاہور) صفحہ ۳۵۳ـ۳۵۷ (رفیق)

۳)۔ تیسرا طبقہ ان لوگوں کا ہے جو مسلمانوں میں صاحبانِ علم وعرفان کہلاتے اور کتنے ہی لوگ ان کی پیروی کرتے ہوں ___ اگر ایسے حضرات میں سے بدقسمتی سے کوئی مرزائے قادیان کی طرح راہِ کفر اختیار کر لے تو اہلِ علم پر عنداللہ فرض عائد ہوتا ہے کہ پوری مستعدی سے اس کے کفریات کو واضح کر کے مسلمانوں کو اس کے پیچھے لگنے سے بچائیں۔ اگر علماء اس کی بے راہ روی کو واضح نہیں کریں گے تو گمراہ ہونے والے مسلمانوں کا وبال ایسے علماء پر بھی پڑے گا۔

☆...... امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ''المعتمد المستند'' کے اندر ۱۳۲۰ھ/ ۱۹۰۲ء میں ایسے ہی پانچ حضرات کی تکفیر کا شرعی فریضہ ادا کیا۔

☆...... ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء میں علمائے حرمین شریفین نے ان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فتوٰے کی زبردست تصدیق کی اور تائید میں زوردار تقریظیں لکھیں۔

☆...... متحدہ ہندوستان کے دو سو اڑسٹھ ۲۶۸ علمائے کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذکورہ فتوٰے سے اتفاق کیا۔

☆...... علمائے حرمین کی تقریظوں کے مجموعے کا نام ''حسّام الحرمین'' اور علمائے ہند کی تصدیقوں کا مجموعہ ''الصوارم الہندیہ'' کے نام سے موجود ہے۔

مذکورہ پانچ حضرات میں مرزائے قادیان کے سوا باقی چار حضرات دیوبندی اکابر ہیں، یعنی مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی، مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی، مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی اور مولوی اشرفعلی صاحب تھانوی۔

علمائے دیوبند یہ کہتے ہیں کہ:

''مولوی احمد رضا خاں نے ہمارے اکابر کی جن عبارتوں کے باعث ان کی تکفیر کی ہے وہ ہرگز کفریہ نہیں ہیں بلکہ انہیں من مانے مفہوم ومطالب کا لباس پہنا کر تکفیر کی گئی ہے۔

اگر علمائے دیوبند کی یہ محض الزام تراشی اور اپنے اکابر کے کفریات پر پردہ ڈالنے کی سازش اور دھاندلی نہیں ہے تو ان عبارتوں کو آج بھی شریعت مطہرہ کی میزان پر تولا جا سکتا ہے۔ گزشتہ سطور میں ان کفریہ عبارتوں پر تحریری گفتگو کرنے کے متعلق ہم دو مرتبہ لکھ چکے ہیں۔ یہ راستہ انتہائی معقول ہے اور فریقین کے دلائل کی روشنی میں حق و باطل کا جو فیصلہ ہو، دونوں فریق پہلے اس کے پابند کر لیے جائیں۔

دوسرا راستہ یہ ہے کہ مجدد مائۃ حاضرہ قدس سرہٗ نے پانچ حضرات کی تکفیر کا شرعی فریضہ ادا کیا تھا۔ ان میں سے قادیانی دجّال کے بارے میں حکومت پاکستان نے ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فتوٰے کی تصدیق کرتے ہوئے اسے مرتد اور دجّال قرار دے دیا۔ ''عباراتِ اکابر'' کا مصنّف اور اکابرِ دیوبند کے معتقدین اگر زیادہ ہی خوش فہمی میں مبتلا ہیں تو اپنے چاروں اکابر کا معاملہ وہ بھی حکومت کے سپرد کر دیں تاکہ قومی اسمبلی میں فریقین کے دلائل کی روشنی میں فیصلہ ہو جائے۔ وہاں بھی مصنّف صاحب کے سارے جوہر کھل سکتے ہیں اور انشاءاللہ تعالیٰ یہ سگِ بارگاہِ رضا بھی احقاقِ حق و ابطالِ باطل کے لیے حاضر ہو جائے گا۔

اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّالْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصَّالِحِیْنَ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ

گدائے در اولیاء

محمد عبدالحکیم خاں اختر

مجدّدی مظہری شاہجہانپوری

(رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

''تقدیس الوکیل''''فتاویٰ الحرمین''''حسام الحرمین''اور''الصوارم الہندیہ''

کے سلسلہ کی تازہ کڑی

پاک و ہند کے صاحبان علم وقلم، مفتی، خطیب، نامور اہل قلم، ادیب، علماء، آئمہ، مصنفین ومولفین، محققین و مترجمین، مدیر، ناشرین، دانشور اور شاعر حضرات نیز مختلف اداروں اور تنظیموں کے صدور، نائب صدور، ناظمین و منتظمین حضرات کے گرانقدر تاثرات

۱۔ جناب محمد اسمعیل صاحب، ناظم اعلیٰ انجمن رضائے مصطفیٰ، چنیوٹ

۲۔۳ جناب مولانا اختر الحامدی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۴۔ جناب مولانا عنایت اللہ چشتی مدظلہ العالی، چکڑالہ ضلع میانوالی

۵۔ جناب مولانا محمد حنیف اختر صاحب صدر مرکزی انجمن غلامان مصطفیٰ، خانیوال

۶۔ جناب راجہ طاہر محمد خان، بی۔اے، ایل ایل بی، ماہنامہ ''جادو''، جہلم

۷۔ جناب ملک محمد انور بودلہ صاحب، لیہ شہر

۸۔ جناب مفتی اللہ بخش اظہر صاحب چشتی (ایم اے) لاہور

۹۔ جناب نوید احمد ثمر صاحب ماہنامہ ''المعین''، فیصل آباد

۱۰۔ جناب سید نور محمد قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ گجرات

۱۱۔ جناب سید وجاہت رسول قادری، نائب صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی

۱۲۔ محترمہ قطب النساء پاشا بیگم صاحبہ مدظلہا العالی

۱۳۔ جناب سید ریاست علی قادری، صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی

۱۴۔ جناب مولانا غلام علی اوکاڑوی، شیخ التفسیر والحدیث، دارالعلوم اشرف المدارس، اوکاڑہ

۱۵۔ جناب حافظ محمد احسان الحق قادری، صدر المدرسین، مرکزی دارالعلوم جامعہ رضویہ مظہر الاسلام، فیصل آباد

۱۶۔ جناب صائم علی چشتی فیصل آبادی صاحب، فیصل آباد

۱۷۔ جناب مفتی محمد عبدالرشید رضوی جھنگوی فیصل آباد

۱۸۔ جناب مفتی غلام سرور قادری رضوی، مشیر وفاقی شرعی عدالت پاکستان

۱۹۔ جناب مفتی محمد احمد میاں، مہتمم و ناظم دارالعلوم انوار المجددیہ النعیمیہ ٹرسٹ، کراچی

۲۰۔ جناب مولانا عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی، شیخ الحدیث، جامعہ نظامیہ لاہور

۲۱۔ جناب محمد منشاء تابش قصوری صاحب، مکتبہ اشرفیہ، مریدکے (گوجرانوالہ)

۲۲۔ جناب مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی، ناظم اعلیٰ دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

۲۳۔ جناب مفتی محمد شریف الحق امجدی، شیخ الجامعہ، دارالعلوم اشرفیہ، مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ (بھارت)

تاثرات

۱۹۷۵ء میں مکتبہ فریدیہ، ساہیوال والے جناب مولانا حافظ نعمت علی صاحب زید مجدہ کی معرفت دوبارہ ''الصوارم الہندیہ'' نامی کتاب منظر عام پر آئی تو انہوں نے اس کا دیباچہ راقم الحروف سے لکھوایا جو کتاب کے شروع میں ستر سے زائد صفحات پر مشتمل ہے جب وہ دیباچہ انجمن رضائے مصطفیٰ، چنیوٹ کے ناظم اعلیٰ جناب محمد اسمٰعیل راجپوت صاحب نے پڑھا تو انہوں نے ۸ اکتوبر ۱۹۷۵ء کو احقر کے نام خط لکھتے ہوئے اس دیباچے کے متعلق اپنے تاثرات یوں سپرد قلم کئے۔

''سلام مسنون کے بعد کتاب ''الصوارم الہندیہ'' میں جناب کا تحریر کردہ پیش لفظ بغور مطالعہ کیا اور اتنا متاثر ہوا کہ مذکورہ تحریر شاتمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے شمشیر بے نیام ہے، جن کے آگے ہر گستاخ کے دلائل گاجر مولی کی طرح کٹتے نظر آرہے ہیں اور دوسری طرف اس تحریر میں ایک ایسا چیلنج اور تعاقب ہے جس طرح شیر ببر کے آگے لومڑیاں دُم دبا کر راہ فرار اختیار کئے جارہی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ نے عام فہم انداز میں سنّی عوام کو راہ حق پر گامزن کیا ہے۔ آپ کے قلم میں جہاں تلوار کی سی کاٹ ہے وہاں پر دلائل و براہین کے وہ موتی بکھرتے ہوئے نظر آرہے ہیں کہ سبحان اللہ! آپ کا قلم ادب کی رفعتوں کو چھو کر گستاخانِ مجدد برحق، امام اہلسنت، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے پیچھے بپھرے ہوئے شیر کی طرح دوڑتا۔ ایسے ایک ایک کو چن کر اور ہر بہتان تراش کے لئے یوم حساب پیدا کر دیتا ہے۔

آپ نے اس تحریر میں ''توحید'' کے نام نہاد ٹھیکے داروں کی

بیہودہ الزام تراشیوں اور بہتانوں کو فضائے آسمانی میں ریزہ ریزہ کر کے بکھیر دیا ہے، خصوصاً آپ نے سرفراز گکھڑوی کا خوب پوسٹ مارٹم کیا ہے اور اس کی بددیانتی کا ایسا نوٹس لیا ہے کہ قلم کی عصمت کا حق ادا کر دیا۔ آپ نے اس تحریر میں موجودہ حالات اور دور حاضر کے تقاضوں کے پیش نظر ایک اہل قلم کا کردار اس خوبی سے سرانجام دیا ہے کہ ہر سُنّی کا سر فخر سے بلند ہے لہٰذا بندہ ان حقیر سے جذبات اور احساسات کے ذریعے آپ کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتا ہے اور یہ عرض کئے بغیر نہیں رہ سکا کہ ۔۔۔ ع

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

اور ساتھ ہی بندہ آپ کے قلم کی جولانیوں اور روانیوں کے لئے بارگاہ الٰہی میں دعاگو ہے کہ رب محمد جل جلالہ، و صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے قلم کو مزید قوّت اور ہمّت عطا فرمائے۔ آپ کی ذات سُنّیوں کے لئے باعث فخر ہے اور آپ کا قلم مخالفین اہل سنت کے لئے شمشیر بے نیام ہے۔ لہٰذا بندہ کے ان حقیر سے جذبات کو بطور تبریک قبول فرمائیں اور اپنے قلمی جہاد کو اسی طرح جاری رکھیں۔ خداوند کریم آپ کا حامی و ناصر ہو۔
فقط والسلام

طالب دعا:۔۔۔ محمد اسمٰعیل راجپوت

۲

حضرت مولانا اختر الحامدی الرضوی رحمتہ اللہ علیہ (المتوفی ۱۴۰۱ ر ۱۹۸۱ء) نے "الصوارم الہندیہ" اور "رسائل رضویہ" جلد دوم پر راقم الحروف کے لکھے ہوئے دیباچے پڑھے تو ۲۸ اکتوبر ۱۹۷۵ء کو احقر کے نام نوازش نامہ لکھا۔ موصوف اس ناچیز کی تحریروں کے بڑے شیدائی تھے۔ مذکورہ محبت نامے میں ان دونوں دیباچوں کے متعلق اپنے تاثرات کا یوں اظہار فرمایا تھا۔

"تاخیر کا سبب حضور کے دیباچوں کا عمیق مطالعہ ہے۔ پڑھا، پھر پڑھا، پھر پڑھا اور اب تک جی نہیں بھرا۔ ایک ایک حرف پر زبان سے واہ اور دل سے دعا نکلتی رہی۔ سبحان اللہ! کیا زور قلم ہے؟ یہ دیباچے حقیقتاً" ان تصانیف عالیہ کی شرح ہیں جن کے مطالعے کے بغیر ایک عام قاری ان کی مقصدیت نہیں سمجھ سکتا۔ کاش کہ ہم غربائے اہل سُنّت کو (جن کے ہاں اچھے لکھنے والوں کا قحط ہے) آپ جیسے دو چار لکھنے والے اور مل جاتے۔ بلامبالغہ آپ پاکستان کے ارشد القادری ہیں اور یہ الفاظ لکھتے وقت میرا سر فخر سے بلند ہے"

افسوس کہ حضور نے تاحال اپنے دیباچے، مقدمات اور مقالات یکجا کر کے احقر کو عنایت نہیں فرمائے تاکہ احقر بھی اپنے دل کے حوصلے نکال سکتا۔ مولیٰ تعالیٰ حضور کو مذہب حقہ اہل سنت و جماعت کے لئے تادیر زندہ سلامت رکھے اور جملہ افکار و حوادث سے محفوظ و مامون فرمائے۔"

۳

اسی ۲۸ اکتوبر ۱۹۷۵ء کو مکرمی و مخدومی حضرت مولانا اختر الحامدی الرضوی رحمتہ اللہ علیہ نے مکتبہ حامدیہ والے مولانا انوار الاسلام صاحب کے لئے بھی مذکورہ دونوں دیباچوں کو پڑھ کر خط لکھا کیونکہ یہ ناچیز ۱۹۷۲ء کے اوائل میں مرکزی مجلس رضا' لاہور سے نکل کر مکتبہ حامدیہ سے منسلک ہو گیا تھا۔ مولانا انوار الاسلام صاحب سے ۱۹۷۵ء کے آخر میں "من تو شدم تو من شدی" والا معاملہ تھا۔ "رسائل رضویہ" جلد دوم کو چھپوانے والے یہی بزرگ تھے۔ اور ان کے کہنے پر ہی اس ناچیز نے "الصوارم الہندیہ" کا دیباچہ لکھا تھا جو ۱۹۸۷ء میں علیحدہ کتاب کی صورت میں کچھ اضافوں کے ساتھ ۱۲۸ صفحات پر شائع ہوا تھا۔ موصوف کے مجبور کرنے پر ہی اس ناچیز نے "جواہر البحار" کی پہلی جلد کا ترجمہ کیا جس کو انہوں نے ۱۹۷۴ء میں شائع کروا دیا تھا۔ مجھ سے پہلے مولانا غلام رسول رضوی مدظلہ العالی نے "جواہر البحار" کی پہلی جلد کا ترجمہ کیا تھا جس کی مولانا انور الاسلام صاحب نے کتابت کروائی تھی لیکن بعض علمائے کرام نے انہیں مشورہ دیا کہ "یہ ترجمہ ایک کوڑی کا بھی نہیں ہے اور رقم ضائع جائے گی"۔ موصوف کے پاس وہ ترجمہ محفوظ ہے اور اس کے بعد احقر سے پہلی جلد کا ترجمہ کروایا اور چھپوایا تھا۔ خیر حضرت مولانا اختر الحامدی صاحب نے تحریر فرمایا:۔۔۔

> اس کتاب ("رسائل رضویہ" جلد دوم) کے ساتھ حضرت علامہ مدظلہ نے "الصوارم الہندیہ" شائع کردہ مکتبہ فریدیہ ' ساہیوال کی ایک جلد بھی ارسال فرمائی۔ ان دونوں پر حضرت موصوف کے مرقومہ دیباچے پڑھ کر طبیعت باغ باغ ہو گئی۔ دیباچے کیا ہیں کتاب کی شرح ہیں۔ ایک ایک حرف پر واہ واہ زبان سے ادا ہوتا رہا اور دل سے دعائیں نکلتی رہیں۔ میں بلا مبالغہ یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ نے ہم پاکستان کے اہل سنت و جماعت کو ایک ارشد القادری' اختر شاہجہان پوری کے لباس میں مرحمت فرما دیا ہے۔
>
> تحریر میں سادگی کے ساتھ وہی بانکپن ہے۔ الفاظ کا ایسا رکھ رکھاؤ جیسے موتی جڑ دئے ہوں۔ ان دونوں دیباچوں میں حضرت علامہ موصوف اپنی پوری آب و تاب سے جلوہ گر ہیں۔ اگر اب بھی ہم انہیں رئیس التحریر اور امام القلم تسلیم نہ کریں تو یہ حضرت قبلہ کے ساتھ زیادتی ہو گی۔ مولیٰ تعالیٰ انہیں خدمت دین متین اور مجھ سے لوگوں کی رہبری کے لئے تادیر زندہ سلامت رکھے آمین۔

۴

"الصوارم الہندیہ" کے مذکورہ دیباچے کو ۱۴۰۷ھ / ۱۹۸۷ء میں مصری شاہ لاہور کے ادارہ غوثیہ رضویہ نے دوسری مرتبہ "کلمہ حق" کے نام سے ۱۲۸ صفحات پر شائع کروایا۔ چکڑالہ ضلع میانوالی کے معروف و معمر عالم دین حضرت مولانا عنایت اللہ چشتی مدظلہ العالی نے اس کا مطالعہ کیا تو ۲۱ جون ۱۹۸۸ء کو راقم الحروف کے نام مکتوب محبت لکھتے ہوئے کلمہ حق کے بارے میں یوں اپنے تاثرات کا اظہار فرمایا۔

> "رمضان المبارک میں نے دریائے سندھ کے کنارے کالا باغ میں بسر کیا۔ وہاں مجھے آپ کا رسالہ "کلمہ حق" مل گیا۔ میں نے اسے کم و بیش تین چار دفعہ پڑھا۔ پہلی دفعہ سرسری۔ پھر اس سے ذرا گہرا مطالعہ کیا اور اس کے بعد تنقیدی انداز میں پڑھا۔ لیکن باوجود تنقیدی انداز کے مجھے کوئی ایسی بات محسوس نہیں ہوئی ہے جسے معقولیت کی زبان میں واقعی غلطی یا کمی سے

تعبیر کیا جاسکے۔ بلکہ میں تو یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ یہ رسالہ دیوبندی وہابی اور سُنّی بریلوی اختلاف کو سمجھنے کے لئے بنیادی پتھر ہے اور اس سلسلے میں معلوماتی نقطہ نظر سے ایک بڑا معلوماتی شاہکار ہے۔

میرے جیسے وسیع المطالعہ انسان کے لئے جس کی پوری عمر اس جھمیلے میں بسر ہوئی' بڑے بڑے علماء کرام و اساتذہ سے استفادہ کیا اور اپنے کو اس سلسلہ اختلافات کا سکالر خیال کر رہا تھا لیکن آپ کے بعض معلوماتی نکات نے حیران کر کے بٹھا دیا اور اپنی معلوماتی پوزیشن پر نظرثانی کے لئے مجبور ہوا مثلاً آپ نے دارالعلوم دیوبند کی بنیاد کے متعلق جو معلومات فراہم کی ہیں انہیں معلوماتی شہکار سے تعبیر کیا جائے تو بیجا نہ ہو گا۔ اللھم زد فزد۔

البتہ ادارہ غوثیہ جس نے اس کی پرنٹ و اشاعت کا بیڑہ اٹھایا اس نے بڑا ظلم روا رکھا۔ کاغذ تو خیر جیسا ہے غنیمت ہے مگر قلم ناروا حد تک باریک استعمال کیا گیا ہے اور پرنٹ نے تو حد کردی۔ صفحات کے صفحات پرنٹ سے اڑ گئے اور اس صورت حال نے ایک مخلص قاری کے لئے بڑی مشکلات پیدا کردی ہیں مثلاًبلاتشبیہہ کہا جاسکتا ہے کہ ایک حور کو گندے مندے چیتھڑے پہنا دیئے جائیں تو بظاہر اس کا حسن و جمال یقیناً متاثر ہوگا۔ یہی سلوک "کلمہ حق" کے ساتھ روا رکھا گیا ہے جو یقیناً ناجائز و ناروا ہے۔ اس کے علاوہ بھی کچھ تسامحات کی نشاندہی کی جاسکتی ہے مگر مجموعی نقطہ نگاہ سے "کلمہ حق" ایک شاہکار ہے جو اپنے مصنّف کی علمی وسعت کا منہ بولتا ثبوت ہے'

اللھم زد فزد۔"

5

برادر محترم عزیزم عبدالستار طاہر سلمہ نے حضرت مولانا محمد حنیف اختر صاحب کے لئے ادارہ غوثیہ کی شائع کردہ کتاب "کلمہ حق" بھیجی جو ۱۲۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ موصوف نے پوری کتاب کو بغور پڑھا اور پھر ۳ اگست ۱۹۸۸ء کو عبدالستار طاہر صاحب کے نام مکتوب محبت کے اندر کتاب سے متعلقہ اپنے تاثرات یوں بیان فرمائے۔

"بندہ نے فاضل شہیر' حضرت قبلہ علامہ اختر شاہجہان پوری صاحب مدظلہ کی عظیم تصنیف "کلمہ حق" کا اول سے آخر تک بالا ستیاب مطالعہ کیا۔ آپ نے زبردست محنت سے اس کتاب کو عام فہم انداز میں تحریر کر کے عوام الناس پر ایک احسان عظیم فرمایا ہے۔ آپ نے اس کتاب میں دلائل قاطعہ و براہین واضحہ کے ساتھ مخالفین کی جس انداز میں سرکوبی فرمائی ہے وہ فقط آپ ہی کا حصہ ہے اور اس پر آپ بجا طور پر ہدیہ تبریک کے مستحق ہیں۔ اس کتاب کا اگر تعصب سے بالاتر ہو کر مطالعہ کیا جائے تو ضرور راہ ہدایت نصیب ہو جائے گی اور اگر کوئی ایسا فرد اس کا گہری نظر سے مطالعہ کرے تو وہ ہرگز مخالفین کے دام تزویر میں نہیں پھنسے گا بلکہ ان کو مسکت و دندان شکن جوابات دے سکے گا۔ یہ کتاب حق و باطل کو پرکھنے کا ایک بہترین آلہ ہے اور ضرورت اس امر کی ہے کہ اس کے مختلف زبانوں (انگریزی' عربی وغیرہ) میں ترجمے کر کے پوری دنیا میں پھیلایا جائے۔ آخر میں دعا گو ہوں کہ مولائے کریم فاضل مصنف کی اس محنت کو قبول

فرمائے۔ آمین۔

دعا گو: محمد حنیف اختر

صدر مرکزی انجمن غلامانِ مصطفیٰ خانیوال

٦

جہلم شہر کی جماعت اہل سنّت تنظیم کے ناظم نشرواشاعت اور ماہنامہ "جادہ" جہلم والے راجہ طاہر محمد خان بی اے ایل ایل بی نے جب ادارہ غوثیہ رضویہ، لاہور کا ۱۲۸ صفحات پر شائع کردہ مقالہ "کلمہ حق" پڑھا تو ۲۷ اگست ۱۹۸۸ء کو راقم الحروف کے نام خط لکھتے ہوئے اپنے تاثرات یوں سپردِ قلم کئے ہیں۔

حضرت! میں اس بارے میں کیا عرض کروں کہ چھوٹا منہ اور بڑی بات ہو گی آپ نے نہ صرف مخالفین پر گرفت کی ہے بلکہ ناکوں چنے چبوائے ہیں۔ پھر ایسے موضوعات کی کتب خشک محسوس ہوتی ہیں مگر "کلمہ حق" پڑھنی شروع کریں تو چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا جب تک کہ ختم نہ کر لی جائے۔ میں نے یہ کتاب اکثر دوستوں کو دی اور سب نے بہت ہی تعریف کی۔ میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ آپ پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا خصوصی کرم ہے کہ اس دور میں آپ کو تحریری میدان کے لئے خدا نے چن لیا اور گستاخانِ رسول کی گردنوں پر آپ کا قلم تلوار کی طرح کام کر رہا ہے۔

آپ جس خلوص سے مسلکِ حقّہ کی بے لوث خدمت سرانجام دے رہے ہیں وہ باعث تحسین اور قابل تقلید ہے۔ اللہ ربّ العزّت کے حضور دعا ہے کہ اپنے حبیب پاک صلی اللہ

علیہ وسلم کے صدقے آپ کو ایسے بابرکت اور باعث سعادت کام کی زیادہ سے زیادہ توفیق بخشے اور باقی حضرات کو آپ کے نقش قدم پر چلنے کی ہمت عطا فرمائے۔۔۔ "کلمہ حق" لاجواب کتاب ہے جس میں قاری کی معلومات میں اضافہ اور ایمان کی تازگی کے ساتھ ساتھ ادبی چاشنی بھی ملتی ہے اور قاری کتاب ختم کر کے ہی دم لیتا ہے۔

آپ کے کتب احادیث کے تراجم کو دیکھ کر یوں محسوس ہونے لگتا ہے کہ آپ نے سُنّیوں کے موجودہ علماء کی کٹی ہوئی ساکھ پھر جوڑ دی ہے۔ آپ اپنی مطبوعہ و غیر مطبوعہ کتب کی مکمل فہرست مرکزی مجلس امام اعظم کی کتب کے آخر میں چھپوایا کریں تاکہ سُنّی احباب کو پتہ چلے۔ یہ ذاتی تشہیر نہیں ہے بلکہ مسلک حقہ کی خدمت ہے۔ خدا کرے کہ آپ کی جملہ کتب منظر عام پر آجائیں۔ آمین۔

٧

لیہ شہر میں رہنے والے ملک محمد انور بودلہ صاحب جو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کی سوانح حیات تین جلدوں میں لکھ رہے ہیں، انہوں نے "کلمہ حق" نامی مقالہ پڑھا تو ۳۰ اگست ۱۹۸۸ء کو احقر کے نام مکتوب محبت لکھتے ہوئے "کلمہ حق" کے بارے میں اپنے تاثرات یوں تحریر فرمائے تھے۔

"کلمہ حق مجموعی طور پر اپنے موضوع پر پہلی اور آخری کتاب ہے۔ بلامبالغہ اہل سنّت کے لٹریچر میں قابل قدر اضافہ ہے۔ یہ بہت ہی خوب لکھی گئی ہے اور قاری کے سامنے

موضوع کو نہایت ہی سادہ، مدلل اور دلچسپ انداز میں پیش کرتی ہے اور ان غلط فہمیوں کا ازالہ کرتی ہے جو مخالفین نے اپنی مخالفانہ تصانیف سے پیدا کر دی تھیں۔ خصوصاً" علمائے دیوبند اور ان کے متبعین نے نیز دیگر فرق ضالہ نے پیشوائے اہل سنّت، مجدّد دین و ملت، امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ کو بدنام کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہوا تھا اور ہے کہ وہ ہر مسلمان کو کافر کہتے تھے العیاذ باللہ۔

علمائے دیوبند اور ان کے متبعین کے خلاف اعلیٰ حضرت نے جو کتابیں لکھ کر ان کی سرکوبی فرمائی تھی اور معاندین سے ان کا جواب بن نہ پڑا تو اعلیٰ حضرت کو بدنام کرنے کی خاطر مسئلہ تکفیر کو خاص طور پر موثر ہتھیار کے طور پر اختیار کیا ہوا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر فاضل بریلوی قدس سرہ ان گمراہ گروں کے خلاف قلمی جہاد نہ کرتے تو پاک و ہند میں آج وہابیت اس درجہ قبضہ جما چکی ہوتی کہ مسلمانان اہل سنت و جماعت کا یہاں نام و نشان بھی نظر نہ آتا۔

محترم اختر شاہجہان پوری صاحب نے مسئلہ تکفیر سے متعلقہ الزامات کی فاضلانہ تحقیق کرتے ہوئے جو محققانہ بحث کی ہے اس کے ذریعے علمائے دیوبند کے اس سلسلے میں عائد کردہ اعتراضات و الزامات کی قلعی کھول کر رکھ دی ہے۔ آپ کی تحریر میں سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ حقائق کو بے لاگ پیش کیا ہے جن کے ذریعے مخالفین کی پھیلائی ہوئی وسوسہ اندازیوں کے تار پود بکھیر کر رکھ دیئے ہیں نیز قدیم و جدید روشنی کے علماء، طلبہ، صحافی، ادباء اور مورخین کو اعلیٰ حضرت کے مخالفین کے

بارے میں یہ کہنے پر مجبور کر دیا ہے کہ

خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

مجھے اس میں ذرا شک نہیں کہ جوں جوں زمانہ گزرتا جائے گا یہ کتاب زیادہ شہرت حاصل کرتی جائے گی کیونکہ آخر کار یہ کتاب غلط فہمیوں اور غلط بیانیوں کی گھٹاؤں کو چھانٹنے میں کامیاب ہو کر ایک وقت مطلع صاف کر دے گی جس سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ کی حقّانیت کا آفتاب پوری آب و تاب سے جلوہ گر ہو کر فضاؤں کو منوّر کرنے لگے گا اور در حقیقت یہی اس کتاب کی غرض و غایت ہے۔

بلاشبہ فاضل محترم کی یہ تصنیف شاہراہ تحقیق و تدقیق کا سنگ میل بھی ہے اور منزل حق کے متلاشی قافلوں کے لئے منارہ نور بھی ہے اور ساتھ ہی رہبران دین برحق کے لئے دعوت تحقیق و تدقیق بھی ہے یعنی ؏

صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لئے

افسوس کہ آج آپ جیسی فاضل شخصیت کی علمائے اہل سنّت اور عوام اہل سنّت نے قدر نہ کی لیکن آپ کسی صلہ کے بغیر فاضل بریلوی قدس سرہ پر کام کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے محبوب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے شفائے کاملہ عاجلہ سے نوازے اور آپ کی مدد فرمائے، آمین ثم آمین بجاہ طٰہٰ و یٰسین صلی اللہ علیہ وسلم۔

٨

ٹاؤن شپ لاہور کی جامع مسجد رضائے حبیب کے امام و خطیب یعنی مفتی اللہ بخش اظہر صاحب چشتی مدظلہ العالی (ایم اے) نے اس مقالہ "کلمہ حق" کو پڑھا اور ۴ ستمبر ۱۹۸۸ء کو اپنے تاثرات ان لفظوں میں قلمبند کر کے بھیجے۔

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

بندہ ناچیز جب ۱۹۷۴ء میں دورہ حدیث کرنے کی غرض سے مفتی محمد حسین نعیمی مدظلہ العالی ناظم اعلیٰ جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہاں زانوئے تلمذتہ کئے ہوئے تھا کہ قبلہ مفتی صاحب نے ایک مسجد میں خطابت کی ذمہ داری بھی مجھے سونپ دی۔ شوق مطالعہ کے باعث مختلف کتابوں کو پڑھتا رہتا تھا۔ اسی دوران "الصوارم الہندیہ" نامی کتاب بھی ہاتھ آئی اور جب اس کا دیباچہ پڑھا تو دل باغ باغ ہو گیا۔ دل چاہتا تھا کہ جس نے یہ دیباچہ لکھا ہے اس کی زیارت کروں لیکن کسی صورت تمنا پوری نہ ہو سکی کیونکہ موصوف شروع ہی سے درویش صفت اور گوشہ نشین قسم کے آدمی ہیں اور شہرت سے انہوں نے اپنے آپ کو بچانے کی پوری کوشش کی ہے۔

مرکزی مجلس رضا' لاہور کی بعض کتابوں میں موصوف کا ذکر پڑھا اور متعلقین سے ان کا ذکر تعریفی کلمات میں سنا تو شوق زیارت اور بڑھا۔ مولانا سعید احمد نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب "مسلک امام ربانی" دستیاب ہوئی اور اس کا دیباچہ دیکھا تو دنگ رہ گیا اور موصوف کی علمیت و عظمت نے دل میں گھر کر لیا۔ دیدار کی خواہش میں بے پناہ اضافہ ہو چکا تھا کہ چودھویں

صدی کے مجدد برحق امام احمد رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کی محققانہ تصنیف "الامن والعلیٰ" پر موصوف کا ایمان افروز دیباچہ پڑھنا میسر آیا تو دل و دماغ میں نقشہ جم گیا کہ یہ مشین کی طرح کام کرنے والا اور اہل سنّت و جماعت کا ایسا بلند پایہ قلمکار اور سنّیت و رضویت کا ایسا پاسبان ضرور کوئی لحیم و جسیم اور بھاری بھرکم انسان ہو گا۔

اللہ تعالیٰ بھلا کرے جناب لئیق احمد شاہ صاحب اور جناب غلام مصطفیٰ صاحب ٹھیکیدار کا جنہوں نے مجھے موصوف کی زیارت سے مشرف کروایا۔ دیکھا تو حیرانگی کی کوئی حد نہ رہی کہ گمراہی کے علمبرداروں پر شیروں کی طرح وہ حملہ کرنے والا انسان تو جسمانی لحاظ سے بالکل کمزور پایا۔ لیکن میں نے اس عظیم مصنف کو متواضع منکسر المزاج' ملنسار' درویش منش' محبت و اخوّت کا پیکر' سادگی کا نمونہ' پرسوز دل گداز' ملت اسلامیہ کا ہمدرد' دین کی تڑپ رکھنے والا' عاشق رسول' پاسبانِ سنّت و رضویت اور اسلاف کی مقدس نشانی پایا۔ گفتگو کرنے پر یوں محسوس ہوا کہ گویا وہ علوم دینیہ کا کمپیوٹر ہے کہ جو دل میں آئے سوال کرو اور فوراً ہی اس کا جواب مل جاتا ہے۔

وہ فاضل شہیر' حق و صداقت کے پاسبان اور نائب اعلیٰ حضرت جن کا تخلص اختر ہے' وہ مشرباً نقشبندی' مجدّدی' مظہری اور مولداً شاہجہان پوری ہیں۔ ان کا نام علامہ عبدالحکیم خان مدظلہ العالی ہے موصوف ایک سو کے لگ بھگ کتابوں کے مصنف و مترجم ہیں۔ ان کی تصانیف میں سے "مشعل راہ" اور "کلمہ حق" سے ان کی تحقیقی دسترس کا پتہ لگتا ہے۔ کتب احادیث میں

سے "بخاری شریف"، موطا امام مالک، سنن ابن ماجہ، "سنن ابوداؤد"
اور "مشکوٰۃ شریف" ان کے اردو ترجموں کے ساتھ مارکیٹ میں
موجود ہیں۔ جبکہ "طحاوی شریف"، "مسلم شریف" اور "موطا امام محمد" ان
کے اردو ترجموں کے ساتھ منظرعام پر آنے والی ہیں۔ حدیث کی
مذکورہ آٹھوں کتابوں کی اکیس جلدیں اور پندرہ ہزار صفحے ہیں۔

ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

پاکستان میں علمائے دیوبند میں سے مولوی محمد سرفراز
گکھڑوی صاحب وہ ہیں جنہوں نے مذہب اہل سنّت و جماعت
اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے خلاف سب
سے زیادہ لکھا ہے۔ امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ نے جو
مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ اکابر دیوبند میں سے چار علماء کی
تکفیر کا شرعی فریضہ ادا کیا تھا' اس کو غلط اور برطانوی سازش قرار
دیتے ہوئے گکھڑوی صاحب نے اپنی متعدد تصانیف میں بعض
علمائے اہل سنت کو مخاطب کر کے جواب دینے کے لئے للکارا تھا
اور وہ میدان میں ھل من مبازر کی صدائیں بلند کر رہے تھے۔

آخر محمدی کچھار کا ایک شیر ان کے مقابلے پر آیا یا یوں
سمجھئے کہ خدائی فوج ظفر موج کا ایک ابابیل "کلمہ حق" کی **بحجارۃ
من سجیل** کے ساتھ ان کے سروں پر منڈلایا اور گستاخانِ
رسول کے اس مصنّف اعظم اور اس کے جملہ ہم نوا علماء کو
کعصف ماکول بنا کر رکھ دیا۔ اس مقالے میں تین چار جگہ پر
موصوف کو چیلنج دیا ہے کہ اپنے جملہ ہم خیال علماء سمیت جب
آپ چاہیں ہماری طرح تحریر دے کر اس مسئلے پر احقر کے ساتھ
تحریری بحث کرلیں۔ یہ ۱۹۷۵ء کی بات ہے اور تیرہ سال گزر

جانے پر بھی کوئی ایک دیوبندی عالم ایسا نہیں نکلا جو کہتا میں ایسی
تحریر دے کر اس مسئلے پر بحث کرنے کے لئے تیار ہوں۔

"کلمہ حق" کے اندر علامہ شاہجہان پوری صاحب نے اکابر
دیوبند کی تکفیر کے معاملے کو عام فہم لفظوں میں ایسے دلائل و
حقائق کے ساتھ مبرہن کیا ہے کہ دُودھ کا دُودھ اور پانی کا پانی کر
دکھایا ہے۔ اس سے ثابت ہوگیا کہ اس بارے میں چودھویں
صدی کے مجدّد برحق' امام احمد رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ
نے جو فتویٰ صادر فرمایا تھا وہ حقیقت پر مبنی اور شرعی ضابطوں کے
عین مطابق تھا۔ ان چاروں علماء کی زیر بحث کفریہ عبارتوں میں
سے کسی ایک عبارت کے اندر کوئی ایک اسلامی تاویل پیش
کرنے سے آج تک جملہ علمائے دیوبند قاصر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ موجودہ علمائے دیوبند کو ہدایت دے کہ وہ اللہ اور
اس کے آخری رسول کی شان پر حملہ آور ہونے والے اپنے ان
چاروں اکابر کو اسی نظر سے دیکھنے لگیں جس کے وہ شرعی لحاظ
سے مستحق ہیں اور اللہ اور رسول کے مقابلے پر ان کی حمایت کر
کے انہیں اربابا من دون اللہ بنانا چھوڑ دیں کیونکہ کسی کی بے
جا حمایت کر کے خود کو جہنم کا ایندھن بنانا اچھی بات نہیں ہے۔
ضروری بات یہی ہے کہ اللہ اور رسول کی حمایت کی جائے نہ کہ
ان کے دشمنوں کی۔

اللہ تعالیٰ ہمارے علامہ شاہجہان پوری کو عمر خضر عطا فرمائے
تاکہ یہ اہل سُنّت و جماعت کو عظیم علمی و قلمی ذخیرے دے
جائیں۔ اہل سُنّت و جماعت کے ہر پڑھے لکھے گھرانے میں "کلمہ
حق" نامی مقالے کا ہونا ضروری ہے۔ علمائے اہل سنّت و جماعت

سے میری درخواست ہے کہ وہ متحد ہو کر باطل کے مقابلے میں بھی علمی و عملی کام کریں اور اہل ثروت حضرات سے میری اپیل ہے کہ وہ مولانا عبدالحکیم خان مدظلہ العالی جیسے بحر علم اور مشین کی طرح قلمی کام کرنے والے کی اس طرح پشت پناہی کریں کہ یہ ملت اسلامیہ کو قابل قدر علمی سرمایہ دے جائیں۔ والحمد اللہ رب العلمین۔

مفتی اللہ بخش اظہر چشتی (ایم اے)
خطیب جامع مسجد رضائے حبیب
بلاک نمبر ۵ (بی ون) ٹاؤن شپ لاہور

۹

ادارہ غوثیہ رضویہ' مصری شاہ' لاہور نے "کلمہ حق" نامی مقالہ ۱۲۸ صفحات پر ۱۹۸۷ء میں شائع کروایا۔ انہوں نے یہ رسالہ جولائی ۱۹۸۸ء میں تبصرے کے لئے ماہنامہ "المعین" (فیصل آباد) والوں کے لئے بھیجا تو جناب نوید احمد ثمر صاحب نے اس پر تبصرہ کیا جو اگست ۱۹۸۸ء کے "المعین" میں یوں شائع ہوا تھا۔

زیر نظر کتاب مشہور مورخ' مترجم' محقق اور ادیب علامہ عبدالحکیم خان اختر شاہجہان پوری لاہوری کی علمی و تحقیقی تصنیف ہے جس میں ۱۴ نکات کی روشنی میں مصنف نے علمائے دیوبند کی بعض قابل اعتراض کفریہ عبارات پر غیر جانبدارانہ تبصرہ فرمایا ہے۔ اگر منصف مزاج حضرات ٹھنڈے دل سے زیر تبصرہ کتاب کا مطالعہ کریں تو اس میں حق و باطل میں نمایاں فرق نظر آجائے گا۔ لیکن تعصب اور نہ مانوں کا علاج کسی کے پاس

بھی نہیں۔ انتہائی دلچسپ معلوماتی کتاب ہے۔ (تبصرہ نگار۔ ن۔ ا۔ ث)

۱۰

معمر عالم دین' نامور اہل قلم اور مصنف کتب کثیرہ یعنی سید نور محمد قادری مدظلہ العالی نے "کلمہ حق" نامی مقالہ پڑھا تو ۱۹ ستمبر ۱۹۸۸ء کو اپنے تاثرات یوں سپرد قلم کر کے حکیم اہل سنت حکیم محمد موسی امرتسری مدظلہ العالی کی معرفت ارسال کئے۔

اسلام میں کسی کو کافر کہنا بہت بڑا جرم ہے۔ جب ہم یہ پڑھتے ہیں اور سنتے ہیں کہ فلاں عالم نے فلاں شخص یا فلاں مسلک کی تکفیر کی ہے تو دل کو دھچکا سا لگتا ہے اور فتویٰ دینے والے کے خلاف دل میں نفرت کے جذبات کا ایک طوفان امڈ آتا ہے۔

یہ تو ہے مسئلہ کا ایک پہلو اور دوسرا پہلو یہ ہے کہ اسلام نے کچھ حدود و ضوابط مقرر کئے ہوئے ہیں اگر کوئی ان کو پھلانگنے کی کوشش کرتا ہے یا پھلانگ جاتا ہے تو اسے کم از کم مسلمان سمجھنا اسلامی تعلیمات کے خلاف ہوتا ہے۔ مثلاً" علماء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اہانت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسا جرم ہے جس کے مرتکب کو مسلمان سمجھنا بھی بجائے خود کفر ہے۔ اگر کسی کی تحریر میں ایسے الفاظ پائے جاتے ہوں جن سے تنقیص رسالت ٹپکتی ہو تو وہ بالاتفاق دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ مثلاً "تقویۃ الایمان" کے ایک مستند اور قدیم ترین ایڈیشن سے جو ہر قسم کی ترمیم و تنسیخ سے پاک ہے مندرجہ ذیل دو

اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ جس نے اللہ کا حق اس کی مخلوق کو دیا تو بڑے سے بڑے کا حق لے کر ذلیل سے ذلیل کو دے دیا ہے جیسے بادشاہ کا تاج چمار کے سر پر رکھ دیجئے' اس سے بڑی بے انصافی اور کیا ہو گی اور یہ یقین جان لینا چاہئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔

("تقویۃ الایمان" مطبوعہ ۱۲۵۷ھ' ص ۲۳' ۲۴)

(یہ نسخہ پنجاب یونیورسٹی میں محفوظ ہے)

۲۔ اس شہنشاہ عالی کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی' ولی' جن' فرشتے' جبرئیل اور محمد کے برابر پیدا کر ڈالے اور جو سب لوگ پہلے اور پچھلے آدمی اور جن' جبرئیل اور پیغمبر ہی سے ہو جاویں تو اس مالک الملک کی عظمت میں ان کے سبب کچھ رونق بڑھ نہ جاوے گی اور جو سب لوگ مل کر شیطان اور دجال ہی سے ہو جاویں تو اس کی کچھ رونق گھٹ نہ جاوے گی۔ (ایضا' ص ۵۴' ۵۵)

کون مسلمان ہے جو ان عبارات کو پڑھے اور اس کا خون نہ کھول اٹھے۔ ان عبارات کے مصنّف کو محض کافر کہہ دینا تو کوئی سزا نہیں۔ اس کا اصل مقام تو تختہ دار ہونا چاہئے۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اسی قبیل کی عبارتوں پر حکم تکفیر لگایا ہے اور اس طرح کروڑوں مسلمانان عالم کو ان گمراہ کن عبارتوں کے ایمان سوز اثرات سے بچایا ہے۔

زیر نظر کتاب "کلمہ حق" میں ایسی ہی گمراہ کن عبارات پر

محققانہ انداز میں بحث کی گئی ہے اور مصنّف نے کوشش کی ہے کہ مسئلہ کا کوئی پہلو تشنہ نہ رہ جائے۔ مصنّف مولانا اختر شاہجہان پوری کی محنت قابل داد اور لائق تبریک ہے۔

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

مخلص سیّد نور محمد قادری

چک نمبر ۱۵ شمالی ڈاک خانہ چک نمبر ۵ براستہ ملکوال ضلع گجرات

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا' کراچی کے نائب صدر جناب سیّد وجاہت رسول قادری مدظلہ العالی نے احقر کی کئی تصانیف پڑھی تھیں۔ اب "خصائص کنز الایمان" کے آخر میں اس ناچیز کی مطبوعہ و غیر مطبوعہ تصانیف و تراجم کی فہرست دیکھی اور "کلمہ حق" نامی مقالے کا مطالعہ کیا تو ۷ اکتوبر ۱۹۸۸ء کو راقم الحروف کے نام مکتوب محبت لکھا جس میں "کلمہ حق" کے متعلق اپنے تاثرات لکھے اور اپنے ادارے کے جملہ عہدیداروں کی طرف سے احقر کی غیر مطبوعہ تصانیف کو منظر عام پر لانے کے متعلق یوں اپنے عزم و تعاون کا اظہار کیا ہے۔

"آپ کی مختلف تصانیف کے مطالعے کا شرف حاصل ہوا۔ الحمدللہ آپ کی تحریر میں سلامت روی اور شستگی کا عنصر بہت زیادہ ہے جس سے تحریر کا حسن بڑھ جاتا ہے۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے حوالے سے آپ کی جو کتابیں پڑھنے کا اتفاق ہوا اس سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ ان کی شخصیت اور ان کے علمی کارناموں کو اجاگر کرنے کے لئے آپ نے بڑی علمی کاوش' دقت نظری اور وسیع مطالعے کا مظاہرہ کیا ہے۔

حال ہی میں آپ کی ایک تصنیف "کلمہ حق" کے مطالعے کی سعادت حاصل ہوئی۔ آپ نے واقعی کلمہ حق ادا کرنے کا حق ادا کیا اور ایک جدید ترتیب، نئے عنوانات اور عالمانہ تحقیق و تنقید کا بھرپور اظہار کیا ہے اور مخالفین مسلک کے فرار کے لئے اپنے دلائل و براہین سے ان کے تمام راستے مسدود کردیئے ہیں۔ راقم الحروف اور ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے تمام اراکین اور سرپرست آپ کے علم و فضل کی ترقی اور آپ کی عمردرازی کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور دعاگو ہیں۔ ؎

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آپ سے ایک درخواست ہے کہ امام احمد رضا خان کی شخصیت اور ان کے علمی اور ملی کارناموں سے وابستہ آپ کے پاس جتنا غیر مطبوعہ لٹریچر ہے اس کی فوٹو کاپی اگر ادارے کو عنایت فرمادیں تو ادارہ حسب استطاعت ہر سال امام احمد رضا کانفرنس کے انعقاد کے موقع پر ان میں سے کچھ نہ کچھ شائع کرنے کی سعادت حاصل کرے گا اور اگر ادارے کے وسائل نے اجازت دی تو انشاء اللہ ہماری پلاننگ ہے کہ دو یا تین سال کے اندر آپ کی تمام تصانیف ہمارے پلیٹ فارم سے زیور طباعت سے آراستہ ہو جائیں گی۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

اگر آپ اپنی تمام غیر مطبوعہ کتابوں کی کاپیاں فی الحال عنایت نہیں کرسکتے تو آپ مندرجہ ذیل کتب کی کاپیاں عنایت فرمادیں۔

۱۔ دلی سے بالاکوٹ تک ۲۔ دو قومی نظریہ کیا ہے؟ ۳۔ امام

احمد رضا کا معتدل مسلک ۴۔ امام احمد رضا اور مسئلہ بدعت ۵۔ امام احمد رضا اور شرک فروش ٹولہ ۶۔ امام احمد رضا کس کے ایجنٹ تھے؟ ۷۔ امام زمانہ ۸۔ واصف شاہ ہدیٰ۔

امام احمد رضا کانفرنس ۱۲ ستمبر ۱۹۸۸ء کو کراچی کے ایک بڑے ہوٹل میں منعقد ہوئی جس میں معروف علماء، فضلاء، وکلا، جج صاحبان اور دانشوروں نے شرکت کی۔ اس موقع پر مندرجہ ذیل کتابیں شائع کی گئیں جو آپ کے مطالعہ کے لئے پیش خدمت ہیں۔

۱۔ "معارف رضا" ۱۹۸۸ء ۲۔ مجلہ کانفرنس ۱۹۸۸ء ۳۔ "فتاویٰ رضویہ کا موضوعاتی جائزہ" ۴۔ معاشی نکات (انگریزی) ۵۔ "تمہید ایمان" (انگریزی) ۔۔ "جہان مسعود"

ادارہ آپ کا ممنون ہو گا کہ اگر آپ امام احمد رضا کے تحقیقی کام کو آگے بڑھانے میں ہمیں مفید مشوروں سے نوازیں اور اس سلسلے میں خاص طور سے ہم سے قلمی تعاون فرمائیں۔
پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب اور دیگر اراکین ادارہ و احباب کی طرف سے سلام مسنون قبول فرمائیں۔ سید ریاست علی قادری صاحب اب اسلام آباد منتقل ہو گئے ہیں انہوں نے بھی آپ کو سلام عرض کیا ہے۔

والسلام آپ کا مخلص: سید وجاہت رسول قادری

۱۲

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کے ایک خلیفہ کی لخت جگر یعنی محترمہ قطب النساء پاشا بیگم صاحبہ مدظلہا العالی نے ۳۰ اکتوبر کو راقم الحروف کے نام خط لکھا اور اس میں "کلمہ حق" نامی مقالے کے بارے میں یوں اپنے تاثرات سپرد قلم فرمائے۔

"کلمہ حق" کی جو کاپیاں مجھے پہنچیں وہ میں پڑھنے کے بعد کلمہ ناحق کہنے والوں میں تقسیم کر چکی ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کی تالیف واقعی "کلمہ حق" ہے اور جس خوبصورتی، نزاکت اور لطافت کے ساتھ آپ نے حق کا اظہار فرمایا ہے یہ آپ کا منفرد انداز ہے۔

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

۱۳

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی کے صدر جناب سیّد ریاست علی قادری صاحب نے ادارہ غوثیہ رضویہ، لاہور کا شائع کردہ رسالہ "کلمہ حق" پڑھا تو عبدالستار طاہر صاحب کے نام خط لکھتے ہوئے اس مقالے کے بارے میں اپنے تاثرات یوں سپرد قلم کئے۔

"کلمہ حق" لکھ کر محترم جناب فاضل شہیر، حضرت مولانا عبدالحکیم خان اختر صاحب نے واقعی حق سُنّیت ادا کر دیا اور اس طرح وہ اعلیٰ حضرت، الشاہ امام احمد رضا قدس سرہ کے ان سچے عقیدت مندوں میں شامل ہو گئے جنہوں نے قلمی جہاد سے

دشمنوں کی صفوں کو الٹ دیا اور فتوحات پر فتوحات کیں۔

"کلمہ حق" یقیناً اپنوں کے لئے تسکین جان اور سنیت کے دشمنوں کے لئے تیغ براں سے کم نہیں۔ کتاب میں بد مذہبوں کے باطل خیالات کا جس طریقے سے آپریشن کیا گیا ہے وہ ان مسلمانوں کی آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی ہے جو دشمنان دین کو مسلمان سمجھ کر اتّحاد کی بات کرتے ہیں اور یہ بھول جاتے ہیں کہ گستاخان رسول سے اتّحاد تو درکنار ان سے کسی قسم کی راہ و رسم رکھنا بھی خلاف دین و مذہب ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ "کلمہ حق" کے مصنّف اور ناشر کو اس کار خیر کے عوض اجر عظیم عطا فرمائے آمین۔۔

فقط و السلام

سید ریاست علی قادری

۱۴

دارالعلوم اشرف المدارس، اوکاڑہ کے شیخ التفسیر و الحدیث حضرت مولانا غلام علی مدظلہ العالی کی خدمت میں راقم الحروف نے اپنا "کلمہ حق" نامی مقالہ بھیجا اور ان سے رائے لکھنے کی التماس کی۔ موصوف اپنی طویل علالت کے باعث ایک عرصہ سے لکھنے پڑھنے سے معذور ہیں۔ برادر عزیز راؤ سلطان مجاہد طاہر القادری کے لئے خط لکھا کہ "جب بھی حضرت موصوف کی طبیعت اجازت دے تو ان کے تاثرات ضرور بھجوانا"۔ موصوف کی اس عاجز پر شفقت نے زور مارا اور علالت کے دوران ہی پورے مقالے کو پڑھا اور سنا۔ اس کے بعد احقر کے مذکورہ مقالہ کے بارے میں یوں اپنے تاثرات دست خاص سے لکھ کر ارسال فرمائے۔

حضرت مولانا عبدالحکیم خان اختر شاہجہان پوری ملک کے نامور صاحب قلم اور اہل سنت و جماعت کے شہیر فاضل ہیں۔ انہوں نے "کلمہ حق" نامی مقالہ لکھ کر زیر بحث مسئلہ پر تحقیق کا حق ادا کردیا ہے۔ رسالہ مذکور میں امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب کے مشہور فتاویٰ "حسام الحرمین" کی پرزور اور مدلل تائید کی گئی ہے اور شان رسالت میں گستاخیاں اور تاویلات کرنے والوں کی خوب مرمت فرمائی ہے اور گستاخانِ رسالت اور ان کے حامیوں کے بے سروپا اعتراضات کا مدلل جواب درج کیا ہے اور اس ذیل میں نہایت اعلیٰ پیرائے پر عمدہ عمدہ علمی نکتے بیان فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اہل حق کو استقامت اور گستاخوں اور باطل پرستوں کو توبہ اور قبولیت حق کی توفیق عطا فرمائے۔ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

ابوالفضل غلام علی شیخ التفسیر والحدیث

جامعہ حنفیہ دارالعلوم اشرف المدارس اوکاڑہ

۱۵

مرکزی دارالعلوم جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد کے صدر المدرسین اور ہجویری مسجد، فیصل آباد کے خطیب جناب مولانا حافظ محمد احسان الحق قادری رضوی مدظلہ العالی نے ۱۹۸۸ء میں رسالہ "کلمہ حق" دیکھا بغور پڑھا تو پھڑک اٹھے اور اپنے تاثرات قلمبند کرکے ایک دوست کے ہاتھوں ارسال فرمائے جو پیش خدمت ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صاحب تصانیف کثیرہ حضرت مولانا عبدالحکیم خان صاحب

اختر شاہجہان پوری کی کتاب "کلمہ حق" پیش نظر ہے۔ میں نے موصوف کی بعض دیگر کتب بھی دیکھی ہیں ماشاء اللہ خوب لکھتے ہیں۔ دور حاضر کے فتنہ عظیم دیوبندیت وہابیت کی سرکوبی کے لئے ان کے قلم حقیقت رقم کے وار بڑے مضبوط ہیں۔ اللہ تعالیٰ اہل سنت و جماعت کو ان کی تصانیف عالیہ سے مستفید ہونے کی توفیق بخشے اور موصوف کی عمر میں، صحت میں، اوقات میں، سلسلہ تصنیف و تالیف قائم رکھنے میں برکتیں فرمائے آمین۔ بجاہ طٰہٰ و یٰسین علیہ التحیۃ والتسلیم۔

فقیر ابوالبیان محمد احسان الحق القادری الرضوی

مرکزی دارالعلوم جامعہ رضویہ مظہر اسلام، فیصل آباد

نوٹ:۔۔۔ افسوس! مذکورہ تاثرات لکھنے کے ایک ماہ ۹ روز بعد ۱۲ ربیع النور ۱۴۱۰ھ مطابق ۱۴ اکتوبر ۱۹۸۹ء کو بروز ہفتہ پونے تین بجے بعد نماز ظہر حضرت مولانا حافظ محمد احسان الحق قادری ہمیں دام مفارقت دے گئے یعنی ان کے خالق و مالک کی طرف سے بلاوا آگیا اور وہ اپنے پیدا کرنے والے کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ موصوف اکابر کی نشانی اور عالم باعمل تھے۔ حضرت مولانا سردار احمد محدث لائل پوری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۹۲ھ ۱۹۷۲ء) کی تعلیم و تربیت کا اثر ان کے علم و عمل سے صاف ظاہر ہوتا تھا۔

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہرباری کرے

حشر میں شان کریمی ناز برداری کرے

۲۸

اہل سنت و جماعت کے نامور عالم دین، صاحب تصانیف کثیرہ اور شہرت یافتہ ثنا خوان رسول و نعت خواں و نعت گو شاعر جناب صائم چشتی فیصل آبادی زید مجدہ نے احقر کے مقالہ "کلمہ حق" کا مطالعہ کیا تو ۱۳ ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ مطابق ۱۳ نومبر ۱۹۸۹ء کو اپنے تاثرات تحریر کئے اور اس ناچیز کے ایک دیرینہ عقیدت مند صوفی عبداللطیف صاحب جماعتی زید مجدہ کے ہاتھوں بھجوائے۔

محترم صائم چشتی نے میرے جیسے نا اہل، کم علم، کوتاہ اندیش اور ننگ اسلاف کے لئے جو القاب استعمال کئے ہیں ان کا یہ ناچیز ہرگز مستحق نہیں کیونکہ میں ان میں سے کوئی خوبی بھی اپنے اندر نہیں پاتا۔ بہرحال یہ ان کا حسن ظن ہے جس کا خدائے ذوالمنن انہیں اجر عطا فرمائے۔ موصوف کے تاثرات ملاحظہ فرمائیے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

واجب الاکرام وصد احترام، تاجدار اقلیم عشق رسول، افتخار اہل سنّت و جماعت، عکس جمال اسلاف، محقق دوراں، غزالیٔ زماں، رازی عصر، وارث قلم رضا، امام المحدثین، فقیر گوشہ نشین، سند المتکلمین، مبلغ بے ریا، پیکر خلق و مروت، منبع نور ہدایت، افضل العلماء، اکمل الفضلاء، عالم لوزعی، فاضل بے بدل، صاحب طرز ادیب شہیر، افتخار اولین و آخرین، پر تو علمائے متقد مین، نائب امام احمد رضا، حضرت العلام، عالی مرتبت، فیض درجت، سیدی و مولائی حضرت علامہ عبدالحکیم خان اختر دامت برکاتہم القدسیہ و النورانیہ شاہجہان پوری کی دین حقہ کے لئے مساعی جمیلہ اور آپ کے دینی کارناموں کے بارے میں کچھ عرض کرنا آفتاب کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے آپ کے دینی اور

علمی کارنامے نہ تو مجھ جیسے فقیر بے نوا کی تحسین کے محتاج ہیں اور نہ ہی انہیں کسی دلیل اور برہان کی حاجت ہے اس لئے کہ

آفتاب آمد دلیل آفتاب

آپ کی ایک سو سے زائد تصانیف و تراجم میں سے جب بھی کسی صحیفہ نور کا مطالعہ کیا تو یوں معلوم ہوا کہ خالق کائنات جل مجدہ الکریم نے اس صدی میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ کی نیابت آپ کو تفویض کر رکھی ہے۔ میرے علم کے مطابق آپ کا دینی کتب کی اشاعت کے سلسلے میں بلا معاوضہ اس قدر کارنامے سرانجام دینا آپ ہی کا کام ہے اور یہ سعادت ازل ہی سے آپ کے لئے مخصوص معلوم ہوتی ہے ورنہ اس دور میں اتنا بڑا ایثار نہ کہیں دیکھا نہ سنا اور حق تو یہ ہے کہ۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

آپ کی کس کس تصنیف پر تبصرہ کروں، سب ہی نور علی نور ہیں۔ "کلمہ حق" میں عصر حاضر کے جید علماء نے آپ کی کتابوں کی تحسین کے سلسلے میں ان کے اسماء کا تذکرہ فرما دیا ہے۔ لہٰذا ان پر تبصرے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی بلکہ یوں کہنا زیادہ مناسب ہو گا کہ آپ کی ہر تصنیف مستغنی عن التعریف والتوصیف ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے محبوب کریم علیہ التحیتہ و التسلیم کے صدقہ سے آپ کی تصانیف میں سے ہر نور پارے کو شرف قبولیت عطا فرما کر جملہ اہل اسلام کے لئے تا قیام

قیامت رہبر و رہنما ستاروں کی طرح درخشندہ و تابندہ رکھے اور
آپ کا سایہ ہمارے سروں پر تادیر قائم و دائم رکھے اور تادم
زیست عقائد حقہ کی تبلیغ کے لئے آپ کے قلم کو رواں دواں
رکھے، آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین۔

نیاز آگین صائم چشتی

۱۷

سنی رضوی جامع مسجد، فیصل آباد کے خطیب اور درویش صفت، عالم باعمل جناب
مولانا مفتی محمد عبدالرشید رضوی جھنگوی دامت برکاتم العالیہ نے صوفی عبد اللطیف
جماعتی زید مجدہ کی معرفت احقر کا مقالہ کلمہ حق دیکھا تو بغور مطالعہ کرنے کے بعد یکم
جمادی الاولیٰ ۱۴۱۰ھ یکم دسمبر ۱۹۸۹ء کو یوں اپنے تاثرات قلمبند کر کے ارسال فرمائے۔

بحضرۃ التحریر القمقام المطام السلطام، مخدوم الانام، مولانا العلام،
محمد عبدالحکیم خان اختر شاہجہان پوری لازالت شموس علومہ بازغہ
ونجوم فیوضہ طالعہ۔

السلام علیکم ورحمتہ اللہ۔ مزاج مقدس و معلّی بعافیت؟ الرام
اینکہ آپ کی تصانیف سے دو رسالے "کلمہ حق" اور "خصائص کنز
الایمان" زیر مطالعہ آئے۔ آپ کی تحقیق و تدقیق اور مواخذہ و
موازنہ نے بے حد متاثر کیا۔ رد و قدح اور مواخذہ و موازنہ پر
متعدد کتب و رسائل طویل اور وجیز منصہ شہود پر آئے لیکن
آپ کا اسلوب نرالا، عام فہم، مخالف کی مکاریوں، عیاریوں اور
کیادیوں کا کماحقہ آئینہ دار اور پڑھنے والوں کے دل کی گہرائیوں
میں اترنے والا، تاثیر و احکام میں تمکن و تیقن و تحقق و تقرّر کا

درجہ رکھتا ہے۔ مزید براں معاندین کے سربستہ رازوں کا پردہ
چاک کر کے ان کی دریدہ دہنی، کذب بیانی، الزام تراشی، دسیسہ
کاری اور خیانتوں کو عریاں اور ننگا کرتا ہے۔ ان کے اکابرین کا
رد انہیں کی کتابوں کی تصدیق سے اور ان کی تقاریظ کی تحریروں
سے نقل فرمانا مخالفوں کے لئے ضرب کلیمی کے مترادف ہے۔

عرصہ دراز تک اعلیٰ حضرت، مجدد دین و ملت، امام احمد رضا
بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کی تنقید سے ان کا خاموش اور صم بکم عمی
بنے رہنا اور ان کی زبان و قلم کا جنبش میں نہ آنا اس بات کی
دلیل ہے کہ امام رضا رضی اللہ عنہ ثم ارضاہ کے جواب کی
تاب و تواں نہ رکھتے تھے، گویا ان کی آنکھیں نابینا اور ان کے
دل اندھے تھے کما قال اللہ تعالیٰ فی شانہم۔ لا تعمی الابصار و
لکن تعمی القلوب التی فی الصدور۔ امام رضا کے واصل باللہ
ہونے کے بعد ملاؤں کا جواب اعلیٰ حضرت کی تحریروں میں قطع و
برید اور ہیر پھیر سے بلکہ تحریف و تغیر سے جال بچھانا حضرت شیخ
مصلح الدین سعدی رحمتہ اللہ علیہ کے اس شعر کو ان پر منطبق
کرتا ہے:۔

دو چیز تیرہ عقل است دم فرو بستن
بوقت گفتن، گفتن بوقت خاموشی

عجالہ نافعہ کلمہ حق کی یہ خوبی ہے کہ اکابرین دیوبند کو
گورنمنٹ برطانیہ کی ورکشاپ کے کل پرزے نام بنام من اولہ
الی الان بالاسناد اور برطانیہ ہی کے آفیسر مسٹر پامر کا مدرسہ دیوبند
کے معائنہ کے وقت کی تحریر خود پروفیسر محمد ایوب قادری دیوبندی
کے رشحات قلم سے بحوالہ "مولانا محمد احسن نانوتوی" کتاب

مطبوعہ کراچی صفحہ ۲۱۷، ۲۱۸ سے نقل فرما کر ان کے رؤس
وابدان پر قطعت لھم ثیاب من نار یصب من فوق رؤسھم الحمیم
یصھربہ ما فی بطونھم والجلود ولھم مقامع من حدید سے بھی وزنی
اور ضرب کلیمی سے بھاری کر دیا ہے۔ نیز دیوبندی مذہب کی فوٹو
کاپیاں انہیں کی کتب "مکالمۃ الصدرین" اور "باب جنت" وغیرہ سے
سابقہ وعید پر مستزاد ہیں۔

جب تک معاندین اپنے عناد و خصومت کو ترک کر کے
اپنے اکابرین دیوبند کی کفریہ عبارات سے توبہ کر کے، اقفال
قلوب کو فک کر کے افک محض سے باز نہ آئیں گے اور انابت
الی اللہ و رسولہ والی دین الحق و مذہب اہل الحق کی توفیق انیق
ان کی رفیق نہ بنے گی وہ آیت کلما نضجت جلودھم بدلناھم جلودا"
غیرھا لیذوق العذاب کا مصداق رہیں گے۔

فقیر بہ خلوص دل بہزار خضوع و خشوع بحضور قلب آپ
کے لئے دست بدعائے خیر ہے کہ آپ کو نیابت اعلیٰ حضرت،
مجدد دین و ملت، امام اہل سنّت و جماعت، عارف باللہ، محسن
کامل اور دین متین مصطفوی علیٰ صاحبہا الوف التحیات و الف
الف التسلیمات من واھب العطیات کی اتباع اور تحریری خدمات
کے صلہ میں صلات جلیلہ کاملہ علیہ سے سرفراز فرمائے اور تادیر
زندہ و تابندہ رکھے اور عوام و خواص کو آپ جیسے وحید العصر،
نابغہ روزگار کے رشحات افکار و قلم سے مستفیض و مستفید
فرمائے، آمین ثم آمین بجاہ حبیبہ سیدنا و سندنا و مولانا سید
المرسلین صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ و صحبہ و حزبہ و علماء امتہ و صلحاء
ملتہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

فقیر ابوالضیاء محمد عبدالرشید رضوی،
خطیب سنّی رضوی جامع مسجد، فیصل آباد

۱۸

پاکستان کے مایہ ناز عالم دین اور عظیم الشّان محقّق مولانا مفتی غلام سرور قادری
رضوی دامت برکاتہم العالیہ جو وفاقی شرعی عدالت پاکستان کے مشیر بھی ہیں، ایگزامینرز
بورڈ، یونیورسٹی اسلام آباد کے ممبر بھی ہیں اور دارالعلوم جامعہ رضویہ (ٹرسٹ) سنٹرل
کمرشل مارکیٹ ماڈل ٹاؤن لاہور کے منیجنگ ٹرسٹی اور مہتمم بھی ہیں انہوں نے احقر کا
"کلمہ حق" نامی مقالہ پڑھا تو اپنے تاثرات ان لفظوں میں تحریر کر کے روانہ فرمائے:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم،

امابعد۔

راقم نے مفکر اسلام حضرت علامہ مولانا عبدالحکیم خاں اختر
شاہجہاں پوری مجددی مظہری کی کتاب "کلمہ حق" کے بعض
مقامات دیکھے، کتاب محتاج تعریف نہیں بہ مطابق محاورہ "عطر
آنست کو خود ببوید نہ کہ عطار بگوید" اہل علم کو اپنی شان خود ہی
بتا دے گی، کیوں نہ ہو کہ اس کے لکھنے والے ایسے فاضل و
محقق ہیں کہ تاریخ ہند و پاک اور اس میں رونما ہونے والے
فکری اختلافات پر انہیں دسترس حاصل ہے۔

علامہ صاحب نے اور بھی بہت کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔
احادیث کے تراجم میں ان کی کاوش قابل تحسین ہے۔ بلا شبہ
علّامہ موصوف اہل سنّت کا قیمتی سرمایہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ صحت و

تندرستی کے ساتھ ان کی عمر میں برکت فرمائے اور اہل سنّت کو ان کے علمی وجود سے تادیر مستفید ہونے کا موقع مرحمت فرمائے آمین —— فقط والسلام۔

مفتی غلام سرور قادری
مہتمم دارالعلوم جامعہ رضویہ (ٹرسٹ)
سنٹرل کمرشل مارکیٹ، ماڈل ٹاؤن لاہور
۲۶ جنوری ۱۹۹۱ء

۱۹

دارالعلوم انوار المجددیہ النعیمیہ ٹرسٹ، غریب آباد، ملیر ایکسٹینشن کراچی نمبر ۳۷ کے مہتم و ناظم جناب مفتی محمد احمد میاں دامت برکاتہم العالیہ نے احقر کا مقالہ "کلمہ حق" پڑھا تو اپنے تاثرات یوں سپرد قلم کئے۔

اَلحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العٰلمین وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلامُ عَلیٰ خَاتم النبیین سیدنا محمّد افضل الاولین والاخرین وعلی الہ الطیبین الطاھرین و اصحابہ الھادین المھدین و علماء امتہ الکاملین العاملین اجمعین۔

فاضل جلیل، عالم نبیل، مولانا عبدالحکیم خان سلمہ الرحمٰن مجدّدی مظہری زید عنایتہ نے یہ کتاب تصنیف فرما کر بلاشبہ جیسا نام رکھا ویسا ہی کلمہ حق نما ہے اور حقیقت روشن کن ہے۔ احباب اہل سنّت کے لئے ایک پیغام خوش خبری ہے اور دشمن مخالف کے لئے پیغام اجل ہے یہ رسالہ ہر سنّی خاص و عام کے پاس رہنا ضروری ہے کہ ان کو وقت پر تلوار کا کام دے گا۔

ربّ پاک مولانا کو جزائے خیرعطا فرمائے اور موجودہ ظلم و فساد کے ظلمات میں رسالہ ھذا کو آفتاب عالمتاب کی طرح تاباں اور درخشاں کرے آمین۔ بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔

عبدہ محمد احمد نعیمی غفرلہ

۲۰

جامعہ نظامیہ، اندرون لوہاری دروازہ لاہور کے مدرس اور پاکستان کے معروف صاحب قلم و مصنّف کتب مولانا عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی مدظلہ العالی جو آجکل "اشعۃ اللمعات" کا اردو ترجمہ کر رہے ہیں انہوں نے احقر کا مقالہ "کلمہ حق" پڑھا اور بقول ان کے دو تین مرتبہ اپنے تاثرات قلمبند کرکے بذریعہ ڈاک ارسال فرمائے لیکن وہ اس ناچیز تک پہنچنے میں کامیاب نہ ہوسکے۔ انہوں نے آخری بار اس ناچیز کے اصرار پر پھر تحریر کر کے عزیزم عظیم خان سلمہ، متعلم جامعہ نظامیہ، لاہور کے ہاتھوں ارسال فرمائے جو ان کے لفظوں میں پیش خدمت ہیں۔ و باللہ التوفیق۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم وعلی الہ واصحابہ اجمعین۔ "کلمہ حق کہنا ہر مومن پر لازم ہے، ہر مسلمان کی شان ہے۔ اگر اہل حق، کلمہ حق بلند کرنا چھوڑ دیں تو حق و باطل کا امتیاز ختم ہو جائے، لیکن یہ کام ہر شخص کے بس میں نہیں ہے، یہ انہیں لوگوں کا حصہ ہے جنہیں اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

مولانا علامہ عبدالحکیم خان اختر شاہجہان پوری انہی لوگوں میں سے ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے کلمہ حق کہنے اور پوری قوت سے بلند کرنے کی توفیق ارزانی فرمائی ہے۔ پیش نظر کتاب "کلمہ

حق" ۱۹۷۵ء میں "الصوارم الہندیہ" کے مقدمے کے طور پر شائع ہوئی۔ ۱۹۸۷ء میں کتابی صورت میں شائع ہوئی اور اب چند تبدیلیوں کے ساتھ پھر اسے شائع کیا جارہا ہے۔

"کلمہ حق" میں جناب اختر شاہجہان پوری نے علماء دیوبند کی ان ایمان سوز عبارات پر کسی تفصیل کے ساتھ گفتگو کی ہے جو تقریباً ایک صدی سے فرقہ واریت کا سبب بنی ہوئی ہیں اور ان کی مسلسل اشاعت کی جارہی ہے۔ ہر مسلمان کے خمیر میں یہ بات شامل ہے کہ وہ ناموس رسالت اور اسلام کے بنیادی عقائد کے تحفظ کے لئے سینہ سپر ہو جاتا ہے اور کسی بھی قسم کی مخالفانہ بات سننا گوارا نہیں کرتا۔ یہی وہ ایمانی جذبہ ہے جس نے دنیا بھر کے مسلمانوں کو شیطان رشدی کے مقابل سراپا احتجاج بنا دیا ہے۔

علامہ اختر شاہجہان پوری مدظلہ کی خوش بختی ہے کہ انہوں نے "بخاری شریف" ابوداؤد شریف، ابن ماجہ شریف، مشکوٰۃ شریف" اور "موطا امام مالک" کا ترجمہ کیا اور مزید فیروز بختی یہ ہے کہ یہ تمام تراجم پاک و ہند میں چھپ چکے ہیں اور مارکیٹ میں دستیاب ہیں۔ ان کے علاوہ متعدد مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتب کے مصنّف ہیں۔ مولائے کریم جل مجدہ انہیں تندرستی کے ساتھ تادیر سلامت رکھے۔ ان کی قابل قدر قلمی اور علمی خدمات کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور دین متین کی بیش از بیش خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی

۲۱

پاکستان کی معروف دینی درسگاہ جامعہ نظامیہ، لاہور ہی کے ایک اور مدرس جناب مولانا محمد منشا تابش قصوری زید مجدہ نے اس ناچیز کا "کلمہ حق" نامی مقالہ پڑھا تو اس کے بارے میں یوں اپنے تاثرات لکھ کر ارسال فرمائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علامہ اختر شاہجہان پوری مدظلہ، اپنے وقت کے نامور عالم، مترجم، محقّق اور صحیح العقیدہ صوفی انسان ہیں۔ جن کی زندگی اسلام و سنّیت کے لئے وقف ہے۔ موصوف "صحیح بخاری، موطا امام مالک" اور متعدّد اہم کتب کے مترجم کی حیثیت سے پاک و ہند میں خاص شہرت رکھتے ہیں۔

عقائد و معمولات صحیحہ پر مشتمل آپ کی متعدّد تصانیف زیور طباعت سے آراستہ ہو کر قارئین سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ ان میں ہر ایک کتاب اپنی خصوصیت کے لحاظ سے منفرد مقام کی حامل ہے، جن میں "کلمہ حق" خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ کلمہ حق کہنا، سننا اور اس پر عمل کرنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنے والے کو تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جہاد افضل میں مصروف ہونے کی سند عطا فرماتے ہیں۔

"کلمہ حق" میں علامہ اختر شاہجہان پوری نے حقائق کو دلائل سے مرصع فرمایا ہے اور باطل نظریات کے پرخچے اڑا دیئے ہیں۔ یہ کتاب اس لائق ہے کہ اسے بار بار پڑھا جائے اور اسے اہل حق حرز جان بنائیں۔ اللہ تعالیٰ بجاہ حبیبہ الاعلیٰ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم مولانا الموصوف کو صحت و سلامتی کے ساتھ کلمہ حق کی سربلندی کے لئے حیات جاوداں عطا فرمائے۔ آمین۔

حررہٗ: محمد منشا تابش قصوری

مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور (پاکستان)

۲۲

دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ' لاہور کے ناظم اعلیٰ جناب مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی دامت برکاتہم العالیہ نے احقر کا مقالہ "کلمہ حق" پڑھا بلکہ اپنی مصروفیات میں سے وقت نکال کر "کلمہ حق" کو پوری طرح پڑھا اور اپنے تاثرات یوں سپرد قلم کئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

مسلک حق اہل سنّت و جماعت کی شمشیر برہنہ مولانا عبدالحکیم خان صاحب مجددی شاہجہان پوری زید مجدہ کی تصنیف "کلمہ حق" نظر سے گزری۔ اس کی اہم ابحاث کو پڑھا۔ اس کے مطالعہ سے جہاں مولانا الموصوف کے وسیع مطالعہ اور زور استدلال کا پتہ چلتا ہے وہاں مخالفین اہل سنت کے ہیر پھیر اور ان کی شاطرانہ چالوں پر مولانا موصوف کی کڑی نظر اور مضبوط گرفت کا علم بھی ہوتا ہے۔

مولانا شاہجہان پوری مدظلہ نے تحقیق و ترجمہ کے میدان میں شاندار خدمات سرانجام دی ہیں۔ جن کی بناء پر تمام اہل سنت ان کے ممنون ہیں' لیکن "کلمہ حق" میں انہوں نے جس طرح مخالفین کے تار پود بکھیرے ہیں یہ انہی کا حصّہ ہے۔ میری دعا ہے! اللہ تعالیٰ اپنے حبیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کے وسیلہ سے

مولانا محمد عبدالحکیم خان صاحب کو صحت کاملہ عطا فرمائے تاکہ وہ مسلک حق اہل سنت و جماعت کی پاسبانی میں مزید قلمی کارنامے انجام دے سکیں۔ آمین ثم آمین بجاہ طٰہٰ ویٰس و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ و صحبہ وبارک وسلم۔

(مفتی) محمد عبدالقیوم ہزاروی

ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ' لاہور

۲۲

۳۱۔ اگست ۱۹۳۱ء کو ڈی۔ بی ہائی سکول خانقاہ ڈوگراں میں مجھے ملازمت مل گئی' لیکن اس سے چند ماہ پہلے مجھے اپنی آغوش میں لے کر پرورش کرنے والی حاجیہ نانی نواب سلطان ہم سب کو چھوڑ کر حیاتِ جاوداں پا چکی تھیں اور عین اُس وقت جب مرحومہ کا ختمِ چہلم تھا' والد مرحوم بھی داغِ مفارقت دے گئے۔ نازونعم سے پروان چڑھانے والوں کے مقدّر میں مجھے کماتے دیکھنا مرقوم نہ تھا۔ ۹ ماہ خانقاہ ڈوگراں رہا۔ رتہ پیراں کے قریب نارنگ منڈی میں ایک انگریزی مڈل سکول کا افتتاح عمل میں آیا اور محکمۂ تعلیم نے مجھے نارنگ منڈی تبدیل کر دیا' مجھے وہاں بطورِ مُعلّمِ انگریزی اپنے علاقہ کی خدمت کا موقع میسّر آیا۔ تنخواہ کیا تھی ۴۵-۲-۳۵' جس پر ۱۵٪ کٹوتی عائد تھی۔ گویا مجھے ۲۹ روپے بارہ آنے ماہانہ ملتے تھے۔ یہ اس

(بقیہ صفحہ ۲۳۹)

۲۳

سیدی و مخدومی قبلہ مفتی محمد شریف الحق امجدی دامت برکاتہم العالیہ بھارت کے ایک نامور عالم دین ہیں۔ صاحب "بہار شریعت" حضرت مولانا امجد علی اعظمی برکاتی رحمتہ اللہ علیہ کے خانوادے کے مایہ ناز چشم و چراغ ہیں۔ موصوف دارالعلوم اشرفیہ' مبارک پور' ضلع اعظم گڑھ کے صدر شعبہ دارالافتاء اور شیخ الجامعہ ہیں۔ اگر انہیں اس وقت ہندوستان کا مفتی اعظم اور محدث اعظم کہا جائے تو بے جا نہیں۔

موصوف نے "نزہتہ القاری" کے نام سے "بخاری شریف" کی بڑی فاضلانہ شرح لکھی ہے جس کی پانچ جلدیں چھپ چکی ہیں۔ چھٹی جلد کی کتابت ہو رہی ہے۔ ساتویں یا آٹھویں جلد پر شرح مکمل ہو جائے گی۔ موصوف کی ذات اس وقت مرجع علماء ہے۔ کاش! ان کا فتاویٰ منظر عام پر آ جائے۔ احقر نے کچھ کتابیں حضرت کی خدمت میں ارسال کی تھیں جن میں "کلمہ حق" نامی مقالہ بھی تھا۔ آپ نے بغور مطالعہ کرنے کے بعد اس مقالے کے بارے میں یوں اپنے اثرات کا اظہار فرمایا:

مبسملا و محمدلا و مصلیا و مسلما

ترجمان حدیث علامہ عبدالحکیم اختر شاہجہان پوری زید مجدہ' کے نام سے پہلی بار اس وقت آشنا ہوا جب میں نے اپنے عصائے پیری مولانا عبدالحق سلمہ کے ساتھ لکھنؤ امین آباد' خورشید بک ڈپو پر "بخاری شریف" کی اردو شرحوں اور ترجمے تلاش کرنے گیا۔ بک ڈپو مذکور کے مالک نے مولانا موصوف کے ترجمہ بخاری کی پہلی جلد یہ کہہ کے دی کہ "یہ آپ کے ہم مسلک عالم کا ترجمہ ہے۔" چونکہ یہ ایک غیر متوقع نعمت تھی اس لئے دل باغ باغ ہو گیا اور پھر جب اس ترجمے کو دیکھا تو میری مسرّت کی انتہا نہ رہی۔ اس ترجمے کے بارے میں اپنے تاثرات

"مقدمہ نزہتہ القاری" میں میں نے لکھ دیئے ہیں۔

پھر ایک مدّت دراز تک علامہ مذکور سے تعارف اسی حدّ تک رہا کہ یکایک دو سال قبل علامہ موصوف کا گرامی نامہ تشریف لایا اور جب سے اب تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ سال گذشتہ علامہ موصوف نے کتابوں کا ایک بنڈل بریلی شریف کے ایک صاحب کے بدست روانہ فرمایا جو مجھے بہت بعد میں ملا۔ مگر جب ملا اور اسے کھولا تو اس میں متعدد کتابوں کے ساتھ "کلمہ حق" نامی رسالہ بھی تھا۔ میں نے اسے از اول تا آخر بغور مطالعہ کیا تو مولانا کی ذہانت' فطانت' مناظرانہ صلاحیت اور کثیر معلومات پر متحیر ہو کر رہ گیا۔

دیوبندی مذہب کی بنیاد انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی ہتک عزت' ان کی اہانت اور ان کی توہین پر ہے۔ یہ وہ بدیہی حقیقت ہے جسے جھٹلانا آفتاب کی تکذیب کے مترادف ہے۔ مگر علماء دیوبند نے اپنی اس باطنی سرشت کو ظاہری علم اور پابندی شریعت کے لبادے میں ایسا چھپا رکھا ہے کہ غیر منقسم ہندوستان کے بہت سے لوگ ان کے بارے میں یہی جانتے ہیں کہ اس گروہ سے بڑھ کر دین دار کوئی اور طبقہ نہیں' مگر یہ کوئی حیرت انگیز بات نہیں' خود حدیث میں ان کی نوع کے بارے میں فرمایا گیا ہے:

تحتقرون صلاتکم عند صلاتهم و صیامکم عند صیامهم۔

تم لوگ اے صحابہ! اپنی نمازوں کو ان کی نمازوں کے بالمقابل اپنے روزوں کو ان کے روزوں کے سامنے حقیر جانو گے۔

مگر اس کے باوجود خود بانی اسلام نے ان کے بارے میں یہ بھی فرمایا:

یقرءون القرآن و لا یجاوز حناجرھم۔

قرآن پڑھیں گے مگر ان کے حلق کے آگے نہیں پڑھے گا۔

اور پھر آخیر میں ان کے بارے میں یہ فتویٰ ارشاد فرمایا:

یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیتہ۔

دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر اپنے نشانے کو پار کر کے نکل جاتا ہے۔

علماء دیوبند ظاہری دین داری کے لبادے میں اہانت رسول کے جرم کو کتنا ہی چھپائیں، نہ وہ چھپا ہے نہ چھپ سکتا ہے: ؎

جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

جو باتیں ان کے مذہب کی بنیادی کتابوں میں چھپی ہوئی موجود ہیں، انہیں کون چھپا سکتا ہے۔ البتہ اب ایک شاطر جنگ باز کی طرح علماء دیوبند نے اپنے جرم نابخشیدہ سے عوام کی توجہ ہٹانے اور نیا محاذ جنگ قائم کرنے کے لئے یہ شروع کر دیا ہے کہ بے بنیاد، انتہائی رکیک اور مہمل اعتراضات مجدد اعظم، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ پر شروع کر دیئے ہیں۔ چونکہ اُن کے یہاں دولت کی فراوانی ہے، پریس کی قوّت ہے، افراد کی بہتات ہے، اس لئے اتنے زبردست پروپیگنڈے کی بدولت اس میں اب تک کامیاب بھی ہو چکے ہیں۔ اس خصوص میں وہ اتنے بے باک، نڈر اور جری ہیں کہ انہیں قرآن و حدیث کی بات تو بہت دور ہے خود اپنے اکابر کی تحریروں کا بھی پاس و لحاظ نہیں ہوتا۔ بس مقصد یہ ہے کہ کسی طرح "بحث" اور "باتوں" پر ہو اور گستاخانہ

کفری عبارتوں پر گفتگو کی نوبت نہ آئے۔ یہی ہندوستان میں ہو رہا ہے اور یہی پاکستان میں بھی ہو رہا ہے۔

سرفراز گکھڑوی کی کتاب اسی شاطرانہ جنگ کی ایک کڑی ہے۔ مجھے "کلمہ حق" پڑھ کر بڑی خوشی ہی نہیں مکمل اطمینان ہو گیا کہ علامہ اختر موصوف بہتر ماہر نباض فطرت اور بہت ذہین مناظر ہیں۔ انہوں نے اپنے حریف کی اصل غرض و غایت سمجھ کر "کلمہ حق" لکھا ہے۔ سب سے پہلے اکابر دیوبند کے اس جرم کو نہایت تحقیق سے بیان فرمایا جس کی بناء پر علماء حل و حرم، ہندو سندھ نے ان پر حکم کفر دیا یعنی اہانت رسول کا جرم۔ پھر اس سوال کا جواب دیا ہے کہ آخر اکابر دیوبند نے اتنے بڑے جرم کے ارتکاب کی ہمت کیسے کی؟ انہوں نے یہ سب کچھ انگریزوں کی شہ پر بلکہ ان کی لگائی ہوئی ڈیوٹی کے بطور انجام دیا۔ اس پر انہوں نے خود دیوبندی مصنفین کی کتابوں سے ناقابل انکار دلائل کے انبار لگا دیئے ہیں۔ پھر گکھڑوی صاحب کی خدمت کی اور خوب کی ہے، جسے پڑھ کر بے ساختہ یہ شعر زبان پر آتا ہے: ؎

ترا کہ گفت کہ اے نازنین ز پردہ برآ

ز غمزہ بر سرمرداں شیر افگن زن

حقیقت یہ ہے کہ کتاب "کلمہ حق" دیوبندیت کے تابوت میں آخری کیل ہے۔ اسے پڑھنے کے بعد بھی کوئی دیوبندی رہ جائے تو اس کے بارے میں یہی کہا جائے گا: **من لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور۔** علامہ موصوف نے اطلاع دی ہے کہ وہ اس کتاب کو مزید اضافے کے ساتھ چھپوا رہے ہیں۔ بہت خوش

آئند خبر ہے۔ میں اس کا شدّت کے ساتھ منتظر رہوں گا۔ میری دعا ہے کہ مولیٰ عزّوجلّ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل انہیں صحت و قوّت عطا فرمائے' ان کے ظل ہمایوں کو دراز فرمائے' ان کے فیوض کو اور عام و تام کرے' آمین ثم آمین۔

محمد شریف الحق امجدی

۳۰ محرم الحرام ۱۴۱۳ھ
یکم اگست ۱۹۹۲ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحاکم رحمۃ اللہ علیہ

سلطان التارکین حضرت حمید الدین حاکمؒ کے احوال و آثار
اور آپ کے اسلاف و اخلاف کا ذکرِ جمیل

بارِ اوّل ——— رجب المرجب ۱۴۱۱ھ
تعداد ——— ۵۰۰
مصنف ——— پیر اقبال شاہ ہاشمی مرحوم
ناشر ——— محمد جاوید اقبال ہاشمی
مطبع ——— تعمیر ادب پریس ریٹیگن روڈ لاہور
خطاط ——— محمد صدیق
قیمت ——— پچاس روپے

ملنے کے پتے :۔
پیر عبدالغفور ہاشمی' مریدکے' ضلع شیخوپورہ
قاضی پبلیکیشنز ۱۲۱ ذوالقرنین چیمبرز گنپت روڈ لاہور

زمانے کے مطابق ایک اچھی بھلی اور معقول آمدن تھی۔ کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ میں ۱۹۳۲ء اور ۱۹۸۲ء کی قیمتوں کا موازنہ کر دوں تاکہ کتاب ہذا کا مطالعہ کرنے والے حالات کی تبدیلی کا اندازہ کر سکیں۔

نمبر شمار	نام اشیائے ضروریات روزمرہ	قیمت سنہ ۱۹۳۲ء سابقہ سکّہ کے مطابق	قیمت سنہ ۱۹۸۲ء موجودہ سکّہ کے مطابق	کیفیت
۱	گندم آٹا	۱۲۰ پیسے فی من سے ۱۴۰ پیسے تک	۸۵۰ پیسے فی من ۷ گنا	مزدوری معمار
۲	چاول اعلیٰ	۲۷ پیسے فی سیر	۸۵۰ سے ۱۲۵۰ پیسے فی سیر ۳۰ گنا	یومیہ ۱۰۰ پیسے تھی
۳	گھی	۱۰۰ پیسے فی سیر	۳۵۰۰ پیسے فی سیر ۳۵ گنا	
۴	گوشت	۳۶ پیسے فی سیر	۲۴۰۰ پیسے فی سیر ۶۷ گنا	مزدوری مزدور
۵	دودھ	۱۰ پیسے فی سیر	۳۵۰ پیسے فی سیر ۳۵ گنا	یومیہ
۶	انڈا	۶ پیسے کے دو	۱۰۰ پیسے فی عدد ½۱۶ گنا	۲۵ پیسے تھی
۷	عام مرغی	۲۵ سے ۳۰ پیسے تک	۳۰۰۰ پیسے فی عدد ۱۰۰ گنا	
۸	ایندھن	۲۵ پیسے فی من	۲۵۰۰ پیسے فی من ۱۰۰ گنا	کرایہ تانگہ لاہور
۹	ماچس دیاسلائی	۳ پیسے	۲۵ پیسے فی عدد ۸ گنا	۴ پیسے فی سواری
۱۰	تمباکو	۶۰ پیسے فی سیر	۱۲۰۰ پیسے فی سیر ۲۰ گنا	
۱۱	تیل مٹی فی بوتل	۳۰ پیسے فی بوتل	۲۵۰ پیسے فی بوتل ½۸ گنا	سالم تانگہ
۱۲	سبزیاں	۲ پیسے سے لے کر ۲۵ پیسے سیر تک	۴۰۰ سے ۸۵۰ پیسے فی سیر ۳۴ گنا	۲۵ پیسے فی گھنٹہ
۱۳	پیاز	۶ پیسے فی سیر	۴۰۰ پیسے فی سیر ۶۵ گنا	عام گائے شیردار
۱۴	لہسن	۹ پیسے فی سیر	۹۰۰ پیسے فی سیر ۱۰۰ گنا	۱۲۰۰ سے ۱۸۰۰ پیسے
۱۵	چینی	۲۵ پیسے فی سیر	۸۵۰ پیسے فی سیر ۳۴ گنا	
۱۶	تیل سرسوں	۱۵ پیسے فی سیر	۱۱۴۰ پیسے فی سیر ۷۶ گنا	عام بھینس شیردار
۱۷	جوتی دیسی	۲۵ پیسے فی جوڑا	۵۰۰۰ پیسے سے ۸۰۰۰ پیسے فی جوڑا ۴۰ گنا	۲۵۰۰ پیسے سے ۴۵۰۰ پیسے تک
۱۸	بوٹ	۳۵۰ سے ۴۵۰ پیسے فی جوڑا	۹۰۰۰ پیسے سے ۸۰۰۰ پیسے تک ۱۱۸ گنا	

۱۹	ٹوپی یا کلاہ	۱۲۵ پیسے	۵۰۰۰ پیسے فی عدد ۴۰ گنا	عام سواری کا گھوڑا ۶۵۰۰ پیسے تک
۲۰	دو گھوڑا بوسکی	۱۴۰ پیسے فی گز	۸۰۰۰ پیسے فی گز ۵۱ گنا	
۲۱	ململ چھبی لٹھا فینسی	۲۵ سے ۳۰ پیسے فی گز	۵۰ پیسے فی گز سے ۸۵۰ پیسے فی گز تک ۳۴ گنا	گدھا ۱۵۰ پیسے کا تھا

ان کوائف سے واقف ہو جانے کے بعد آپ خود اندازہ لگالیں کہ ۱۹۳۲ء کی تنخواہ اور آج کی سینکڑوں ہزاروں کی تنخواہ کا کیا مقابلہ ہے؛ وہ بہتر تھیں یا یہ؟ تنخواہوں میں تو زیادہ سے زیادہ ۳۰ فی صد کا اضافہ ہوا ہے، لیکن اشیائے ضرورت میں ٪۱۰۰ ابھی نہیں بلکہ ٪۱۵۰ تک زیادتی ہو چکی ہے۔ اس طرح آج کا ۳۰۰۰/۰ روپے ماہانہ کا ملازم ہمارے زمانے کے ۳۰/۰ روپے مشاہرے والے ملازم سے بُری حالت میں اور ۵۰۰۰/۰ روپے ماہانہ پانے والا ۵۰/۰ روپے پانے والے سے ابتر ہے۔

مجھے بخوبی یاد ہے کہ میرے نانا مرحوم اور نانی مرحومہ نے جب حج کیا تھا تو ان کے اخراجات ۴۳/۰ روپے فی کس اُٹھے تھے، جو آج کے ۲۶۰۰۰/۰ روپے کے برابر ہیں۔ لاہور سے کراچی کا کرایہ ۸½ روپے یعنی ۸۵۰ پیسے تھا۔ آج کیا ہے؟ خود حساب لگایئے مَیں کیوں دردِ سر مول لوں؟ لاہور سے پنڈی کا کرایہ ۹۵ پیسے تھا آج کیا ہے؟ نندہ بس سروس والے لاہور سے کشمیر سری نگر آنے جانے کا کرایہ ۵۵۰ پیسے لیتے تھے پلیٹ فارم ٹکٹ ۶ پیسے کا تھا، جو آج ۵۰ پیسے کا ہے۔

عرصہ ہوُا مجھے والد مرحوم کے اخراجات کی کاپی ملی تو اس میں لکھا تھا: ایک پیسہ برائے کھانا، ۲ پیسے فی کس کھانا۔ مَیں نے والد مرحوم سے اس کا مطلب پوچھا تو انہوں نے فرمایا "بیٹے! ہم یتیم ہو کر قصور سے لاہور آ گئے۔ آمدن کچھ بھی نہ تھی۔ جو کچھ مل جاتا، اُس میں سے چھوٹے بھائی کھانا کھانے کے لیے ہر روز مجھ سے لے جاتے۔ جو ایک پیسہ لے کر جاتا اُسے تنور کی دو بڑی روٹیاں اور دیسی گھی میں پکی ہوئی کچھ دال مل جاتی اور